سلکِ سلامِ دبیر

○

کینہ دلِ مجرائیِ سرور میں نہیں ہے
یہ آئینہ اقلیمِ سکندر میں نہیں ہے

جو فکرِ سلامِ شہِ صفدر میں نہیں ہے
اے مجرئیِ خُلد اُس کے مقدّر میں نہیں ہے

ہاتف نے کہا مشک جو بھرنے لگے عباسؑ
یہ پانی سکینہؑ کے مقدّر میں نہیں ہے

سرور نے کہا قبر میں رکھ لاشۂ اصغرؑ
دلبر جو نہیں بَر میں تو دل بَر میں نہیں ہے

بانوؑ نے کہا دودھ تو دودھ آہ یہ دیکھو
پانی بھی نصیبِ علی اصغرؑ میں نہیں ہے

سیلی جو لگائی تو سکینہؑ یہ پکاری
اے شمر تو کیا دینِ پیمبرؐ میں نہیں ہے

شہ کہتے تھے ہم دینِ پیمبرؐ کے ہیں مشتاق
ہے دل میں وہ حسرت جو مقدّر میں نہیں ہے

جب تیغ علَم کی تو یہ جبریل پکارے
شبیرؑ یہ اقرار تو محضر میں نہیں ہے

یہ ہند کی بیٹی نے سکینہؑ سے کہا آہ
ق کیا تیری محبت دلِ مادر میں نہیں ہے

بالفرض کہ ماں باپ ہیں نادار تمہارے
اُجلا سا بھی کُرتہ کوئی کیا گھر میں نہیں ہے

جیسا کہو میں خلعت و زیور تمہیں لادوں
صرفہ مجھے نذرِ زر و گوہر میں نہیں ہے

دکھلا کے رسن شانے کی اپنے وہ پکاری
جو اس میں ہے زینت کسی زیور میں نہیں ہے

گر ہو سکے تم سے، ہمیں بابا سے ملا دو
ہاتف نے ندا دی کہ مقدّر میں نہیں ہے

مہماں ہے غمِ شاہ دبیر اہلِ عزا میں
گو کرب ذبلا ہند کے کشور میں نہیں ہے

○

نیساں کی چشم گر غمِ سرور سے تر نہ ہو
مجرائی قطرہ لاکھ برس تک گہر نہ ہو

قاتل سے شاہ کہتے تھے جلدی تو ذبح کر
ظالم مری بہن کو کہیں یہ خبر نہ ہو

حاکم کی بیٹی رو کے سکینہؑ سے کہتی تھی
بھیّا تمہارے سن میں کوئی بے پدر نہ ہو

اکبرؑ سے شاہ کہتے تھے کیونکر نکالوں میں
نیزے کی نوک میں کہیں تیرا جگر نہ ہو

لکھا قضا نے شاہ کی قسمت میں آبِ تیغ
یعنی گلوئے خشک کسی طرح تر نہ ہو
کہتی تھی بانوؔ تیر گلے سے میں کھینچ لوں
اصغرؑ تمہاری روح کو صدمہ اگر نہ ہو
کوفے گئی دمشق گئی؟ شام میں گئی
زینبؑ کی طرح سے تو کوئی دربدر نہ ہو
کہتے تھے شہ کفن نہ ملے ہم کو ہے قبول
یارب بہن حسینؑ کی پر ننگے سر نہ ہو
کانٹا اُٹھا کے پاؤں میں عابدؑ نے رکھ لیا
تا اور راہ گیروں کو اُس سے ضرر نہ ہو
ایسا ہوا ہے بیکس و مظلوم کون آہ!
یارو غمِ حسینؑ میں کیونکر اثر نہ ہو
کہتے تھے اپنے حالِ پریشاں پہ اہلبیت
پردیس میں حقیر کوئی اس قدر نہ ہو
کہتے تھے اہلِ ظلم کہ زہراؑ کے باغ کو
کاٹو یہ جلد جلد کہ جو دوپہر نہ ہو
کٹ کر گلوئے شاہ نے یہ شمر سے کہا
اب بھی پلادے پانی گنہ کچھ اگر نہ ہو
عابدؑ سے بانوؔ کہتی تھی سر کو نہ پیٹ تو
اے لال رفتہ رفتہ کہیں دردِ سر نہ ہو

مثلِ خیال چل درِ سرور پہ اے دبیر
کر اس طرح سفر کہ کسی کو خبر نہ ہو

O

سلامی خاک ہُوا خاک سے غُبار ہُوا
مزارِ سیّدِ ابرار پہ نثار ہوا
ہجومِ غم میں سلامی جو اشکبار ہوا
ہر ایک تارِ مژہ موتیوں کا ہار ہوا
سلام اُس پہ رہِ حق میں جو نثار ہوا
جدا جو تن سے ہوا سر تو وصلِ یار ہوا
پدر کو خواب میں صغراؑ نے اس طرح دیکھا
کمر خمیدہ، بدن ہے نحیف و زار ہوا
پکاری کب سے جھکی ہے کمر' تو بولے شاہ
شہید جب سے کہ عباسؑ نامدار ہوا
حسینؑ جب ہوئے پیدا تو یہ ندا آئی
کہ تھا جو پردۂ قدرت میں آشکار ہوا
یہ بھوک پیاس تھی مرغوبِ سیدّ الشہداؑ
کہ چھ مہینے کا سِن تھا کہ روزہ دار ہوا
بلند کیوں نہ ہوا آفتابِ محشر آہ
علیؑ کے لال کا سر نیزے پہ سوار ہوا
لٹکتی پائی جو مسلمؑ کی لاش کوفے میں
تو سر حسینؑ کا نیزے پہ اشکبار ہوا
پکارا لاشۂ مسلمؑ کہ یا اخی فریاد
نصیب ہم کو نہیں آج تک مزار ہوا
کھلے ہیں دیدۂ صغراؑ ہنوز بہرِ حسینؑ
مزار میں بھی نہ موقوف انتظار ہوا

سرِ حسینؑ نے کٹ کر کہا یہ قاتل سے — میں رستگار ہوا تو گناہگار ہوا
پڑی رسن جو گلے میں تو خوش ہوئے سجادؑ — کہ حق کے شیر کا میں آج ورثہ دار ہوا
ہوئی نہ شمع میسّر جوشہ کی تُربت کو — تو داغِ دل ہی چراغِ سرِ مزار ہوا
کٹا کے ہاتھ لبِ نہر کہتے تھے عباسؑ — الٰہی شکر، میں دریائے غم سے پار ہوا
گلے میں شاہ کے بانہیں تھیں لاشِ اصغرؑ کی — خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا
گئی جو کوفے میں سرکھولے دُخترِ زہراؑ — نجف میں مرقدِ حیدرؑ کو اضطرار ہوا
دبیر سبطِ رسولؐ خدا کے صدقے سے
سلام تیرا یہ مقبولِ کردگار ہوا

○

سی پارہ ہیں بصورتِ قرآں چمن کے پھول — کیا مجرئی جہان میں شاہِ زمن کے پھول
فرمایا شہ نے لایا ہوں اے دشتِ کربلا — تیرے بسانے کے لئے اپنے چمن کے پھول
پامال باغیوں نے کئے رن میں یک قلم — جعفر کے نونہال حسینؑ و حسنؑ کے پھول
اصحابِ شاہ دیں تھے جو گلچینِ باغِ صبر — زخمِ سنان و تیر کو سمجھے چمن کے پھول
بانو سے رو کے فاطمہؑ صغرا نے عرض کی — اماں ہوئے تھے اکبرؑ گل پیرہن کے پھول
ولوایا دودھ پر علی اصغرؑ کا فاتحہ — کیونکر ہوئے یتیم جنابِ حسنؑ کے پھول
بانو پکاریں پوچھوں نہ بیچارگی کا حال
چالیسواں ہوا نہ امام زمن کے پھول

○

رُخ ہے وہ گلشنِ قدرت کہ بوقتِ گلگشت — دل عنادل کا نہ اِک گُل کی صفایاد کرے
گر نگہ خضرؑ کی ہو آبِ بقا سے سیراب — پھر نہ وہ ذائقۂ آبِ بقایاد کرے
چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اُس کا اگر — نرگسِ باغِ جناں کو نہ صبا یاد کرے
واہ کیا نور ہے، کیا حُسن ہے اللہ اللہ
ایسے بندوں کو نہ کیوں جلد خدایاد کرے

○

بیت جنت میں ملے نظمِ سلام ایسا ہو — روئیں سب مُجرئی پُردرد کلام ایسا ہو
سرِ شہ نیزہ پہ تھا سارے سروں کے آگے — بعدِ مردن بھی امامت تھی امام ایسا ہو

لاشہ ہائے شہدا دیکھ کے شہ کہتے تھے لشکر اِک دن میں کسی کا نہ تمام ایسا ہو
ہوگیا نقشِ نگیں مُہرِ نبوت کا حسینؑ مُہر ایسی ہو، نگیں ایسا ہو؟ نام ایسا ہو
بے رِدا آلِ نبیؐ ، پردے میں ناموسِ یزید خاص کی قدر وہ ہو، رُتبۂ عام ایسا ہو
زینبؑ خستہ جگر تھامنے کو آئی رکاب
کیوں فلک بے کس و مظلوم امام ایسا ہو

○

نام پر شاہ کے جو پانی پلا دیتے ہیں میرِ کوثر اُنھیں مُجرائی دُعا دیتے ہیں
فاطمہؑ کہتی ہیں دُنیا میں یہ آباد رہیں شہ کا پُرسا مجھے سب اہلِ عزا دیتے ہیں
کربلا میں کوئی مدفون اگر ہو تو حسینؑ خاک کو مرتبۂ خاکِ شفا دیتے ہیں
چشمِ سجّاد اگر ضعف سے بھی ہوتی ہے بند اشقیا پاؤں کی زنجیر ہلا دیتے ہیں
بوسہ لے کر اب سوفار کا کہتے تھے حسینؑ بھوک اور پیاس میں کیا تیر مزا دیتے ہیں
دیکھ کر لاشوں کو شہ کہتے تھے اے چرخِ فلک یوں کہیں خاک میں گلزار ملا دیتے ہیں
رو کے کہتی تھی سکینہؑ کہ ہمیں قید کیا لوگ زنداں سے یتیموں کو چھڑا دیتے ہیں
کیا سخی ہیں شہ دیں بخششِ اُمت کے لئے جان بھی دیتے ہیں اور گھر بھی لٹا دیتے ہیں
یہ سلامِ شہِ مظلوم کہا خوب دبیر
دیکھیں انعام میں مولا مجھے کیا دیتے ہیں

صنعتِ غیر منقوط میں

○

مسطور گر کمال ہو سروِ امام کا
مصرع ہمارا سَرو ہو دارالسلام کا

حاصل سرِ عُمر کو مُرصّع گلاہ ! واہ !
دردا سرِ علَم سرِ اطہر امام کا

اس طرح محوِ حمد رہا سَرورِ اُمم
اعدا کو حوصلہ ہوا مدحِ امام کا

دردا ! لہو امامِ اُمم کا حلال ہو
سہل اِس طرح ہو مسئلہ امرِ حرام کا

ہر سو وہ آمد آمدِ سردارِ دوسرا
اور ہمہمہ وہ اُدھمِ صرصر لگام کا

کہرام مُلکِ ملک ہوا دھوم کوہ کوہ
سوکھا لہو دلِ اسدو گرگ و دام کا

ڈرکر اُدھر کو گم ہوا عُمرِ عدد کا ماہ
طالع ہُوا ہلال اِدھر کو حسام کا

آرام گور کا ہو اگر دل کا مُدّعا
ہر سال و ماہ سوگ رکھا کر امام کا

ہر دم ملا حرم کو وہ درد و الم کہ آہ
روحِ رسولؐ کو ہوا صدمہ مدام کا

○

غمِ آلِ عبا ہے اور میں ہوں
سلامی یہ غذا ہے اور میں ہوں

خیالِ کربلا ہے اور میں ہوں
بہشتِ جاں فزا ہے اور میں ہوں

عجب کیا گر فرشتہ ہو سگِ نفس
درِ شیرِ خُدا ہے اور میں ہوں

چُنوں موتی بیابانِ نجف کے
یہ دُرِّ مدّعا ہے اور میں ہوں

مثالِ دانہ پستا ہوں شب و روز
فلک کی آسیا ہے اور میں ہوں

نہ پہنچا کربلا میں کیوں دمِ حشر
یہ بختِ نارسا ہے اور میں ہوں

جو ڈھونڈا تاجِ کُرسی بول اُٹھا عرش
علی کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں

نبیؐ کہتے تھے اے حیدرؓ تمہارا
شناسا اِک خُدا ہے اور میں ہوں

۱۔ چکّی

یہی ہے ناخنِ قدرت کی آواز   علیؑ مشکل کُشا ہے اور میں ہوں
صفِ دُشمن سے حُر نکلا یہ کہہ کر   بس اب راہِ وفا ہے اور میں ہوں
خبر دیتا ہے رَن میں حُسنِ اکبرؑ   سدا نورِ خدا ہے اور میں ہوں
جمالِ پاک نازاں ہے کہ بے مِثل   شبیہ مُصطفےٰ ہے اور میں ہوں
لبِ شیریں مخاطب ہے خضرؑ سے   لطیف آبِ بقا ہے اور میں ہوں
شبِ معراج کہتی ہے کہ یکتا   یہ گیسوئے دوتا ہے اور میں ہوں
نِدا ہے دوش پر نادِ علی کی   سپر اِک لافتیٰ ہے اور میں ہوں
مگر صد حیف سِن کا ہے یہ اظہار   جوانی کی قضا ہے اور میں ہوں
وطن میں حالِ صغریٰؑ جس نے پوچھا   کہا آہ و بُکا ہے اور میں ہوں
نشانِ شاہ سے کہتا تھا اقبال   ترا پَرو ہُما ہے اور میں ہوں
دُلہن کہتی تھی دل ہے خون جس کا   جہاں میں وہ حِنا ہے اور میں ہوں
بہن چلّائی تنہا ہو دمِ ذبح   کہا شہ نے قضا ہے اور میں ہوں
گلا بھی خشک ہے خنجر بھی بے آب   شہادت کا مزا ہے اور میں ہوں
غبارِ راہِ مہدیؑ ہے نظر میں   تلاشِ کیمیا ہے اور میں ہوں
دُعا بھی مال و دولت کی نہ مانگوں   ہمیشہ یہ دُعا ہے اور میں ہوں

تمنّا دولت و حشمت کی بے جا
دبیرؔ آخر فنا ہے اور میں ہوں

O

ہر ایک ذرّہ کب اے مجرئی حساب میں ہے   کہ سوز ماتم شبّیرؑ آفتاب میں ہے
سلامی ابن علیؑ تو سوال آپ میں ہے   زبان تیغ سے ہر اک عدو جواب میں ہے
جو کربلا میں مُوا وہ نکیرومنکر سے   سوال میں ہے نہ اندیشۂ حساب میں ہے
حسینؑ امام تو پیاسے موے نہ برسامینہ   عجب یہ ہے کہ تری کس طرح سحاب میں ہے
کہاں حسینؑ کا لشکر کہاں سپاہِ یزید   کہ یہ ثواب میں ہے اور وہ عذاب میں ہے
حسینؑ کہتے تھے اے ذوالجناح ٹھہر کے چل   کہ روحِ فاطمہؑ حاضر تری رکاب میں ہے

دخیل ہو کوئی زائر تو بولتے ہیں ملک
خموش باش کہ سبطِ رسول خواب میں ہے

حسینؑ امام سے روکر کہا یہ اکبرؑ نے
کہ آرزو ہمیں مرنے کی اس شباب میں ہے

دولہن تو روتی تھی گھونگٹ میں خلق کہتی تھی
بنا تو قتل ہوا اور بنی حجاب میں ہے

حرم تو بلوے میں پردے میں دختران یزید
زمانہ دیکھو تو کس درجہ انقلاب میں ہے

بیادِ تشنگیِ شہ اُلٹ دیا ساغر
بجز ہوا نہیں کچھ کاسۂ حباب میں ہے

حرم سے صبحِ شبِ قتل شاہ کہتے تھے
مری سکینہؑ کو چونکاؤ مت کہ خواب میں ہے

کہا بتولؑ نے شاید حسینؑ پیاسے ہیں
کہ موج چشمۂ کوثر کی پیچ و تاب میں ہے

شہید اصغرِؑ تشنہ دہن ہوا سو ہنوز
حجاب سے دہنِ غنچہ سو نقاب میں ہے

درِ خیام سے گھوڑا جو چل کے ٹھہر گیا
پکارے شہ تو رکا کیوں رہِ ثواب میں ہے

تو ذوالجناح نے تب عرض کی کہ یا مولا
سکینہؑ آپ کی لپٹی ہوئی رکاب میں ہے

خیال غارتِ اہلِ حرم جو گذرا ہے
تنِ حسینؑ پس از قتل اضطراب میں ہے

براتی قاسمؑ نوشہ کے رنگ کھیلتے ہیں
کہ ہے جو خون میں سرخی وہی شہاب میں ہے

میں ورثہ دارِ علیؑ ہوں پکارتے تھے حسینؑ
کہ آج ریش مری خون سے خضاب میں ہے

یہی حسینؑ تھے کہتے کہ ٹھہر ٹھہرائے شمر
عجب مزا تری تیغِ رواں کی آب میں ہے

نگاہ مہر کی ہے یہ کہ مدح گویوں میں
دبیرؔ بھی ترے اربابِ انتخاب میں ہے

○

مُجرئی یادِ حق ہے یادِ علیؑ
لوحِ دل پر رقم ہے نادِ علیؑ

خُلد کیا ہے محبتِ حیدرؑ
قہرِ دوزخ ہے کیا عنادِ علیؑ

دفترِ حشر میں صحیح نہیں
فردِ ایماں بغیرِ صادِ علیؑ

یوں جگہ خُلد میں ہے شیعوں کی
دل میں شیعوں کے جیسے یادِ علیؑ

خُلد و طوبیٰ و نہرِ کوثر ہے
کاغذ و خامہ و مدادِ علیؑ

چار عنصر ہیں قالبِ دیں کے
فضل و احسان و عدل و دادِ علیؑ

نور ہی نور ہے خدا کا فقط — آتش و خاک و آب و بادِ علیؑ
تنگ دستی سے دی پناہ ہمیں — حرز ہے بازوے جوادِ علیؑ
اُن کی مشکل کے عقدے سب حل ہیں — جن کو دل سے ہے اعتقادِ علیؑ
بابِ فردوس فتح کر دیں گے — قبر میں ہم پڑھیں گے نادِ علیؑ
دل بہ حق لب بہ شکر و دست بہ تیغ — دیکھنا شوکتِ جہادِ علیؑ
گھر علیؑ کا ازل سے ہے جنّت — حُور و غلماں ہیں خانہ زادِ علیؑ
شبِ معراج ساتھ ساتھ رہے — کیا نبیؐ سے تھا اتّحادِ علیؑ
صاف دُرِ نجف سے ظاہر ہے — پاک گوہر ہیں خانہ زادِ علیؑ
تیغ سائل کو بخش دی دمِ جنگ — کیا خدا پر تھا اعتمادِ علیؑ
دال ہے خوبیِ قرأت پر — قاریوں کو حدیثِ صادِ علیؑ
ہیں علیؑ خانہ زادِ ربِّ حرم — زاد ایماں ہے خانہ زادِ علیؑ
جیسے ہیزم کو آگ کھاتی ہے — یوں گنہ شیعوں کے وِدادِ علیؑ
مصحفِ انبیاء پڑھے فر فر — روزِ مولد یہ تھا سوادِ علیؑ
حشر میں ہوں گے زیرِ عرشِ علیؑ — شیعیانِ خوش اعتقادِ علیؑ
ہر مرض کی دوا ہے خاک شفا — ہر بلا کی سپر ہے نادِ علیؑ
سفرِ حج میں تھی یہ شان اکثر — راحلہ پاؤں فقر زادِ علیؑ
ایک گوشہ ہے جن کا ہفت اقلیم — غیب میں ایسے ہیں بلادِ علیؑ
کیوں نہ چار آئینہ ہو شیعوں کا — ہے رباعی کی قطع نادِ علیؑ
لائقِ کبریا ہیں دو تحفے — داغِ شبیرؑ اور وِدادِ علیؑ
بولی قبرِ حسینؑ پر زینبؑ — خاک میں مل گئی مرادِ علیؑ

O

مُجرائی بعد فنا بھی نہ اُٹھے واں سے شہید — اُنس رکھتے تھے عجب گنجِ شہیداں سے شہید
روزِ محشر میں شہادت کی سند ہووے گی — اس لیے خون چھڑاتے نہ تھے داماں سے شہید
بہرِ تعظیمِ نبیؐ جبکہ اُٹھی لاشِ حسینؑ — روئے مقتل میں عجب نالہ و افغاں سے شہید

لاشِ شہ سے یہ حسنؑ بولے اگر ہم ہوتے
ہونے دیتے نہ تمہیں خنجرِ بُراں سے شہید

خشک تھا حلق نہ خنجر کی زباں بھی ہوئی تر
اور سیراب ہوئے خنجرِ بُراں سے شہید

چشم زخم آئے نہ شبیرؑ پہ اے بارِ خدا
یہ دعا مانگتے تھے پنجۂ مژگاں سے شہید

روزِ عاشور کو وہ عید کا دن سمجھے تھے
سرِ شبیرؑ پہ قرباں ہوئے سو جاں سے شہید

دفن کرنے لگی لاشوں کو جو نہی قومِ اسد
راہِ اعجاز سے بولے دلِ سوزاں سے شہید

تیرِ غم سیکڑوں سرورؑ کے کلیجے پہ لگے
علی اصغرؑ جو ہوا تیر کے پیکاں سے شہید

ساتھ زہراؑ کے ہر ایک حور جو روتی آئی
رَن میں بیدار ہوئے نالہ و افغاں سے شہید

ہو کے یاور رہے شبیرؑ کے ہم تشنہ دہن
حوضِ کوثر پہ یہ بولے شہؑ مرداں سے شہید

کپڑے تو خوں میں بھرے ہاتھوں پہ سر اپنا دھرے
حشر میں آئیں گے اس طرح کے ساماں سے شہید

سر کٹا کر تو سبک بار ہوئے وہ رَن میں
پر گراں بار ہوئے رحمتِ یزداں سے شہید

ہم کو کچھ فخر نہیں آپ کے آگے واللہ
خُلد میں کتنے تھے یہ اصغرِؑ ناداں سے شہید

شہ نے قاصد سے کہا فاطمہؑ سے کہہ دینا ق
ہو گیا باپ ترا خنجرِ بُراں سے شہید

بھائیوں کی جو خبر پوچھے تو دینا یہ خبر
اِک سناں سے ہوا اک تیر کے پیکاں سے شہید

تجھ کو بخشائے گا خالق سے وہ محشر میں دبیر
کربلا میں جو ہوا خنجرِ بُراں سے شہید

○

پڑھوں سلام محبانِ پنجتن کے لیے
کہ ایک تحفہ نہ کافی ہے پنج تن کے لیے

دہن ہے ذکرِ سلام شہِؑ زمن کے لیے
زبان دہن میں ہے گویا اسی سخن کے لیے

حواسِ خمسہ ہیں مُجرائی اس سخن کے لیے
کہ شش جہت کی ہے بنیاد پنجتنؑ کے لیے

زمیں ہے خاک بسر مُجرئی حسنؑ کے لیے
ہے نیل پوش فلک شاہِ بے وطن کے لیے

وہ پائے گا سندِ مَن بکا سے باغِ جناں
خوشا نصیب جو روئے شہِ زمن کے لیے

پکارے طوق و سلاسل کو دیکھ کر عابدؑ ق
یہی ہے حصے میں بیمارِ خستہ تن کے لیے

نہ تیرِ حُرملہ نے تیغِ شمر واویلا
رسن گلے کے لیے اور گلا رسن کے لیے

ہزار حیف کفن اُس کا خاکِ صحرا ہو ○
کہ جس کی خاک تبرک ہے اب کفن کے لیے

ہوا تھا نشونما جس کا شیرِ زہراؑ سے
سوزن میں تیروں کا باراں تھا اُس چمن کے لیے

ملیں گے جس کے غلاموں کو حُلّۂ جنّت
خدا کی شان وہ محتاج تھا کفن کے لیے

نیا ستم ہے کہ اُمت نے کاٹ کر سرِ شاہ
برہنہ تن کو کیا جامۂ کہن کے لیے

پنہایا خلعتِ شادی تو بول اٹھی تقدیر
کفن بھی قطع کرو دلبرِ حسنؑ کے لیے

لگائی ہاتھوں میں دُلہا دُلہن کے کیوں مہندی
وہ ہاتھ کٹنے کے خاطر ہیں یہ رسن کے لیے

قضا پکاری کہ بیوہ کہو اسیر کہو
ہوئی خطاب کی تجویز جب دُلہن کے لیے

لحد میں روتی ہے زہراؑ تڑپ تڑپ کے مدام
کبھی حسینؑ کی خاطر کبھی حسنؑ کے لیے

یہی رقم خطِ پشتِ لبِ حسینؑ میں تھا
کہ ضرب چوب کی ہے اس لب و دہن کے لیے

غضب ہے دستِ جفا بھی کیا عدو نے دراز
گہر بھی آہ یتیمِ شہِ زمن کے لیے

سکینہؑ کہتی تھی سیدانی ہوں طمانچے نہ مار
خدا کے واسطے اے شمر پنجتنؑ کے لیے

ق
حرم رسن میں بندھے آئے جبکہ پیشِ یزید
لکھا ہے خاک کا جامہ تھا بارہ تن کے لیے

کیا سلام بندھے ہاتھ سے جو زینبؑ نے
طبق میں تڑپا بہت شہؑ کا سر بہن کے لیے

گہر کو کیا دُرِ دندانِ شاہؑ سے نسبت
یہ دُر صدف کے لیے وہ گُہر دہن کے لیے

حسینؑ کہتے تھے سر دوں گا گھر لٹاؤں گا
نجاتِ اُمتِ محبوبؐ ذوالمنن کے لیے

دکھا کے رختِ سیہ ماں سے کہتی تھی کبریٰؑ
دُلہن بنایا تھا اس کالے پیرہن کے لیے

ق
شریکِ خونِ حسینؑ و حسنؑ ہے پانی بھی
عزیز و غور کرو ربِّ ذوالمنن کے لیے

حسینؑ پیاسے موئے رن میں اور نہ پانی ملا
ملا تو زہر کے اندر ملا حسنؑ کے لیے

دبیر ہو گا خدا مشتریٔ گوہرِ اشک
بھلا یہ رتبہ کہاں ہے دُرِ عدن کے لیے

○

مُجرائی شہؑ کی مصیبت جو بیاں ہوتی ہے
فاطمہؑ سنتی ہے اور اشک فشاں ہوتی ہے

جب عیاں تیغِ ہلالِ رمضان ہوتی ہے
غمِ حیدرؑ کی چھری دل پہ رواں ہوتی ہے

ذبح ہوتے تھے حسینؑ اور یہ کہتے تھے مَلک
ہائے اب فاطمہؑ بے نام و نشاں ہوتی ہے

دونوں بیٹے کیے زینبؑ نے برادر پہ نثار
ایسی ہمشیر زمانے میں کہاں ہوتی ہے

حوریں اِک سمت بتولؑ آتی ہے رونے کے لیے   مجلسِ ماتمِ شبیرؑ جہاں ہوتی ہے
اشک بے ساختہ مومن کے نکل پڑتے ہیں   جب کہ رودادِ شہِؑ دیں کی بیاں ہوتی ہے
کہا زینبؑ نے تو کیوں گر نہیں پڑتا اے چرخ   حلقِ شبیرؑ پہ شمشیر رواں ہوتی ہے
شہؑ کا سر دیکھ کے نیزے پہ یہ کہتے تھے حرم   کیوں قیامت نہیں دنیا میں عیاں ہوتی ہے
بانوؑ کہتی تھی تڑپ کر میں کروں کیا ہے ہے   صاحبو رخصتِ فرزندِ جواں ہوتی ہے
تانہ بھولے شرفِ پنجتنؑ پاک کوئی   ق   پانچ وقت اس لیے دنیا میں اذاں ہوتی ہے
رَن میں وارد ہوئے اکبرؑ تو پکارا لشکر   عقل انسان کی خود رفتہ یہاں ہوتی ہے
واہ کیا نور ہے کیا حُسن ہے کیا جاہ و جلال   مدح اک شمہ نہیں ہم سے بیاں ہوتی ہے
رخ ہے وہ رخ کہ ابھی عکس جو اس کا پڑ جائے   ٹکڑے پوشاکِ قمر مثلِ کتاں ہوتی ہے
لب ہے وہ لعل کہ بیعانہ بدخشاں جس کا   لال اُس لعل کی مدحت میں زباں ہوتی ہے
شمعِ ناوک پہ ہے پروانہ سدا تیر شہاب   کہکشاں چرخ پہ قربان کماں ہوتی ہے
تیغ ہے برق غضب شعلہ فشاں آتشِ قہر   مرگ رہ جاتی ہے جس جا یہ رواں ہوتی ہے
بانوؑ کہتی تھی کہ یاد آتے ہیں جس دم اکبرؑ   پار سینے کی مرے غم کی سناں ہوتی ہے
شہؑ کا سر کٹتا تھا اور کہتی تھی روحِ زہراؑ   تیغ یہ میرے کلیجے پہ رواں ہوتی ہے
ہم کو انجم سے ہے ثابت کہ غمِ مولاؑ میں   آہِ سکّانِ فلک شعلہ فشاں ہوتی ہے
تشنگیِ شہِؑ دیں جب میں رقم کرتا ہوں   خشک ہر حرف پہ خامے کی زباں ہوتی ہے
شور تھا خیمہ میں ہنگامِ وداعِ اکبرؑ   لو جدا قالبِ شبیرؑ سے جاں ہوتی ہے
رتبۂ صبر دکھاتے ہیں جنابِ عابدؑ   چشمِ حیرت سے خلائق نگراں ہوتی ہے
جو مصیبت شہِؑ بے کس پہ ہوئی رَن میں دبیر   کون لکھ سکتا ہے اور کس سے بیاں ہوتی ہے

○

مُجرائی جب کہ خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا   تڑپی بتولؑ ایسی کہ ٹکڑے کفن ہوا
محشر میں مُجرئی کو نہ رنج و محن ہُوا   بہرِ نجات داغِ غمِ پنجتنؑ ہُوا
روزِ ازل ثوابِ شہادت تھا جس قدر   تقسیم درمیانِ حسینؑ و حسنؑ ہُوا
گردن پہ تیغ سینے پہ قاتل زباں پہ شکر   کس شان سے شہید امامِ زمنؑ ہُوا

گرمی کی فصل اور پسر چھوٹے ساتھ — کس وقت میں حسینؑ غریب الوطن ہوا
چہلم کو آکے رَن میں یہ کہتی تھی فاطمہؑ — اب تک حسینؑ کو نہ میسر کفن ہُوا
پانی کا قحط پیاس کی شدت بدن پہ زخم — کیا کیا حسینؑ امام پہ رنج و محن ہُوا
دم ایک سے رُکا تو گلا ایک سے چھلا — سجاد پر یہ یہ صدمۂ طوق و رسن ہُوا
ہر عشرے کو یہ کہتے تھے عابدؑ دمِ زوال — یہ وقت تھا جو خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا
سید غریب بے کس و مظلوم بے دیار — کیا کیا خطاب سِبطِ رسولؐ زمن ہُوا
قربان اُن شہیدوں کی غربت پہ جن کو آہ — کافور خاک دامنِ صحرا کفن ہُوا
وہ بولا مہر بخشو یہ بولی بجل کیا — قاسمؑ میں اور دُلہن میں فقط یہ سخن ہُوا
رہتے تھے پاؤں مُہر نبوت پہ جس کے آہ — گھوڑوں سے پائمال اسی کا بدن ہوا
اٹھارہ سال کا پسرِ نوجواں اُٹھا — برگشتہ کیا حسینؑ سے چرخِ کہن ہوا
بُجز فاطمہؑ نہ تھا کوئی لاشِ حسینؑ پر — بے کس ہوا نہ ایسا کوئی بے وطن ہُوا
کنگنا بندھا تھا ہاتھ میں کبراؑ کے جس جگہ — شادی کی صبح کو وہ مقامِ رسن ہوا
کس ظلم سے کیا تھا قلم باغیوں نے آہ — سر سبز پھر نہ شبرؑ خدا کا چمن ہُوا
جس کا لباس حلّۂ جنت تھا بارہا — قدرت خدا کی دفن وہی بے کفن ہُوا
جنبش جو کربلا کو ہوئی بولے اہل بیتؑ — کیا اے زمین خاتمۂ پنجتنؑ ہُوا
اس روز سے حرام ہے شمشاد پہ خرام — جب سے قتادہ سروِ رسولؐ زمن ہُوا
اہل وطن سے کہتے تھے عابدؑ ہزار حیف — تم سے مرے پدر کا نہ غسل و کفن ہُوا
خالِ رُخِ حسینؑ سے نسبت کہاں اسے — خوشبو ہزار نافۂ مشکِ ختن ہُوا
کیا قہر ہے کہ شمر یہ کہتا تھا فخریہ — خنجر سے میرے خاتمۂ پنجتن ہوا
اکبرؑ تھا وقت مرگ یہ پیاسا کہ باپ سے — پانی ہی مانگا بند نہ جب تک دہن ہُوا
نازک گلا رسن میں سکینہؑ کا جب بندھا — آکر گلے پہ شیرِ خدا بوسہ زن ہُوا
پانی پلا کے پیاسوں کو کہتے تھے اہل بیتؑ — ہے اس کی نذر قتل جو تشنہ دہن ہُوا
گھبرا کے قید خانے میں کہتے تھے اہلِ بیتؑ — افسوس آج زندہ نہ خیبر شکن ہُوا
بھائی کے قتل ہوتے ہی زینبؑ ہوئی اسیر — سوئم ہوا نہ چہلم شاہِ زمن ہُوا

سجادؑ بولے کاش نکل جائے رُک کے دم
ایسا نہ تنگ حلقۂ طوق و رسن ہُوا

اب اے دبیر ایک سلام اور نظم کر
تیرا سخن قبول امامِ زمنؑ ہُوا

○

مُجرائی زیرِ خاک ہر رنج و محن ہُوا
شمعِ رہِ بہشت غمِ پنجتن ہُوا

تسبیح خاکِ پاک جو ہو سرخ کیا عجب
آلودہ اس میں خونِ امامِ زمن ہُوا

سرسبز نخلِ بخششِ اُمت ہوا تب ایک
جب خشک سب رسولِؐ خدا کا چمن ہُوا

اکبرؑ کی لاش لائے تو اصغرؑ کو لے چلے
حضرت پہ دُکھ پہ دکھ تو محن پر محن ہُوا

کیوں شش جہت نہ ہوگئی نابود اس گھڑی
جب دو پہر کو خاتمۂ پنجتن ہُوا

دنیا میں کیوں نہ لعل و زمرد کی قدر ہو
ہے سبز و سرخ رنگِ حسینؑ و حسنؑ ہوا

آلودہ زہر میں تھی وہ شمشیر مومنو
ق
جس سے شگافتہ سرِ خیبر شکن ہُوا

وارث پدر کے ارث کے دونوں پسر ہوئے
بے جان جب وصیِ رسولِؐ زمن ہُوا

حصے میں دی وہ تیغ ازل نے حسینؑ کو
باقی رہا جو زہر نصیبِ حسنؑ ہُوا

ظاہر میں زیرِ تیغ کٹا اک سرِ حسینؑ
گویا ادا حسینؑ سے قرضِ حسنؑ ہُوا

مارا غزالِ چمنِ امامت کو بے خطا
پُر خون اس سے نافۂ مشکِ ختن ہُوا

قاسمؑ نثار ہو کے یہ کہتا تھا یا حسینؑ
گویا ادا غلام سے قرضِ حسن ہُوا

اکبرؑ کو پھل نہ باغ جوانی کا کچھ ملا
اس غم سے میوہ دار نہ سروِ چمن ہُوا

آکر دُلہن نیسوگ بڑھایا مزار پر
مدفون زیرِ خاک جب ابنِ حسنؑ ہُوا

اصغرؑ کے بھی گلے میں شلوکا تھا وقت دفن
نایاب اے فلک یہ جہاں سے کفن ہُوا

آب و طعام بن رہا گو کہ تین دن
پر بند شکرِ حق سے نہ شہؑ کا دہن ہُوا

طِفلی میں ناگوار تھا ہیکل کا جس کو بوجھ
زیور اسی کا حلقۂ طوق و رسن ہُوا

نفریں نہ کی بتولؑ نے اُمت کو گو کہ قتل
محسنؑ ہوا حسینؑ ہوا ،اور حسنؑ ہُوا

لپٹے جو حُر سے شاہ دمِ مرگ بولا حُر
مجھ کو یہ پیار مرہمِ زخمِ بدن ہوا

کہتے تھے شاہؑ خشک ہو اے ؟؟علقمہ
پانی سے تیرے تر نہ ہمارا دہن ہُوا

پانی پہ شہؑ کا فاتحہ ہوتا ہے آج تک
ایسا نہیں جہان میں تشنہ دہن ہوا

شیرانِ دشت کہتے تھے مارا گیا حسینؑ
جس دم نجف میں شیرِؑ خدا نعرہ زن ہوا

آلِ یزید پردے میں بلوے میں اہلِ بیتؑ
کیا تجھ کو انقلاب یہ چرخِ کہن ہوا

دولہا جہاں بنایا تھا مادر نے دات کو
واں روزِ عقد ماتمِ ابنِ حسنؑ ہوا

چالیس سال باپ کا عابدؑ نے غم کیا
گہ نوحہ گر ہوا تو کبھی سینہ زن ہوا

اب بادشاہِ عصر نے چہلم کی بنا
آقا کا وہ چلن تھا یہاں کا چلن ہوا

کیوں کر نہ ہو جہاں میں رواجِ غمِ حسینؑ
شاہِ جہاں محبِّ حسینؑ و حسنؑ ہوا

ہم عمرِ خضرؑ ہووے علیؑ حیدر اے دبیر
مقبول بارگاہِ خدا یہ سخن ہوا

O

دل میں بہارِ داغِ امامِؑ زمن رہی
مجرائیوں کو قبر میں سیرِ چمن رہی

سب منزلوں میں شہؑ کو مدینہ کی یاد تھی
پہنچے کربلا میں نہ حُبِّ وطن رہی

کافی ہوئی نہ چار بزرگوں کو موت آہ
اُمت کو فکرِ خاتمۂ پنجتن رہی

اللہ رے بھائیوں کی محبت کے حشر تک
ماتم میں بھی صدائے حسینؑ و حسنؑ رہی

لبریز پیاس سے یہ ہوا شاہؑ کا دہن
منکر کے واسطے بھی نہ جائے سخن رہی

عابدؑ پکارے حیف بہتر گلے کٹے
گردن مری فقط لیے طوق و رسن رہی

صغریٰؑ کہے گی حشر میں اکبرؑ کو دیکھ کر
بھیاؑ تمہاری منتظر اب تک بہن رہی

ہوتے ہی صبح عقد رنڈاپا گلے پڑا
کل ایک رات نام کو کبریٰؑ دُلہن رہی

قالب میں شہؑ کے تیر تھے بعد از وداعِ روح
سورج غروب ہو گیا باقی کرن رہی

اب تک فغاں ہے مرقدِ عباسؑ سے بلند
افسوس اے سکینہؑ تو تشنہ دہن رہی

صغریٰؑ نیرو کے پوچھا یہ تحقیق ہے پھوپھی
عریاں میں پہ لاشِ امامِؑ زمن رہی

زینبؑ نے سر جھکا کے کہا سچ ہے میری جان
بے گور بھائی اور مقید بہن رہی

شبیرؑ بے جنازہ و بے غسل و بے حنوط
زینبؑ برہنہ سر رہی عریاں بدن رہی

برقع کے بدلے منہ پہ رہے گیسوؤں کے بال
واری گلے میں جائے گریباں رسن رہی

ہو تا ہے شامیانہ کا دستور قبر پر
سو دھوپ شہؑ کے لاش پہ سایہ فگن رہی

ہے ہے نہ پوچھو کیا مرے بھائی کا تھا کفن
دل کو مرے نہ اب ہوسِ پیرہن رہی

جس خاک پر ہوا تھا شہید ابنِ بوترابؑ
چالیس روز تک وہی مٹی کفن رہی

جب تک دیا نہ فاتحہ پانی پہ بھائی کا
زینبؑ بھی قید خانہ میں تشنہ دہن رہی

اصغرؑ کو ماں کے واسطے حوروں کی گود میں
کیا کیا نہ بے کلی لبِ نہرِ لبن رہی

دُلہا کا گھر نہ باپ کا گھر تھا برائے فلک
آخر کہاں یتیم حسنؑ کی دُلہن رہی

باقی ہے نیل گردنِ زینبؑ پہ قبر میں
دنیا میں قید خانہ رہا نے رسن رہی

بہرِ ثواب نظم میں کرتا ہوں اے دبیر
افسوس اب جہاں میں نہ قدرِ سخن رہی

○

پیرو شہِؑ بے سر کا ازل سے جو قلم ہے
اس واسطے مُجرائی سرِ خامہ قلم ہے

ہر بیت میں مضمون نیا زیبِ رقم ہے
مجرائی کلیدِ درِ غیب اپنا قلم ہے

درپیش خزاں جوں گُلِ زہراؑ کی رقم ہے
بلبل کی طرح نوحے میں مجرائی قلم ہے

وصفِ قدِ شبیرؑ کا کیا فیض رقم ہے
مانندِ الف راست سلامی کا قلم ہے

مدحِ شہؑ دیں لکھنے سے کب سیر قلم ہے
خالی صفتِ گرسنہ خامے کا شکم ہے

مُجرائی دریدہ جو گریبانِ قلم ہے
درپیش مگر مرثیۂ شہؑ کی رقم ہے

کیا پاسِ بزرگیِ درِ شاہِ اُمم ہے
مجرائی فلک دور سے تسلیم کو خم ہے

وہ قبلۂ نور ابروے سلطانِؑ اُمم ہے
مُجرائی فلک پر مہِ نو سجدے کو خم ہے

یہ فیض ثنائے قدِ سلطانِؑ اُمم ہے
ہر مصرع سرسبز ہرا سروِ اِرم ہے

مُجرائی یہی موج کی سطروں میں رقم ہے
سقاؤں میں یکتا ہے تُو سقائے حرم ہے

مُجرائی سرِ فتح و ظفر سجدے میں خم ہے
تیغ دو زباں شاہؑ کی محرابِ حرم ہے

موزوں جو ثنائے شرفِ اہلِ حرم ہے
مُجرائی ہر اک بیت مری بیتِ حرم ہے

موسیٰؑ کو ندا آئی کہ نعلین اُتارو
صحرا یہ نہیں مقتلِ سلطانِؑ اُمم ہے

جس طرح سے یہ پانچ نمازیں ہوئیں ہم پر
واجب بہ خدا پنجتنِؑ پاک کا غم ہے

شبیرؑ کے ہے روئے کتابی سے مشابہ
دنیا میں جواز اس لیے قرآں کی قسم ہے

یوں حُر سے مخاطب ہوئے کفار دمِ جنگ
ق شادی ہے تجھے آج و لیکن ہمیں غم ہے

واں فاقہ ہے اور پیاس یہاں میوے ہیں اور نہر
واں ذلت و خواری ہے یہاں جاہ و حشم ہے

مانا کہ ہیں شبیرؑ پیمبرؐ کے نواسے
پر شام کا حاکم بھی نہیں رتبہ میں کم ہے

کی تیغ زباں حُر نے علم اور یہ پکارا
خاموش وگرنہ ابھی سر سب کا قلم ہے

سودا بہ رضا اپنا ہے بازارِ قضا میں
حُبِّ شہِؑ دیں سکّہ ہے دل حُر کا درم ہے

تم کو مرے آقا کے شرف کیا نہیں معلوم؟
کعبے کی قسم قبلۂ اربابِ ہمم ہے

خورشید میں بدرِ فلکِ شمعِ مدینہ
سردارِ عرب ہے وہی سلطانِؑ عجم ہے

کیا حاکم شامی کو ہے شبیرؑ سے نسبت
وہ کفر یہ اسلام وہ دیر اور یہ حرم ہے

وہ ظلم ہے یہ عدل: وہ عِصیاں یہ عبادت
وہ رنج یہ راحت ;وہ ستم ہے یہ کرم ہے

تم کو رہو کیا ؟ دیکھو میرے واسطے و اللہ
یہ حور یہ حُلّہ ہے یہ کوثر یہ ارم ہے

ہاتف نے ندا دی نہ پھرا ہے نہ پھرے گا
اے ناریو حُر عاشقِ سلطانِؑ اُمم ہے

قاسمؑ سے کہا خطِ حسنؑ شاہؑ نے پڑھ کر
وہ اس میں رقم ہے جو مقدر میں رقم ہے

کس وقت حسینؑ آئے ہیں اکبر کے سرہانے
سینے میں تو پھل برچھی کا اور ہونٹوں پہ دم ہے

خواہر سے کہا خواب میں آکر شہِؑ دیں نے
زینبؑ ترے سر کھلنے کا کتنا مجھے غم ہے

عباسؑ کے بازو جو کٹے کہنے لگا شمر
ق اب قید کرو ان کو کہ ہر شانہ قلم ہے

عباسؑ پکارے نہ سمجھنا مجھے بے دست
اِک ہاتھ مرا تیغ ہے اک ہاتھ علم ہے

زہراؑ نے کہا شیر ترائی میں ہے کس کا ؟
دریا سے ندا آئی کہ سقائے حرم ہے

گھبرا کے سکینہ نے کہا پیاس بجھاؤ
عباسؑ تمھیں مالکِ کوثر کی قسم ہے

رو رو کے حرم پیٹ رہے تھے سرو سینہ
محرابِ خمِ تیغ میں سر شاہؑ کا خم ہے

کیا حُسن شہادت کا ہے کیا شانِ عبادت
صف بستہ جماعت کے عوض لشکرِ غم ہے

جز قطرۂ خوں دانۂ تسبیح ہے نایاب
ہم دم دمِ تکبیر فقط تیغ دو دم ہے

پہلو میں ہے سوفار کلیجے میں ہے پیکاں
سینے میں سناں حلق پہ شمشیرِ ستم ہے

لَب شُکر میں سَر سجدے میں دل یادِ خدا میں
رُو جانبِ قبلہ ہے نگہ سوئے حرم ہے

سجادؑ ہیں یوں تیز روِ راہِ رضا واہ — گویا کہ نہ زنجیر ہے پا میں نہ ورم ہے
سجادؑ کے ہمراہیوں کی پوچھو نہ تفصیل — بس بیڑیاں ہیں خار ہیں پاؤں کا ورم ہے
عابدؑ نے کہا کیوں مجھے پہناتے ہو زنجیر؟ — بیمار کی زنجیر تو پاؤں کا ورم ہے
اک جا ہیں پس از مرگ بھی سردار و علم دار — ہر تعزیے کے پاس گواہی کو علم ہے
کہتی تھی مسلمانوں کی بستی میں سکینہؑ — پانی دو ذرا سا کہ مرا ہونٹوں پہ دم ہے
بانو نے کہا باپ کے پہلو کو بسایا — واری گئی اصغرؑ مری الفت تمہیں کم ہے
بیٹے جو چلے رن کو تو زینبؑ یہ پکاری — سر شہؑ پہ فدا کرنا یہ بے سر کی قسم ہے
غل کر کے قیامت ابھی برپا کرے زنجیر — پر ہے یہ ادب بیچ میں عابدؑ کا قدم ہے
سیلی کبھی لگتی ہے کبھی چھنتا ہے گوہر — منھ سرخ طمانچوں سے ہے کانوں پہ ورم ہے
جلاد بھی رویا جو کہا شہؑ نے دمِ ذبح — اے شمرِ لعیں پانی کہ اب ہونٹوں پہ دم ہے
سقّہ بھی موا ہے کوئی پیاسا؟ یہ بتا دے — دریا تجھے سقائے سکینہؑ کی قسم ہے
عباسؑ چلے رن کو تو چلائی سکینہؑ — جلد آنا چچا تو کو مرے سر کی قسم ہے
فرصت نہیں لکھنے کی دبیرؔ آج وگرنہ — مضمون تو کتنے ہی سلاموں کا بہم ہے

○

صغراؑ نے بھی اے ہجرئ غم کھائے ہیں کیا کیا — شبیرؑ وطن میں اسے یاد آئے ہیں کیا کیا
قاسمؑ کی دلہن کہتی تھی رنڈسالا پہن کر — قسمت نے تماشے مجھے دکھلائے ہیں کیا کیا
فارغ ہوئے سجادؑ جو نہی دفنِ پدر سے — آغوش میں لے قبر کو چلائے ہیں کیا کیا
کانٹوں پہ چلے طوق پر اونٹوں کو کھینچا — عابدؑ نے اسیری کے مزے پائے ہیں کیا کیا
زنداں میں سکینہؑ ہوئی بیدار تو بولی — الطاف پدر نے مجھے فرمائے ہیں کیا کیا
فرماتے تھے دکھلا کے مجھے میوۂ جنت — سوغات ترے واسطے ہم لائے ہیں کیا کیا
مقتل میں پیمبرؐ سے یہی کہتی تھی زہراؑ — دیکھو مرے فرزند نے دکھ پائے ہیں کیا کیا
بیٹے موئے بھائی موئے غمخوار ہوئے قتل — شکر اس پہ بھی شبیرؑ بجا لائے ہیں کیا کیا
عابدؑ جو چلے کانٹوں پہ رو رو کہ پکارے — دیکھو کہ ہمیں مرحلے پیش آئے ہیں کیا کیا
رو رو کے حسینؑ ابنِ علیؑ کہتے تھے کیوں چرخ — تو نے مرے گل خاک میں ملائے ہیں کیا کیا

کوثر پہ کہا ساقیِ کوثر سے یہ شہؑ نے
گو پیاس نے صدمے ہمیں دکھلائے ہیں کیا کیا

وہ خشک گلا اور وہ خنجر کا اٹکنا
پوچھو مرے دل سے کہ مزے پائے ہیں کیا کیا

جب لوٹنے کو فوجِ لعیں آئی تو اس وقت
ناموسِ نبیؐ خیمے میں تھرّائے ہیں کیا کیا

جب کوفیوں کو شہؑ نے دکھائے خطِ مُہری
تھے مستعدِ قتل پہ شرمائے ہیں کیا کیا

دیکھا جو سکینہؑ نے علم تعزیے کے پاس
عباسِ دلاور اسے یاد آئے ہیں کیا کیا

لاشِ پسرِ شیرِ خدا بر لبِ دریا
ہر رات کو شیر آن کے چلّائے ہیں کیا کیا

دی فاطمہؑ کی بیٹی کو شیریں نے جو چادر
سجادؑ حزیں اُس گھڑی شرمائے ہیں کیا کیا

رسّی میں بندھا عابدِ بے کس کا جو بازو
تب شیرِ خدا قبر میں تھرّائے ہیں کیا کیا

سرورؑ کو دعا اُمتِ عاصی کی نہ بھولی
ہم ان کو دمِ ذبح بھی یاد آئے ہیں کیا کیا

صغراؑ نے کہا دیکھا کے عابدؑ کی ہتھیلی
پردیس میں دکھ آپ نے بھی پائے ہیں کیا کیا

وہ بولا فقط اونٹ ہی کھینچا نہیں ہم نے
مُردے بھی انہیں ہاتھوں سے دفنائے ہیں کیا کیا

یہ شعر رقم کر کے دبیرؔ جگر افگار
مینھ خانے نے بھی اشکوں کے برسائے ہیں کیا کیا

○

ہوئے جو مُجرئی سلطانِ بحر و بر پیدا
کہا فلک نے زمیں کا ہوا قمر پیدا

سلامی اشک میں ہے تابشِ گہر پیدا
یہ رفتہ رفتہ کیا چشم نے اثر پیدا

چھپا زمین میں ہے ہے مہِ بنی ہاشم
فلک پہ کس لیے ہوتا ہے اَب قمر پیدا

دعائے فاطمہؑ تھی یہ شبِ شہادت کو
الٰہی حشر تلک ہو نہ اب سحر پیدا

حسینؑ کہتے تھے سب راہِ حق میں کٹوا دوں
برنگِ شمع جو کٹ کٹ کے ہوئیں سر پیدا

لگا جو سینۂ اکبرؑ میں نیزہ شہؑ بولے
ہوا تھا واسطے برچھی کے یہ جگر پیدا

ہوا جو شہؑ کے قریں قہرِ حق سے دور ہوا
تمام ہوگئے فطرس کے بال و پر پیدا

بنا بنائے لحد شہؑ کی پیٹتی تھی بتولؑ
صدائے نوحہ رہی رن میں رات بھر پیدا

کہا یہ شہؑ نے لعینوں سے ہے خدا قادر
ق
کیا ہے حضرتِ عیسیٰؑ کو بے پدر پیدا

اسی کی دی ہوئی قدرت یہ ہے کہوں تو ہو
زمین خشک سے کوثر و چشمِ تر پیدا

شہید ہو پسرِ نوجوان جب شہؑ کا
خمیدگی نہ کرے کس طرح کمر پیدا

دکھا کے نیزے کے پھل شہؑ نے یہ نبیؐ سے کہا
ہوئے ہیں نخل جوانی میں کیا ثمر پیدا

چمن کو آب جو اشکِ غمِ حسینؑ سے دو
سوائے لختِ جگر ہوں نہ پھر ثمر پیدا

حسینؑ امام سا بے کس ازل سے آج تلک
ہوا ہے کوئی نہ ہو گا کوئی بشر پیدا

ہوا جو خاتمۂ پنجتن ملک بولے
الٰہی آج ہی دنیا میں کر حشر پیدا

رکھی جو گردنِ عابدؑ پہ تیغ ظالم نے
ق تو سامنے سے ہوئے سیدّ البشر پیدا

کہا نہ کاٹ گلا جانشینِ احمدؐ کا
مقام اپنا جہنم میں تو نہ کر پیدا

پدر کی لاش پہ سجاد یاں تلک پیٹے
ہوا بخار میں بے کس کو دردِ سر پیدا

شبِ شہادتِ شبیرؑ کا نہ منہ دیکھا
ہوئے فلک پہ ستارے نہ رات بھر پیدا

سرِ بتولؑ ہے اب تک کھلا غمِ شہؑ سے
نہ کیوں فلک پہ ہو خورشید ننگے سر پیدا

سرِ حسینؑ سے سجادؑ نے کہا رو رو
کیا ہے راہ کی ایذا نے دردِ سر پیدا

گہے رسن میں گہے طوق میں گہے تپ میں
ہوا ہے بندہ اسی واسطے مگر پیدا

جو دیکھتا قدِ اکبرؑ وہ یہ بیاں کرتا
نشانِ صنعِ الٰہی ہیں سر بسر پیدا

شکستہ گوہرِ دندانِ مصطفیٰ جو ہوا
تو سوزِ غم سے ہوئے سنگ میں شرر پیدا

سکینہؑ کہتی تھی بابا کا خوں بہا مانگوں
اگر جہاں میں ہو کوئی دادگر پیدا

عجب نہیں ہے اگر شہؑ کے سوزِ غم سے دبیر
مرے مزار سے جوں سبزہ ہوں شرر پیدا

○

مُجرئی ہے سوگوارِ ماہِ حیدرؑ چاندنی
اشک ہیں شبنم بُکا کرتی ہے شب بھر چاندنی

مُجرئی فرشِ نجف سے کب ہو ہمسر چاندنی
چاندنی جھاڑوں تو جھڑتی ہے زمیں پر چاندنی

اے فلک اندھیر ہے عابدؑ کا زنداں بے چراغ
اے زمیں کیا قہر ہے دنیا میں گھر گھر چاندنی

تا کمالِ چاردہ معصومؑ روشن سب پہ ہو
چودھویں شب کو رہا کرتی ہے شب بھر چاندنی

حلّۂ نورانیِ فردوس کے مشتاق تھے
دیکھ کر عاشور کی شب کو بہتّر چاندنی

شمر نے چاہا کہ حضرت سے جدا عباسؑ ہوں
یہ نہ سمجھا چاند سے چھوٹے گی کیوں کر چاندنی

جب سفیدی روضۂ شبیرؑ میں ہونے لگی
گرد روضہ کے بھری چونے میں مل کر چاندنی

اتحادِ پنجتنؑ پر مل کے چاروں ہیں گواہ
دھوپ خورشیدِ درخشاں ماہِ انور چاندنی

مال و زر کا کیا بھروسا چاہیے فکرِ مآل
فی المثل ہے چار دن کی اے تونگر چاندنی

ابروے ماہِ بنی ہاشمؑ سے روشن تھا جہاں
بدر سے اس ماہِ نو میں تھی فزوں تر چاندنی

صاف باطن لوثِ دنیا سے بَری دنیا میں ہیں
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی

بارہا لکھا ہے شب کو حسنِ رخسارِ حسینؑ
روشنائی میں مرکب کی ہے اکثر چاندنی

سینۂ پُر داغِ زہراؑ دیکھ لے گر اِک نظر
چاند کے مانند داغی ہو سراسر چاندنی

خاکساروں کا ہراک دھبّے سے دامن پاک ہے
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چاندنی

کشورِ بغضِ علیؑ میں کیوں بسے ہیں تیرہ بخت
یاں نہ اوّل چاندنی ہے اور نہ آخر چاندنی

مہدیِ دیں ہیں نہاں فیضِ ہدایت ہے عیاں
چاند جیسے اَبر میں اَور جلوہ گستر چاندنی

جب کہ زنداں کے اندھیرے سے بہت گھٹتا تھا دم
کہتے تھے بچّے دکھا دو ہم کو دم بھر چاندنی

ہوتے ہی طالع کیا ماہِ جوانی نے غروب
والے قسمت دیکھنے پائے نہ اکبرؑ چاندنی

جب چھٹی کو تارے دیکھے بانوؑ سے بولی قضا
وادیٔ غربت کی اب دیکھیں گے اصغرؑ چاندنی

بے سوا دوں کو نہیں تمیزِ حُسن و قبحِ نظم
جانتا ہے کور سائے کے برابر چاندنی

خاکساروں کا ہراک دھبّے سے دامن پاک ہے
گرد آلودہ نہیں ہوتی زمیں پر چادنی

عرشِ اعظم جن کے گھر کا فرش پا انداز ہے
فرش کی خاطر نہ تھی ان کو میسّر چاندنی

ہر مہینے دشمنانِ دیں سے ہے سرگرمِ جنگ
چرخ پر رکھتی ہے ماہِ نو کا خنجر چاندنی

کھینچتا ہے عاشقوں کے دل کو نورِ کربلا
مرغِ شب آہنگ کی خاطر ہے جوشہپر چاندنی

اے خوشا طالع کہ ہے نامِ حسنؑ سے ہم عدد
کیوں نہ ہو روشن دلوں میں نام آور چاندنی

اشتیاقِ سیرِ جنت دیتی ہے بے شیر کو
قاصدِ نہرِ لبن تھی بہرِ اصغرؑ چاندنی

اصغرِ بے شیرؑ کی تربت پہ رکھنا چاہیے
چاند کا ہے دودھ سے لبریز ساغر چاندنی

احمدؐ مختار ہیں نورِ خدا کے آسماں
حیدرؑ و زہراؑ قمر شبیرؑ و شبرؑ چاندنی

شام سے سامانِ صبحِ قتل کرتے تھے شہید
نور کا تڑکا تھی بہرِ فوجِ سرورؑ چاندنی

پیشِ فرشِ روضۂ شبیرؑ طلعت پر ترے
خندۂ دنداں نما کرتے ہیں اختر چاندنی

روضۂ حضرت کی گلشن میں اگر گلچیں بنے
بھر لے دامن میں گُلِ خورشید انور چاندنی

ظلمتِ زندانِ عابدؑ سے ہے زخمی ان کا دل
ہے نمک پاشِ دلِ احبابِ حیدرؑ چاندنی

ہوگیا تھا خون غم سے خشک رنگت تھی سفید
فرش پر سجادؑ کا تھا جسمِ لاغر چاندنی

روضۂ پُر نورِ مولاؑ میں بچھاتی ہے اگر
مہر کے چشمہ میں دھوائے ماہِ انور چاندنی

گرد خیمے کے طلاے کو چلے عباسؑ جب
روشنی لے کر چلے پیشِ دلاورؑ چاندنی

عکس خورشیدِ جبیں و ماہِ عارض جو پڑا
آسماں پر دھوپ نکلے اور زمیں پر چاندنی

نورتن چھن چھن کے کڑیوں سے زرہ کے تھا عیاں
چار سو چار آئینے سے تھی برابر چاندنی

زیرِ راں شبدیز وہ تھا بال جس کے سنبلہ
زین ماہِ نو عناں جوزا تھی پاکھر چاندنی

اک مہِ داغِ عزا میں کتنے جلوے ہیں دبیر
قبر پر باہر چراغاں اور اندر چاندنی

○

جگرِ چرخ سے جُوں تیر گزر کرتا ہے
نالہ اے مُجرئی پتھر میں اثر کرتا ہے

مہر سے ماہِ علیؑ جب کہ نظر کرتا ہے
ذرّۂ خاک کو اے مُجرئی زر کرتا ہے

مُجرئی دل جو فغاں شام و سحر کرتا ہے
آمدِ ماہِ محرّم کی خبر کرتا ہے

آہِ پُر سوز جو تُو وقتِ سحر کرتا ہے
چرخ اے مُجرئی گُل شمعِ قمر کرتا ہے

جبہ سائی جو درِ شہؑ پہ قمر کرتا ہے
مُجرئی اُس کو فلک افسرِ سر کرتا ہے

پا پیادہ جو گُلِ فاطمہؑ ہے اس غم سے
آبلہ زیرِ قدم چشم کو تر کرتا ہے

گورِ زہراؑ کے پسر کو نہ ملی تا چہلم
اس لیے دشت ہر اِک خاک بسر کرتا ہے

مرگ کہتی ہے کہ غم دل میں کرے گا روزن
گوہرِ بحرِ علی قصدِ سفر کرتا ہے

شاہؑ کہتے تھے اُچھلتا ہے مرا خونِ گلو
تیغ کو شمرِ لعیں تیز مگر کرتا ہے

بولے سجادؑ کہ غش کھا کے جو میں گرتا ہوں
پیار اکثر مجھے زہراؑ کا پسر کرتا ہے

کہا زینبؑ نے کہ کر قتل مجھے تُو پہلے
ذبح شبیرؑ کو اے شمر اگر کرتا ہے

شاہؑ کہتے تھے سکینہؑ سے لپٹ کر شبِ قتل
آخری پیار تمہیں اب یہ پدر کرتا ہے

ہو کے زخمی کہا شہؑ نے کہ جھکوں سجدے میں
پھل جو لگتے ہیں تو خم سر کو شجر کرتا ہے

پوچھا حوروں نے کہ کیوں خلد میں گھبراتی ہو؟
کہا زہراؑ نے کہ شبیرؑ سفر کرتا ہے

روح حمزہؓ کی یہ کہتی تھی کہ سبحان اللہ
جنگ میں سینے کو عباسؑ سپر کرتا ہے

وہ گلا کاٹتا تھا شہؑ کو تاسف یہ تھا
کہ قلم ہائے مسلماں مرا سر کرتا ہے

کہا اصغرؑ نے اشارے سے رکھو ہاتھ اپنا
اب طپش پیاس سے بابا یہ جگر کرتا ہے

شہؑ کے مرقد سے یہ آتی تھی صدا اے عباسؑ
اب بھی بے چین ہمیں دردِ کمر کرتا ہے

ق
پانی مسلمؑ نے جو طوعہ سے لیا آئی صدا
ہاں خبردار کہ ہاتف یہ خبر کرتا ہے

ذبح ہو گا پسرِ فاطمہؑ زہراؑ پیاسا
اپنے لب کس لیے پانی سے تو تر کرتا ہے

کہا زہراؑ نے پیمبرؐ سے کہ تربت سے اٹھو
اب مدینہ سے مرا لال سفر کرتا ہے

طالبِ دادِ مضامیں عقلا سے ہے دبیر
بے خرد سے نہیں دعوائے ہنر کرتا ہے

O

برگشتہ سلامی کا مقدر تو نہیں ہے
پر بے درِ شہؑ دیکھے یہ باور تو نہیں ہے

جنت میں قدم رکھا سکینہؑ نے یہ کہہ کر
اے حوریو یاں شمرِ ستم گر تو نہیں ہے

شہؑ بولے دمِ ذبح کوئی روتا ہے اے شمر
مقتل میں کہیں زینبؑ مضطر تو نہیں ہے

آئی یہ ندا حلق ترا کٹتا ہے واری
بالیں پہ یہ ماں روتی ہے خواہر تو نہیں ہے

لشکر سے کہا عمر نے کاٹو سرِ اکبرؑ
ہم شکلِ پیمبر ہے پیمبر تو نہیں ہے

بانوؑ نے کہا سو رہو بے فرش سکینہؑ
واری گئی زندان ہے یہ گھر تو نہیں ہے

سر کھل گیا کبریٰ کا تو زینبؑ یہ پکاری
پاس آپ کے بی بی کوئی چادر تو نہیں ہے؟

بانوؑ نے کہا باپ کے تم عاشق ہو اکبرؑ
واری تمہیں کچھ الفتِ مادر تو نہیں ہے

کہتے ہو کہ بے شیر کو دیکھو مرے بدلے
اصغرؑ مرا تصویرِ پیمبرؐ تو نہیں ہے

زینبؑ نے کہا سینے پہ سیدؑ کے چڑھا ہے
کیوں شمرِ کلیجہ ترا پتھر تو نہیں ہے

کس طرح گوارا ہو ترا داغِ جوانی
آخر یہ جگر ماں کا ہے پتھر تو نہیں ہے

کہتے تھے شقی بالوں سے منہ ڈھانپ لیں اپنے
ناموسِ نبیؐ لائقِ چادر تو نہیں ہے

فضہ نے کہا جان فقط رکھتے ہیں لے لو
پاس اپنے لعینو زر و زیور تو نہیں ہے

گھر لوٹ کے شبیرؑ کا کہنے لگے ظالم
ایمان کی دولت ہے فقط زر تو نہیں ہے

سردار سے یہ کہہ کے کنارا کیا حُر نے
دریا ہے ترے قبضہ میں کوثر تو نہیں ہے

شہؑ نے کہا بے شیر کو دو پانی لعینو
تکلیف عبادت کی بھی اس پر تو نہیں ہے

بالفرض بقولِ عمر و شمر ستم گر
شبیرؑ گنہ گار ہے اصغرؑ تو نہیں ہے

بے ساختہ لشکر نے کہا آئے جو اکبرؑ
آ کر کوئی دیکھو تو پیمبرؐ تو نہیں ہے؟

زہراؑ نے دیا شیر نبیؐ نے لیے بوسے
ہے ہے یہ گلا قابلِ خنجر تو نہیں ہے

دہشت ہے دبیر اپنے گناہوں سے وگرنہ
دل کو مرے اندیشۂ محشر تو نہیں ہے

O

ہے شاہؑ کے صدقہ سے یہ توقیر ہماری
فردوس ہے اے مُجرئی جاگیر ہماری

حیدرؑ نے دمِ نزع گلے سے جو لگایا
حُر کہتا تھا کیا خوب ہے تقدیر ہماری

عابدؑ نے کہا قید میں گر نیند ہے آتی
کفار ہلا دیتے ہیں زنجیر ہماری

پانی جو طلب شہؑ نے کیا شمر یہ بولا
پیاسی ہے ترے خون کی شمشیر ہماری

نانا سے دمِ نزع کہا سبطِ نبیؐ نے
پوچھو تو ذرا شمر سے تقصیر ہماری

جنت میں کہا شاہؑ نے ہے درد جگر میں
روتی ہے مگر قید میں ہمشیر ہماری

سقائے حرم کہتا تھا کر سینے کو غربال
پر مشک نہ تو چھیدیو اے تیر ہماری

زینبؑ سے کہا شہؑ نے سکینہؑ سے خبردار
ہم مصحفِ ناطق یہ ہے تفسیر ہماری

احمدؐ نے کہا اشبہ اکبرؑ پہ کہ افسوس
اُمت نے مٹا ڈالی یہ تصویر ہماری

شہؑ نے کہا اے دل تو نہ کر یاد وطن کی
اب قبر یہاں ہوتی ہے تعمیر ہماری

کہتے تھے حرم بلوہ ہے اور بال کھلے ہیں
یا شاہِ نجف دیکھیے توقیر ہماری

عابدؑ نے کہا شاد ہے دل اس کو پہن کر
گویا کہ یہ منت کی ہے زنجیر ہماری

شیریں سے کہا خواب میں فرزندِ علیؑ نے ق سر ننگے یہاں آتی ہے ہمشیر ہماری
جا جلد اُڑھا زینبؑ دل خستہ کو چادر دیوے گی دعا مادرِ دلگیر ہماری
ہر مشکل و آفت میں دبیرؔ جگر افگار
امدا کیا کرتے ہیں شبیرؑ ہماری

O

سلامی جب کہ مجھ کو قتلِ سرور یاد آتا ہے
وہ سوکھا حلق وہ بے آب خنجر یاد آتا ہے
کہا زہراؑ نے میری گود میں بے کل ہوئے اصغرؑ
بُلاؤں کیا تمھیں آغوشِ مادر یاد آتا ہے
نہ سونے کا سبب پوچھا جو بانوؑ نے سکینہؑ سے
وہ بولی سینۂ سبطِ پیمبرؐ یاد آتا ہے
زمیں پر بے کفن رن میں پڑے شبیرؑ کہتے تھے
کنارِ فاطمہؑ آغوشِ مادر یاد آتا ہے
کہا بانوؑ نے رونے سے مجھے فرصت ملے کیوں کر
جو اکبرؑ بھول جاتا ہے تو اصغرؑ یاد آتا ہے
کہا شیریں نے شوہر سے سراپنا خاک ڈھانپوں میں
مجھے ہر آن زینبؑ کا کھلا سر یاد آتا ہے
اذاں زین العباؑ جس وقت دیتے رو کے فرماتے
پدر کا نعرۂ اللہ اکبر یاد آتا ہے
یہی فرماتی تھی زینبؑ کہ میں کیوں کر پیوں پانی
مجھے وہ خشک لب بھائی کا اکثر یاد آتا ہے
سکینہؑ سے جو کہتا شمر کیوں روتی ہے تو کہتی
مجھے تیرا طمانچہ اے ستم گر یاد آتا ہے
شہِؑ دیں گور کے مشتاق تھے صحرائے آفت میں
مسافر کو بہت پردیس میں گھر یاد آتا ہے
سکینہؑ ماں سے کہتی تھی نہ کیوں پیچ کھائے دل
جھنڈولے بال یاد آتے ہیں اصغرؑ یاد آتا ہے
ہوئے عابدؑ جو گریاں دیکھ کر حیواں کی قربانی
کہا قصاب نے کیا تم کو سرورؑ یاد آتا ہے
کلیجہ تھام کر سجادؑ نے رو رو یہ فرمایا
گلا شبیرؑ کا ظالم کا خنجر یاد آتا ہے
محرم میں جو طفلِ مومنیں کرتے ہیں سقائی
حرم کہتے ہیں عباسؑ دلاور یاد آتا ہے
کہا بانوؑ نے جب طوق وسلاسل پہنی عابدؑ نے
مجھے اُس دم تری طفلی کا زیور یاد آتا ہے
دبیرؔ اُس وقت کیا اعمال پر میں اپنے روتا ہوں
مجھے جس دم حسابِ روزِ محشر یاد آتا ہے

O

مُجرئی موسمِ عزا آیا ماتمِ شاہِ کربلا آیا
شور تھا وقتِ آمدِ اکبرؑ دیکھو ہم شکلِ مصطفیٰؐ آیا
بولے شامی ہے زلف سورۂ قدر رُخ ہے قرآن نور کا آیا
نزع میں شہؑ سے کہتے تھے نوشاہ زور، اعدا کو میں دکھا آیا
ہو کے رخصت جو شاہؑ سے عباسؑ صفِ روبہ پہ شیر سا آیا
ناریوں کو لبِ فرات تلک سرد کرتا ہوا چلا آیا
کیا قیامت ہے رُو بہ روئے یزید کنبہ زہراؑ کا بے رِدا آیا
جا کے بولا عمر سے ابنِ نمیر شکل احمدؐ کی میں مٹا آیا
لاشِ اکبرؑ پہ کہتی تھی زینبؑ ق کھا کے برچھی تو دلربا آیا
غسلِ میّت کی اب نہیں حاجت خون میں اپنے تو نہا آیا
بولے نانا سے خُلد میں شبیرؑ کلمہ گویوں کو بخشوا آیا
لاشِ شہؑ کہتی تھی شُتربان سے رحم تجھ کو نہ بے حیا آیا
ہاتھ کاٹے جو بعدِ ذبح مرے اے شقی ہاتھ تیرے کیا آیا
جب دکھایا علیؑ نے زور اپنا یاد ہر بندے کو خدا آیا
سب سے زنداں میں کہتے تھے سجادؑ قبر بابا کی میں بنا آیا
بے کفن خاک پر پڑا تھا بدن تن سے سر شاہؑ کا ملا آیا
لپٹی زینبؑ جو لاشِ سرورؑ سے لرزے میں عرشِ کبریا آیا
بارگاہِ خدا میں سرورؑ کا تن جدا آیا سر جدا آیا
یہ خبر دی کسی نے صغراؑ کو لشکرِ شاہِ کربلا آیا
بولی نانی سے لو مبارک ہو بی بی فرزندِ مرتضیٰ آیا
بولی اصغرؑ سے خُلد میں زہراؑ کیا گیا تُو جہاں میں کیا آیا
قافلہ لے کے درمیانِ وطن جبکہ بیمارِ کربلا آیا
پوچھا صغراؑ نے کیا سبب اس کا نہ پدر آئے نے چچا آیا

نھا بھائی مرا تو خیر سے ہے — کیوں نہ گھر میں وہ مہ لقا آیا
بولے سجادؑ لٹ گئے سجادؑ — یک بیک لشکرِ قضا آیا
نہ ستارے رہے نہ شمس و قمر — سب کو میں خاک میں ملا آیا
راہِ حق میں جنابِ حیدرؑ نے — وہ عطا کی کہ ہل اتا آیا
اُمِ سلمٰی کے خواب میں اک شب — ق — یوں شہنشاہِ انبیا آیا
ہاتھ دونوں بھرے تھے خاک سے آہ — دھیان ان کو حسینؑ کا آیا
روکے پوچھا تو مصطفیٰؐ نے کہا — قبر پیارے کی میں بنا آیا
شام سے دشتِ کربلا کے قریں — جبکہ ناموسِ مصطفیٰؐ آیا
آئی عابدؑ کو بوئے خونِ حسینؑ — لب پہ نوحہ یہ برملا آیا
اُونٹ سے اترو اے پھوپھی زینبؑ — مقتلِ شاہِ کربلا آیا

غُل ہو گر کربلا میں جائے دبیر
شاعرِ آلِ مصطفیٰؐ آیا

O

اے مُجرئی شبیرؑ کو کیا یادِ خدا تھی — سر پر تھی قضا اور نماز ان کی ادا تھی
مُجرائی سرِ شہؑ کی یہ نیزے پہ صدا تھی — پوچھو تو کوئی شمر سے کیا میری خطا تھی؟
لاغر ہوئے یاں تک سفرِ شام میں عابدؑ — پُتلی حرکت میں صفتِ قبلہ نما تھی
تنہائی کا غم پیاس کا دُکھ زخموں کی شدّت — شبیرؑ کی اِک جان پر اَفراطِ بَلا تھی
عابدؑ نے کہا گنجِ شہیداں پہ کہ افسوس — بیمار کی قسمت میں نہ یہ خاکِ شفا تھی
قاتل نے کہا شہؑ سے دمِ ذبح کہ مولاؑ — اک بی بی کھلے سر ابھی مشغولِ بُکا تھی
شہؑ بولے کہ سمجھا کے اُسے لے گئے نانا — وہ مادرِ شبیرؑ بتولِ عذرا تھی
کیا قہر ہے تھے آلِ یزید اپنے محل میں — زندان میں ذرّیتِ محبوبِ خدا تھی
سب کہنے لگے دیکھ کے تابوتِ سکینہؑ — واللہ یہی عاشقِ شاہِ شہدا تھی
پہنا تھا کفن دُلہا نے اور ہاتھ سے پُر خوں — نے خلعتِ شاہانہ تھا ہرگز نہ حنا تھی

دولت جسے دے کر شہِ دیں نے کیا آزاد / بانو کو اڑھائی اُسی شیریں نے ردا تھی
زینبؑ نے کہا چھین کے تو لے گیا افسوس / اے شمر مرے سر پہ یہ زہراؑ کی ردا تھی
زینبؑ نے جو صدقہ کیا بیٹوں کو تو غل تھا / زہراؑ بھی یونہی باپ کی اُمت پہ فدا تھی
کس پیار سے شہؑ کہتے تھے سر زانو پہ رکھ کر / سچ تو یہ ہے اے حُر ترے حصے میں وفا تھی
کس طرح سکینہ کو ملا ہوگا کفن آہ / زینبؑ کی نہ چادر تھی نہ عابدؑ کی عبا تھی
ہوتی ہے شفا خاک سے شبیرؑ کی سب کو / زندان میں عابدؑ کو میسّر نہ دوا تھی
شبیرؑ کے سینے پہ چڑھا شمرِ ستم گر / اے چرخ بھلا دیکھ تو یہ کون سی جا تھی
اُمّت کے لیے شاہؑ نے کٹوا دیا گھر کو / کیا رحم تھا کیا فیض تھا کیا جود و عطا تھی
کرتے تھے عدو مدح یہ اکبرؑ کی پس از قتل / ق / کیا جرأتِ لختِ جگرِ شیرِ خدا تھی
کیا حُسن تھا کیا نُور تھا کیا رُعب تھا کیا شان / کیا شکل تھی کیا یا برق تھی کیا جانیے کیا تھی
جلّاد نے کس وقت شہِ دیں کو کیا ذبح / زانو پہ رکھے سر کو بتولِ عذرا تھی
لاش آئی جو قاسمؑ کی تو سر کھول کے پیٹی / ہر چند بہت فاطمہ کبریٰ کو حیا تھی
شہؑ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رُو رُو / اے حُرملہ تقصیر بھلا بچے کی کیا تھی ؟
صغریٰ نے کہا جب کہ ہوئی شہؑ سے جدائی / کیا میرے مرض کے لیے دنیا میں دوا تھی
رویا نہیں آ کر کوئی لاشِ شہدا پر / اک فاطمہؑ اس شہؑ کی مگر اہلِ عزا تھی

ہے عزّ و وقار اپنا دبیرؔ اہلِ عزا میں
تقدیر میں مدّاحیِ شاہِ شہدا تھی

○

نانا نے جس کے مجرئی شق القمر کیا / مثلِ قمر اُسے شفقِ خوں میں تر کیا
ہمراہ شہؑ کے مجرئی جس نے سفر کیا / گھر تو چھٹا پہ فاطمہؑ کے دل میں گھر کیا
قتلِ حسینؑ کی جو خبر نامہ بر نے دی / صغرا کو اس خبر نے بہت بے خبر کیا
کس دل میں الفتِ پسرِ مرتضیٰؑ نہیں / گھر کو لٹا کے شہؑ نے ہر اک دل میں گھر کیا
کہتا تھا شمر میرے کلیجے کو دیکھنا / میں نے بزیرِ تیغ نبیؐ کا جگر کیا
یہ ظلم کیا، ہے ظلم تو یہ ہے کہ خیمے میں / مشکل کشا کی بیٹیوں کو ننگے سر کیا

مارا طمانچہ کان کو چیرا گہر لیا — بے رحم نے سکینہؑ پہ ظلم اس قدر کیا
برسے جو ابر لاکھ برس اب حصول کیا — اُس نے لبِ حسینؑ تو رن میں نہ تر کیا
وقتِ زوال آتے ہی بس آگیا زوال — تاراج باغ فاطمہؑ کا دوپہر کیا
پنجاہ و پنج سال رقیہؑ تری حیات — پر زندگی کو باپ کے غم میں بسر کیا
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن تھا آپ کا — برباد جو لعینوں نے زہراؑ کا گھر کیا
کہتی تھی رو کے وہ کہ مجھے خوب یاد ہے — چوتھا برس تھا جبکہ مجھے بے پدر کیا
پردیس میں فلک نے پیمبرؐ کی آلؑ کو — قیدی کیا اسیر کیا در بدر کیا
بیمار کے قدم پہ ورم تھا فلک بتا — زین العباؑ نے شام کا کیونکر سفر کیا
سیّد تھا بے گناہ تھا مظلوم تھا حسینؑ — اُمت نے اس کے خوں سے نہ مطلق حذر کیا
باچھوں میں دودھ اور گلے میں جھنڈولے بال — اصغرؑ نے یوں ہی عرشِ بریں کا سفر کیا
باندھا رسن سے بازوئے زینبؑ کو شمر نے — کچھ آہ فاطمہؑ کا نہ ظالم نے ڈر کیا
اکبرؑ کے بعد کہتے تھے کفار سے حسینؑ — دیکھو تو تم نے مجھ پہ ستم کس قدر کیا
فرزند کس کا مارا تھا میں نے جو تم نے آہ — اٹھارہ سال کا مرا ٹکڑے پسر کیا
مدت سے آرزو ہے پر افسوس اے دبیر — اب تک نہ ہم نے شاہؑ کے در پر گزر کیا

زندانِ شام میں حرمِ شہؑ نے اے دبیر
نوحہ غمِ حسینؑ سے شام و سحر کیا

O

جس کے مدفن کی در شہؑ پہ بنا ہوتی ہے — خاک اُس حُرئی کی خاکِ شفا ہوتی ہے
حُرؑ نے پوچھا یہ بلائیں مری لیتا ہے کون؟ — شاہؑ بولے مری ماں تجھ پہ فدا ہوتی ہے
کہا قاصد نے یہ صغراؑ سے کیا ترک علاج — واں میسّر نہیں عابدؑ کو دوا ہوتی ہے
اس قدر پیاس سے سوکھا ہے گلا سرورؑ کا — کہ رواں اُس پہ نہیں تیغِ جفا ہوتی ہے
شہؑ نے رو کر یہ دمِ رخصتِ عباسؑ کہا — تم جدا ہوتے نہیں رُوح جدا ہوتی ہے
جب کہ مارے گئے شبیرؑ تو تھا شور کہ اب — ننگے سر آلِ رسولؐ دوسرا ہوتی ہے

سجدہ خنجر کے تلے کر کے یہ کہتے تھے حسینؑ   گو قضا ہے پہ نماز اپنی ادا ہوتی ہے
کہا بانوؑ نے کہ قسمت کی رسائی دیکھو   لاشِ اصغرؑ بھی شریکِ شہدا ہوتی ہے
ماں نے قاسمؑ کی کہا سر کو نہ کٹواؤ تم   دیکھو اے واری یہ پابوس حنا ہوتی ہے
کہتی تھی بیبیاں جس روز سے ہیں زنداں میں   نیند سے ہم نہیں آگاہ کہ کیا ہوتی ہے
شاہؑ کہتے تھے سکینہؑ سے کہ چھوڑو دامن   اب کوئی دم میں گلو گیر قضا ہوتی ہے
کہا صغراؑ نے جو آجائیں مسافر میرے   تپ فرقت سے ابھی مجھ کو شفا ہوتی ہے

ملتجی بہرِ زیارت ہے سدا حق سے دبیر
کب تلک دیکھیے مقبول دعا ہوتی ہے

O

مُجرئی آیا محرم خوں بہایا چاہیے   مرثیہ پڑھ کر محبوں کو رُلایا چاہیے
سرگزشتِ شاہؑ مُجرائی سنایا چاہیے   فاطمہؑ آئی ہے رونے کو رُلایا چاہیے
ہے کفن اپنا کیا زہراؑ نے مرقد میں سیاہ   ہے ردا پوشاک ماتم کی رنگایا چاہیے
اکبرؑ و عباسؑ و قاسمؑ قتل جس دم ہوگئے   شاہؑ نے دل سے کہا اب سر کٹایا چاہیے
ماں یہ کہتی تھی سکینہؑ باندھتی ہے اپنے ہاتھ   اب تو اے قاسمؑ بنے مہندی لگایا چاہیے
مجلسِ شبیرؑ کی دیتی ہیں حوریں جب خبر   فاطمہؑ کہتی ہے اب رونے کو جایا چاہیے
صبحِ عاشورہ یہ فرماتا تھا فرزندِ بتولؑ   سر کٹایا چاہیے اُمت بچایا چاہیے
جب کہ زنداں سے چھٹے عابدؑ تو یہ دل سے کہا   چل کے اَب گورِ غریباں بھی بنایا چاہیے
شمر کہتا تھا کہ پیاسا ذبح کیجے شاہؑ کو   سو رہی ہے قبر میں زہراؑ جگایا چاہیے
بولے شہؑ چہلم تلک لاشیں جلیں گی دھوپ میں   عرض کی انصار نے حضرت کا سایا چاہیے
کہتے تھے ظالم ہوئی ہے دفن زہراؑ رات کو   ننگے سر زینبؑ کو اب دَر دَر پھرایا چاہیے
بولی زہراؑ خُلد میں بے چین ہے میرا حسینؑ   قید خانے سے سکینہؑ کو بلایا چاہیے
لاشِ اصغرؑ کو دکھا کر شہؑ نے بانوؑ سے کہا ق گور میں اس بھولے بھالے کو سلایا چاہیے
جب کہ پہناتی تھیں تم کرتا مچل جاتا تھا یہ   اس کو آہستہ کفن بانوؑ پنہایا چاہیے

عرض کی بالی سکینہؑ نے کہ اے بابا حسینؑ ق دھوم سے تابوت اصغرؑ کا اُٹھایا چاہیے
پہلی منزل ان کو پہنچانے چلوں گی میں غریب اب کوئی صندوق چھوٹا سا منگایا چاہیے
دیکھ کر انبوہ کو کہنے لگی قاسمؑ کی ماں رات کی بیاہی کو اے لوگو چھپایا چاہیے
جاکے فضہ نے کہا زینبؑ سے شہؑ مارے گئے اب رسولؐ اللہ کی مسند بچھایا چاہیے
کہتی تھی سیدانیاں ہنستے ہیں ہم پر مرد وزن یا علیؑ اب قید سے ہم کو چھڑایا چاہیے
شاہؑ بولے حُر پڑا ہے دھوپ میں اے فاطمہؑ آپ کی چادر کا اُس لاشے کو سایا چاہیے
کاٹ کر عباسؑ کے شانوں کو نوفل نے کہا ہاتھ یہ چل کر سکینہؑ کو دکھایا چاہیے
زیرِ خنجر شمر سے رو رو کے کہتے تھے حسینؑ اب تو اے ظالم مجھے پانی پلایا چاہیے
شمر نے بانوؑ کو بتلا کر لعینوں سے کہا اس کے آگے جھولا اصغرؑ کا جھلایا چاہیے
لاشۂ عباسؑ پر رو رو سکینہؑ کہتی تھی اے چچا ہم تم سے روٹھے ہیں منایا چاہیے
بولی زینبؑ ننگے سر ہوں اور پڑی ہوں قید میں ہند کو ہرگز نہ نام اپنا بتایا چاہیے
شہؑ کا سر کہتا تھا ڈرتی ہے سکینہؑ شمر سے اے بہن آغوش میں اس کو چھپایا چاہیے

تیرے مرقد کی قسم یاں سخت عاجز ہے دبیر
یا حسینؑ اب ہند سے اس کو بلایا چاہیے

O

مُجرائی قحطِ آب تھا اور کچھ غذا نہ تھی پَر بے حواس فاقے میں فوجِ خدا نہ تھی
آزار سے گناہ کے ممکن شفا نہ تھی جُز خاکِ پاک مُجرئی اُس کی دوا نہ تھی
حق کی وِلا میں شاہؑ کو فکرِ بلا نہ تھی مُجرائی باغِ خُلد سے کم کربلا نہ تھی
مُجرائی کیا غضب ہے کسی کو حیا نہ تھی بلوے میں سر پہ آلِ نبیؐ کے ردا نہ تھی
پہنے تھے جس نے حُلّۂ فردوس بارہا جُز دھوپ اس کی لاش پہ ہے ہے ردا نہ تھی
صغریٰؑ نے پوچھا سچ ہے پدر بے کفن رہے؟ بولے حرم کہ پاس ہمارے ردا نہ تھی
تعمیر اس لیے کیا کعبہ خلیلؑ نے قابل کوئی ولادتِ حیدرؑ کے جا نہ تھی
لاشے یتیموں کے جو بہائے فرات میں کیا چرخ دو مزاروں کی دنیا میں جا نہ تھی؟

لے کر ردائیں ناریوں نے گھر جلا دیا
بیوؤں کے واسطے کوئی چھپنے کی جا نہ تھی

تشبیہِ اشک ماتمِ شہؑ نے دیا شرف
آگے یہ آبروئے دُرِ بے بہا نہ تھی

سرتاجِ صابراں کا قدم تھا جو بیچ میں
زنجیر کے بھی نالوں میں پیدا صدا نہ تھی

کبریٰؑ پہ خاتمہ ہے حیا کا کہ رات بھر
مانندِ شمع روتی تھی لیکن صدا نہ تھی

دنیا سے زیرِ عرش گئے لے کے قافلہ
ہاں قابلِ شہؑ دوسرا یہ سرا نہ تھی

اللہ رے تازیِ شہِؑ غازی کی جلد نرم
ایک ایک رگ بدن کی اُسے تازیانہ تھی

باطن میں تیرِ حُرملہ تھا اور دلِ حسینؑ
ظاہر میں شیر خوار کی گردن نشانہ تھی

لایا فلک حسینؑ کو واں جس زمین پر
جز اشک و آہ اور کچھ آب و غذا نہ تھی

پانی تو اہلِ بیتؑ پر زنداں میں بند تھا
پر اُس پہ یہ غضب تھا کہ مطلق ہوا نہ تھی

آئے گی حشر میں لبِ سوفار سے صدا
بانوؑ کے بے زبان کی یا رب خطا نہ تھی

پیاسوں سے آکے خواب میں عباسؑ نے کہا
قسمت کا تھا قصور ہماری خطا نہ تھی

عابدؑ پکارے گورِ غریباں بنا کے آہ
بیمارؑ کے نصیب میں خاکِ شفا نہ تھی

کہہ اے فلک قسم ہے تجھے اپنے ظلم کی
عابدؑ کی پشت لائقِ صد تازیانہ تھی

رعشہ ورم بخار غشی ضعفِ دردِ سر
عابدؑ کو اتنے عارضے تھے اور دوا نہ تھی

قربان غربتِ لحدِ ابنِ بُوترابؑ
مظلومیت فقط عوضِ شامیانہ تھی

ق
زنداں میں بیٹی سے کہا زہراؑ نے خواب میں
زینبؑ یہ رسمِ الفت و مہر و وفا نہ تھی

چھوڑ آئی میرے بچّے کو جنگل میں بے کفن
قابل کفن کے لاش مسافر کی کیا نہ تھی؟

زینبؑ نے عرض کی کہ میں کفناتی کس طرح
امّاں خدا گواہ کہ سر پر ردا نہ تھی

نیزے پہ قبلہ رُخ تھا سرِ وارثِ حرم
بہرِ نماز حاجتِ قبلہ نما نہ تھی

بولی سکینہؑ بوند نہ دی میرے عمّو کو
اے نہر تو جہیز میں دادی کی کیا نہ تھی

زنجیر و طوق دیکھ کے سجادؑ نے کہا
کیا اور اس مریض کی خاطر دوا نہ تھی

کیوں شمر تیری فوج میں اک میرے واسطے
خنجر نہ تھا سناں نہ تھی تیغِ جفا نہ تھی

باندھا رسَن سے گردنِ مشکل کشا کو ہائے
حاجت روا کے ساتھ یہ بدعت روا نہ تھی

ہے ہاتھ چوب بید سے کھولے لبِ حسینؑ
بے رحم کو یہ دست درازی روا نہ تھی

آئے حسینؑ لاشۂ اکبرؑ پہ کس گھڑی
ساقط تھی نبض روح بدن سے روا نہ تھی

زینبؑ نے پوچھا سینے پہ سیّد کے جو چڑھا (ق)
کیوں شمر یہ قساوتِ قلبی تھی یا نہ تھی

پھیری چھری جو شہ رگِ حلقِ حسینؑ پر
بتلا وہ بوسہ گاہِ رسولؐ خدا نہ تھی

محسن کا قتل غصبِ فدک قیدِ مرتضیٰ
اس ابتدائے ظلم کی کچھ انتہا نہ تھی

اسرار جنبشِ لبِ شبیرؑ کا کھلا
ہنگامِ ذبح بند زبانِ دعا نہ تھی

یثرب میں آئی خواب میں زینبؑ کے یوں بتولؑ
ماتھا بھرا تھا خون سے سر پر ردا نہ تھی

زینبؑ نے پوچھا کس کے لہو سے جبیں ہے لال؟
تم پر تو آفتِ سفرِ کربلا نہ تھی

رو کر کہا بتولؑ نے تم یاد تو کرو
کس وقت کس جگہ میں شریکِ عزا نہ تھی؟

خیمہ میں جب تڑپتا تھا اصغرؑ بغیرِ شیر
فاقے سے کانپتی تھی سکینہؑ غذا نہ تھی

اکبرؑ پہ تھا جوانی کے عالم میں قحطِ آب
عابدؑ پہ تھی بخار کی شدت دوا نہ تھی

ان حادثوں میں بھولتی ہے ہے حسینؑ کو
زینبؑ میں سخت دل نہ تھی میں بے وفا نہ تھی

روئی تمہارے ساتھ بہتر کی لاش پر
زینبؑ میں کس شہید کی صاحب عزا نہ تھی؟

جھاڑا تھا کس نے بالوں سے صحرائے کربلا
ہے ہے میں کربلا میں شبِ قتل کیا نہ تھی؟

رخصت کہن حسینؑ نے مانگا تھا جس گھڑی
خیمے کے پیچھے رونے کی میرے صدا نہ تھی؟

تھامی تھی تم نے جس گھڑی مظلومؑ کی رکاب
کیا ساتھ ساتھ گھوڑے کے میں ننگے پا نہ تھی؟

جب تم گریں تھیں بھائی کے مردے پہ اونٹ سے
کیا بال کھولے لاش پہ خیر النساءؑ نہ تھی؟

یثرب سے تا بہ ماریہ اَور واں سے تا بہ شام
زینبؑ کہیں حسینؑ سے زہراؑ جدا نہ تھی

زینبؑ نے عرض کی کہ بجا کہتی ہیں جناب
اے والدہ مجھے خبرِ دست و پا نہ تھی

سقائے اہلِ بیتؑ کی آنکھ اور تیرِ ظلم
سچ ہے کہ اہلِ شام کو چشمِ حیا نہ تھی

بے چادری و در بدری فاقہ و عطش
آلِ نبیؐ پہ کون سی ہر دم بلا نہ تھی

لاشے پہ لاشا آتا تھا رَن سے عزیزوں کا
سیدانیوں کو مہلتِ آہ و بکا نہ تھی

زینبؑ نے پوچھا تُو نے جو باندھے رسن میں ہاتھ
اے شمر کیا میں دخترِ مشکل کشا نہ تھی؟

ہیہات اس کو شمر نے پہنائیں بیڑیاں
جس ناتوان کو خبرِ دست و پا نہ تھی

پھر اس زمیں میں فکر کروں گا میں اے دبیر
اس وقت اختیار میں طبعِ رسا نہ تھی

امسال بھی نجف کا ارادہ تھا اے دبیر
پر رہ گئے تڑپ کے کہ قسمت رسا نہ تھی

○

پنجتنؑ گر واردِ بزمِ عزا ہو جائیں گے
دیدۂ تر مُجرئی بحر البکا ہو جائیں گے

جو کہ مدفونِ زمینِ کربلا ہو جائیں گے
خاک ہو کر مُجرئی خاکِ شفا ہو جائیں گے

ماں سے صغریٰؑ کہتی تھی مجھ کو چھپا کر لے چلو
میں منا لوں گی اگر بابا خفا ہو جائیں گے

چھِن گئی چادر تو زینبؑ بولی یہ باور نہ تھا
کلمہ گو نانا کے ایسے بے حیا ہو جائیں گے

شہؑ سے عابدؑ نے شبِ عاشور یہ رو کر کہا ق
کیوں پدر کل ہم اسیرِ اشقیا ہو جائیں گے

شہؑ نے فرمایا کہ ہاں پر غم نہ کھانا میری جاں
کل تمھارے اور مرے رتبے سوا ہو جائیں گے

ہوں گے ہم شاہِ شہیداں مثلِ حمزہؑ بعدِ قتل
آپ بندھوا کر گلا مشکل کُشا ہو جائیں گے

بعد اکبرؑ کے اشارہ ماں سے اصغرؑ کا یہ تھا
ہم بھی اب اُمت کے بچوں پر فدا ہو جائیں گے

بیبیاں لاشے پہ روتی تھیں تو بانوؑ کہتی تھی
صاحبو چپ ہو علی اکبرؑ خفا ہو جائیں گے

شمر کہتا تھا کہا شہؑ نے یہ رو کر وقتِ ذبح
ہائے اب آلِ پیمبرؐ بے ردا ہو جائیں گے

ماں سے قاسمؑ نے کہا عقبیٰ میں ہوں گے سُرخ رُو
رَن میں ہم پامال گر مثلِ حنا ہو جائیں گے

حُر شبِ عاشور روتا تھا خیالِ شاہؑ میں
آج ہم ہیں بے وفا کل باوفا ہو جائیں گے

باندھ کر زلفِ سرِ شہؑ نیزے سے کہتا تھا شمر
اب پریشاں گیسوے خیر النساءؑ ہو جائیں گے

دے کے رخصت رن کی کہتے تھے عزیزوں سے حسینؑ
جاؤ وقتِ عصر ہم تم ایک جا ہو جائیں گے

بولا سقاے حرم چمکا کے برقِ تیغِ تیز
اب لبِ دریا سے ناری سب ہوا ہو جائیں گے

کہہ کے یہ دریا بہایا خون کا مثلِ فرات
غُل پڑا کفار اب غرقِ فنا ہو جائیں گے

لافتیٰ الاّ علی لاسیف الاّ ذوالفقار
اب عیاں اوصافِ شاہِ لافتیٰ ہو جائیں گے

دی ندا شہؑ نے پیمبرؐ کا یہ کلمہ پڑھتے ہیں
بھائی بس بس جانے دو نانا خفا ہو جائیں گے

جا کے بولے جن جو چلنا ہے تو زعفر جلد چل
ظہر تک تو قتل شاہِ کربلا ہو جائیں گے

کہتے تھے حیدرؑ پڑے گا وقت وہ شبیرؑ پر ق
دوست دشمن : آشنا نا آشنا ہو جائیں گے

سارباں بعدِ ازا شہادت کاٹے گا دستِ حسینؑ
کلمہ گو بد خواہِ آلِ مصطفیٰؐ ہو جائیں گے

بولے شہؑ جو جو ہیں خونِ آلِ احمدؐ میں شریک
عرصۂ اک سال میں وہ سب فنا ہو جائیں گے

شہؑ گرے گھوڑے سے تو لپٹی سکینہؑ آن کر ق
بولے شہؑ جاؤ کہ ہم حق پر فدا ہو جائیں گے

وہ پکاری یہ گلے ملنا غنیمت ہے بہت
تیغ جب سر سے ملے گی ہم جدا ہو جائیں گے

بانو چلائی نہ تنہا چھوڑوں گی اصغرؑ کی قبر
ہم بھی پیوندِ زمینِ کربلا ہو جائیں گے

غیب سے آئی ندا بانوؑ تو جا سوئے وطن
ایک باری شب کو یاں شبیرؑ خدا ہو جائیں گے

دفن جو ہوں گے زمینِ کربلا میں اے دبیر
حشر کو سرتاجِ عرشِ کبریا ہو جائیں گے

○

مجرائی کہتی تھی صغریٰؑ یہ دوا لائے کوئی
خاکِ پا میرے مسیحا کی اُٹھا لائے کوئی

بولی ماں دیکھ کے پُر خوں علی اکبرؑ کا جمال
ان کی تصویرِ پیمبرؐ کو دِکھا لائے کوئی

بند پانی جو ہوا شاہؑ نے خیمے میں کہا
لب پہ اپنے نہ بہ جز شکرِ خدا لائے کوئی

کہتی تھی بالی سکینہؑ میں بلائیں لوں گی
ہاتھ عباسؑ کے دریا سے اُٹھا لائے کوئی

جا کے زینب نے مدینہ میں منادی کی یہ
ذکرِ شادی نہ مرے آگے ذرا لائے کوئی

یاد آئیں گے مجھے ہاتھ کٹے قاسمؑ کے
بہرِ حق سامنے میرے نہ حنا لائے کوئی

درِ زنداں پہ کھڑی کہتی تھی بانوؑ بے کس
رن سے لاشا علی اکبرؑ کا اُٹھا لائے کوئی

بولے شہؑ پیاس سے ہے میری زباں میں لکنت
خطِ صغریٰؑ مرے عابدؑ سے پڑھا لائے کوئی

مانگی سوغات جو صغریٰؑ نے تو بولی بانوؑ
بیٹی تحفہ سفرِ مرگ سے کیا لائے کوئی

شمر نے مارا طمانچہ تو سکینہؑ نے کہا
لوگو جا کر مرے بابا کو بلا لائے کوئی

کاٹ کر شہؑ کا گلا تیغ سے ظالم نے کہا
خون یہ پونچھوں گا زینبؑ کی ردا لائے کوئی

آئی مقتل میں جو زہراؑ تو یہ حوروں سے کہا
پاس میرے تنِ شبیر اُٹھا لائے کوئی

لاشۂ شہؑ نے کہا ہاتھ کٹے ہیں میرے
بدلے شبیرؑ کے تسلیم بجا لائے کوئی

عشق ہے دردِ غمِ شاہؑ سے مجھکو یہ دبیر
لوں نہ تا حشر اگر اس کی دوا لائے کوئی

○

مُجرائی شہؑ کی لاش کو یادِ خدا رہی
قبلہ کی سمت صورتِ قبلہ نما رہی

جب تک گلوے شاہؑ پہ تیغِ جفا رہی
کیا بے قرار مُجرائی خیر النساء رہی

یارو تمہیں بھی اشک فشانی ضرور ہے
اس بزم میں بتولؑ ہے آنسو بہا رہی

لپٹی کبھی گلے سے کبھی تیغِ ظلم سے
بیٹا شہید ہو گیا زہراؑ بچی رہی

کہتے تھے شاہؑ خلد میں کیا جی لگے مرا
زین العباؑ کو فوجِ ستم ہے ستا رہی

محشر میں مومنوں سے کہیں گے یہ جبرئیل
آؤ چلو بتولؑ ہے کوثر لٹا رہی

پیاسے موئے تھے شاہؑ نہ لب اس نے ترکیا
پانی بہت سکینہؑ کو شیریں پلا رہی

اللہ رے شوقِ تیر نے جھپکی پلک ذرا
اصغرؑ کو بانو گود میں کتنا سلا رہی

زینبؑ یہ بولی ہند سے کرسی پہ مت بٹھا ق
مقتل میں خاک ہے مری اماں اڑا رہی

دربار میں یزید کے بیٹھی میں خاک پر
زینبؑ کی اب جہان میں توقیر کیا رہی

خنجر رہا نہ شمر رہا پر جہان میں
سبطِ نبیؐ کی تعزیہ داری سدا رہی

رنڈ سالے کو پہن کے دُلہن سب سے کہتی تھی
کیا کیا کرشمے ہیں مجھے قسمت دکھا رہی

زینبؑ نے پوچھا کون اڑاتا ہے رن میں خاک؟
شہؑ بولے میری قبر ہے زہراؑ بنا رہی

کہتا تھا حُر یہ بھائی سے تُو چل تو جلد چل
مجھ کو تو ہے بہشت میں زہراؑ بلا رہی

کہتے تھے شاہؑ پیاس بھی بھولی سکینہؑ بھی
کیا کیا مزے ہے تیغِ شہادت دکھا رہی

جب تک ہوا نہ دفن یتیمِ ابوتراب
کیا زلزلے میں قبرِ رسولؐ خدا رہی

قبروں پہ بے کسوں کی کرے کون روشنی
زہراؑ چراغِ داغِ جگر ہے جلا رہی

پامال ہو کے لاشۂ شبیرؑ نے کہا
اب ظلم کی جہاں میں نہ کچھ انتہا رہی

شہؑ بے کفن جو دفن ہوئے اس خیال میں
زینبؑ رہی جہان میں پر بے رِدا رہی

ننھا گلا سکینہؑ کا جب تک بندھا رہا
بے تاب روحِ حضرتِ مشکل کشاؑ رہی

دیتی تھی لاشِ حضرتِ عباسؑ یہ صدا
ٹھنڈی ہوا ترائی کی ہر دم ہے آ رہی

لیکن ہزار حیف کہ چالیس دن تلک
جلتی زمیں پہ لاشِ شہِ کربلا رہی

کبریٰؑ سے آکے خواب میں قاسمؑ نے یہ کہا
ہم جان سے گزر گئے تم کو حیا رہی

بھائی کا سر دکھاتی ہے دَر دَر پھراتی ہے
زینبؑ کو فوجِ ظلم ہے کیا کیا ستا رہی

اُٹھتے ہیں تعزیے شہِ دیں کے جو اے دبیر
کیا کیا ہر اک مکاں پہ اداسی ہے چھا رہی

○

سلامی ذرّہ نہ دوں آفتاب کے بدلے
نہ لوں میں عرش درِ بوترابؑ کے بدلے

زہے حسینؑ کہ سازند سبحہ از خاکش
ہے خاک ذکر میں گویا جناب کے بدلے

نہ آرزو کوئی باقی تھی شاہؑ کو دمِ ذبح
کہ آبِ تیغ ہی کافی تھا آب کے بدلے

پہ شوقِ ذکرِ خدا تھا سو اب بذکرِ خدا
تراب ہے خلفِ بوترابؑ کے بدلے

ہے قطع فاطمہؑ پہ جامۂ عزاداری
نہ کپڑے بعد رسالتؐ مآب کے بدلے

عرقِ گُل رخِ سرورؑ کا عیدِ عاشورا
شہید عطر تھے ملتے گلاب کے بدلے

جگہ کسی نے بھی قاتل کو دی ہے سینہ پر
یہ خُلقِ شہؑ تھا عدو سے عتاب کے بدلے

چہارمی ہے فلک گنبدِ رواقِ حسینؑ
ظہور شمس کا ہے آفتاب کے بدلے

فلک کا بخل تو دیکھو کہ بہتے دریا پر
حسینؑ امام کو دی پیاس آب کے بدلے

ہوئی جو ماتمِ اکبرؑ میں شہ کی ریش سفید
لگایا خون پسر کا خضاب کے بدلے

وہ ریگِ گرم وہ تپتی ہوئی زمیں وہ دھوپ
یہ فرش شہؑ کو ملا فرشِ خواب کے بدلے

جلائے لشکرِ ناری نے وہ خیامِ حسینؑ
تھے جن میں رشتۂ ایماں طناب کے بدلے

سیاہ پوش حرم اور سرخ پوش حسینؑ
فلک نے رنگ کیے انقلاب کے بدلے

دعا حرم کی یہ پچھلے پہر سے تھی شبِ قتل
عیاں ہو نیّرِ حشر آفتاب کے بدلے

دُلہن سے کہتا تھا بلوے میں یہ سرِ نوشہؑ
چھپالو بالوں سے منہ کو نقاب کے بدلے

یہ آیہ ہے کہ نہ ہوئے قصاص خونِ حسینؑ
جو قتل ہوں ثقلین اُس جناب کے بدلے

کہا امامؑ نے حجت میں ختم کرتا ہوں
لعینوں تیر نہ مارو جواب کے بدلے

یہ کہہ کہ اُٹھتی تھی سوتے سے صبح دم صغریٰؑ
میں دیکھوں باپ کا منہ آفتاب کے بدلے

اُٹھا یہ غُل کہ ہے معراجِ احمدؐ ثانی
چلے جو مرنے کو اکبرؑ جناب کے بدلے

پنھا کے پیرہنِ مصطفیٰؐ کہا ماں نے
بُراق چاہیے اسپِ عقاب کے بدلے

دیا جو قاصدِ صغریٰؑ نے خط تو شہؑ نے کہا
پیامِ مرگ ہے بھائی جواب کے بدلے

کہا حسینؑ نے اکبرؑ کے رخ پہ دیکھ کے خط
خزاں رقم ہے بہارِ شباب کے بدلے

کہا سکینہؑ کے سقّے نے گو نہ آب ملا
پہ آبرو تو ملی ہم کو آب کے بدلے

اُدھر تو لشکرِ اعدا تھا صرفِ مے خواری
اِدھر تھی بادۂ کوثر شراب کے بدلے

قمر صفت تھا فلک سیر ذوالجناحِ حسینؑ
اِدھر اُدھر مہ نو تھے رکاب کے بدلے

جو بے وِلائے ائمہ ہیں صرفِ صوم و صلوٰۃ
عذاب اُن کو ملے گا صواب کے بدلے

شفیعِ روزِ قیامت کے آلؑ اور محبوس
نہ حشر کیوں ہوا اس انقلاب کے بدلے

یہ قید میں تھی شکوہِ سواریِ سجادؑ
سپاہِ غم رُفقائے جناب کے بدلے

عنانِ صبر بکف مرکبِ رضا تہہِ ران
قدم میں بیڑی کا حلقہ رکاب کے بدلے

جو قتل ہوتا تھا پیاسا بہت تڑپتا تھا
یہ صبر شہؑ نے کیا اضطراب کے بدلے

پکاری فاطمہ صغریٰؑ حسینؑ قتل ہوئے
لہو فلک سے جو برسا سحاب کے بدلے

عمر سے حالِ شہیداں جو پوچھا حاکم نے
تو گن کے سر دیے فردِ حساب کے بدلے

سکینہؑ بلوے میں اپنا پھٹا ہوا کُرتا
اُلٹ کے رکھتی تھی منہ پر نقاب کے بدلے

امامِ عرش نشیں گھوڑوں سے ہوا پامال
فلک نہ گر پڑا اس انقلاب کے بدلے

چڑھے جہاد پہ جو صبح غازیانِ مُسن
تو رنگِ عکسِ شفق تھا خضاب کے بدلے

مثال قبلہ نما کو جو دل سے شاہؑ کے دوں
قرار قطب کا ہو اضطراب کے بدلے

لقب رسول کا اُمّی تھا پر بفضلِ خدا
پڑھا تھا علمِ لدُن ہر کتاب کے بدلے

نبیؐ مدینۂ علم اور اس مدینہ میں
کنندۂ درِ خیبر ہے باب کے بدلے

دلِ بتولؑ پر اُنیس سَو اور ایک ہیں داغ
جراحتِ تنِ شہؑ کے حساب کے بدلے

سکینہ باپ سے چھٹ کر نہ ایک دم سوئی
پُر آیا خوابِ اجل اُس کو خواب کے بدلے

نہ کیوں حسینؑ کے روضہ میں ہو دعا مقبول
کہ نصب بابِ اجابت ہے باب کے بدلے

کیا جو حُر کو ہرِ اول امامؑ نے اپنا
تو اُس نے سر دیا نذرِ خطاب کے بدلے

دبیرؔ مجھ کو جو آٹھوں بہشت دے رضواں
نہ لوں میں ایک درِ بوترابؑ کے بدلے

○

بزمِ ماتم میں جو با چشمِ پُر آب آتا ہے
پیشوا لینے کو مجرائی ثواب آتا ہے

کہتی تھی فاطمہؑ شبیرؑ کو کچھ دُکھ پہنچا
آج تربت میں جو مجھ کو نہیں خواب آتا ہے

شاہؑ نے حُر سے کہا روک لے گھوڑے کی عناں
شیرِ حق تھامے ہوئے تیری رکاب آتا ہے

بولی زینبؑ کہ بنا جاتا ہے منہ سے بولو
کہا کبریٰؑ نے اشارے سے حجاب آتا ہے

رات کو کہتی تھی کبریٰؑ کہ کروں کیا نالے
نہ قضا آتی ہے نہ آنکھوں میں خواب آتا ہے

فضہ دیتی تھی سکینہؑ کو دلاسا کہ نہ رو
لے کے عمو ترا مشکیزۂ آب آتا ہے

دیکھ کر چودھویں کا چاند یہ زینبؑ نے کہا
یاد اکبرؑ کا مجھے عہدِ شباب آتا ہے

روزِ عاشور صدا آتی تھی یہ دریا سے
آلِ احمدؐ سے مجھے آج حجاب آتا ہے

کربلا کو جو کوئی جاتا تو کہتے ہیں مَلک
لوٹنے کو یہ دو عالم کا ثواب آتا ہے

حوروں سے کہتا تھا رضواں کہ بہار و جنت
آج جنت میں شہِؑ عرش جناب آتا ہے

حُر نے یہ ساقیِ کوثر سے کہا کوثر پر
مرے مولاؑ کو میسر نہیں آب آتا ہے

دیکھ کر زخمِ تنِ شہؑ پہ کہا زہراؑ نے
اتنے زخموں کا نہیں مجکو حساب آتا ہے

کہا کبریٰؑ نے نہیں بولتے ہم سے زنہار
خواب میں بھی مرے دولہا کو حجاب آتا ہے

یا حسینؑ ابن علیؑ آپ کے روضے پہ دبیر
یاد فرماؤ اگر ہم تو شتاب آتا ہے

○

جس گھڑی گرمیِ بازار قیامت ہوگی
خلد اے مُجرئی ہر اشک کی قیمت ہوگی

مُجرئی شہؑ کی جو میداں میں شہادت ہو گی
کیسی ناموسِ پیمبرؐ پہ مصیبت ہو گی

غمِ شبیرؑ سے محشر میں شفاعت ہو گی
مُجرئی وہ تو کلیدِ درِ جنت ہو گی

بولے شہؑ مُجرئی گر میری شہادت ہو گی
عاصیوں کی تو قیامت میں شفاعت ہو گی

مُجرئی کہتے تھے شہؑ ہم پہ وہ آفت ہو گی
جو کوئی اس کو سنے گا اسے رقت ہو گی

حُر نے یہ دل میں کہا شہؑ کو اگر قتل کیا
حشر میں تجکو پیمبر سے ندامت ہو گی

کہا عباسؑ نے مت تیر لگاؤ یارو
ورنہ برباد یہ ساری مری محنت ہوگی

کہا اعدا تو دو مشک ہمیں تب یہ کہا
مشک دوں گا تو امانت میں خیانت ہوگی

کہا عابدؑ نے جو میں طوقِ گراں پہنوں گا
مجھ میں واللہ کہ اٹھنے کی نہ طاقت ہوگی

تیغ عباسؑ نے کھینچی تو عمر کہنے لگا
اب عیاں حیدرِ صفدرؑ کی شجاعت ہوگی

بولی بیٹوں سے یہ زینبؑ کو جو نہ تم قتل ہوئے
مجھ کو زہراؑ و پیمبرؐ سے خجالت ہوگی

تب قیامت میں عجب ہوگی قیامت برپا
داد خواہ آ کے جو خاتونِ قیامت ہوگی

پیارا اکبرؑ کو جو شہؑ کرتے وہ یہ کہتا تھا
ہم جو مر جائیں گے کیا آپ کی کیا حالت ہوگی

لاشِ شبیرؑ سے عابدؑ نے کہا مقتل میں
میں نہ سمجھا تھا کہ یہ مجھ پہ مصیبت ہوگی

بیڑیاں پا میں پڑیں طوقِ گراں گردن میں
اور ابھی راہ کی بھی مجھ پہ مشقت ہوگی

حشر تک نام رہے گا رفقا کہتے تھے
ہم کو دولت یہ شہادت کی بدولت ہوگی

شہؑ نے زینبؑ سے کہا دیکھ لو جی بھر کے مجھے
یہ ملاقات ہماری بہ قیامت ہوگی

ایک شب کی یہ ملاقات غنیمت سمجھو
صبح میدانِ شہادت میں شہادت ہوگی

دیکھ سر زانوئے سرورؑ پہ یہ حُر کہنے لگا
مجھ کو معلوم نہ تھا یہ مری قسمت ہوگی

جا کے کوثر پہ کہا شاہؑ نے یہ کوثر سے
آبِ خنجر سے فزوں تجھ میں نہ لذت ہوگی

دیکھ اکبرؑ کو لڑکپن میں یہ کہتے تھے حسینؑ
ہائے اٹھارویں سال آپ کی رحلت ہوگی

قتل کی اپنے خوشی تھی پہ یہ غم تھا شہؑ کو
دوزخی ہائے مرے نانا کی امت ہوگی

دیکھ کر فاطمہؑ کو خواب میں سر کھولے ہوئے
پوچھا زینبؑ نے کہ کیا صبحِ قیامت ہوگی

کہا زہراؑ نے کہ زینبؑ تجھے معلوم نہیں
کل ترے بھائی کی میداں میں شہادت ہوگی

سجدۂ شکرِ خدا کر کے تہِ تیغ حسینؑ
بولے اب نیزے پہ قرآں کی تلاوت ہوگی

شہؑ کو زینبؑ نے دیا جامہ تو بیٹوں نے کہا
ہم کو بھی آخری پوشاک عنایت ہوگی

ہند سے کہتی تھی زینبؑ مجھے چادر نہ اڑھا
بے کفن مردہ ہے شہ کا مجھے خجلت ہوگی

بانو کہتی تھی کہ تم تو گئے مارے اکبرؑ
اب مدینہ میں کہو کس کی زیارت ہوگی

مرگ کہتی تھی کہ تیغوں کو نہ بے آب رکھو
آج اے اہلِ ستم پیاسوں کی دعوت ہوگی

نیزے والے سے یہ عباسؑ کا سر کہتا تھا
جا سکینہؑ کے نہ آگے مجھے خجلت ہوگی

ننگے سر کہتی تھی بانوؑ نہ وطن چھوڑتی میں
گر سمجھتی کہ یہ پردیس میں ذلت ہو گی

شمر سے شہؑ نے کہا چڑھ نہ مرے سینے پر
سینہ مجروح ہے زخموں میں اذیت ہو گی

جب کہ پیدا ہوئے اصغرؑ تو کہا بانوؑ نے
اب مرے گھر میں علیؑ کی بھی زیارت ہو گی

موج زن چشمۂ کوثر جو ہوا بولے علیؑ
میرے شبیرؑ پہ اب پیاس کی شدت ہو گی

سینے کے زخم پہ ہاتھ اس لیے اکبرؑ نے رکھا
یعنی دیکھیں گے جو بابا انھیں رقت ہو گی

جب سکینہؑ کو لگی پیاس تو بولے عباسؑ
اب عنایت ہمیں سقائی کی خدمت ہو گی

کٹ کے بولا سرِ شہؑ دیکھ مدینہ کی طرف
اب تو یا ختمِ رسلؐ بخششِ امت ہو گی

شہؑ نے فرمایا یہاں بند ہے دانہ پانی
باغِ فردوس میں اے حُر تری دعوت ہو گی

تیغ جب شاہؑ نے کھینچی تو فرشتوں نے کہا
اب عیاں فاطمہؑ کے شیر کی طاقت ہو گی

بارہ رگڑوں میں گلا شمر نے شہؑ کا کاٹا
کسی جلاد میں ایسی نہ شقاوت ہوگی

لاشا شبیرؑ کا بے گور ہے کہتی تھی زمین
کیا نبیؐ سے مجھے محشر میں خجالت ہوگی

شہؑ کے لاشے نے کہا مجھ کو نہ پامال کرو
ورنہ شق حیدرِؑ کرار کی تربت ہوگی

آئیں گے جب صفِ محشر میں حسینؑ ابنِ علیؑ
گود میں اصغرِؑ معصوم کی میت ہوگی

شکر صد شکر ترے نامۂ عصیاں پہ دبیرؔ
صدقۂ فاطمہؑ سے مُہرِ شفاعت ہوگی

خوفِ محشر نہیں دل میں مرے زنہار دبیر
ہے یقیں شاہؑ کے صدقے سے شفاعت ہوگی

کس طرح حشر میں ہوئے گی نجات اُس کی دبیرؔ
جس شقی کو شہِؑ مرداں سے عداوت ہوگی

○

حشر میں جوہریِ اشک عزادار ملے
مُجرئی مول میں قصرِ دُرِ شہوار ملے

شیرِ خاتونِؑ قیامت کی جسے دھار ملے
مُجرئی قہر ہے اس حلق سے تلوار ملے

یوں تو ایک ایک سے رخصت ہوئے مل مل کے حسینؑ
پر سکینہؑ کے گلے رو کے کئی بار ملے

دی جگہ آبلوں میں تا نہ خلش غیر کو ہو
پائے سجادؑ کو رستے میں جہاں خار ملے

سرِ شہؑ دیکھا چھڑی ہونٹوں کے اوپر دیکھی
رنجِ زینبؑ کو نہ کیا کیا سرِ دربار ملے

متفق حُبِّ علیؑ پر ہوں جو سب اہلِ جہاں
ایک بھی پھر نہ قیامت میں گنہ گار ملے

حشر میں نذرِ غمِ شاہؑ کا بدلا ہوا خواب
جس نے یاں اشک دیے واں دُرِ شہوار ملے

شاہؑ کہتے تھے کہ سقائے حرم سیفِ خدا
تم کو کیا کیا لقب اے بھائی علمدارؑ ملے

بولے سجادؑ سپاہِ پسرِ حیدرؑ کو ق
جام کوثر کے ملے خلد کے گلزار ملے

شکوہ لازم نہیں مقسوم یہ اپنا اپنا
بیڑیاں ہم کو ملیں طوق ملا خار ملے

کان مجروح ہوے اور طمانچے کھائے
غم سکینہؑ کو یہ بعدازشہؑ ابرار ملے

دردِ سر فاقہ کشی بے پدری دربدری
ہائے پردیس میں عابدؑ کو یہ آزار ملے

بانو کہتی تھی ترا فاتحہ دلواؤں گی
دودھ کے کوزے گر اے اصغرِ دلدار ملے

آسماں رُوئے زمیں پر جو ابد تک ڈھونڈے
کوئی شبیرؑ سا مظلوم نہ زنہار ملے

سرِ شبیرؑ سے کوفے میں یہ آتی تھی صدا
پیار کر لوں جو کہیں مسلمِؑ غم خوار ملے

ہند آئی محل جو سے سرِ دربارِ یزید
اک سن میں کئی سادات گرفتار ملے

اب تلک خاک اُڑاتی ہے وہاں آکے بتولؑ
ہیں جہاں خاک میں شبیرؑ کے گلزار ملے

کیوں نہ گل چاک گریباں ہوں زمیں سے پیدا
خاک میں فاطمہؑ زہرا کا جو گلزار ملے

بدھیاں زخموں کی پہنے تھے جوانانِ حسینؑ
بیاہ میں قاسمِؑ نوشاہ کے یہی ہار ملے

شہدا کہتے تھے قربانِ حسینؑ و عباسؑ
ایسے کس فوج کو سردار و علمدار ملے

باپ کے سوگ میں سجادؑ سدا زینبؑ کو
کبھی بے ہوش ملے اور کبھی ہشیار ملے

شام تک راہ میں عابدؑ کو تمنا یہ رہی
دم میں لے لوں جو کہیں سایۂ دیوار ملے

رَن میں بازارِ شہادت جو قضا نے کھولا
سر بکف جنسِ شہادت کے خریدار ملے

دونوں فوجوں کو جو تقدیر نے دیکھا دمِ جنگ
شہدا نور ملے اہلِ جفا نار ملے

کیوں فلک خیمہ سے گھبرا کے جو نکلی زینبؑ
حلق پر شہؑ کے رواں خنجرِ خونخوار ملے

اب تلک تربتِ صغریٰؑ سے فغاں ہے یہ بلند
ایسے بچھڑے کہ نہ پھر سیدِ ابرار ملے

شہؑ سے صغریٰؑ نے کہا یہ دمِ تسلیم وداع ق
جیتے جی خاک میں اے کاش یہ بیمار ملے

لونڈیوں کو بھی لیا قبلۂ حاجات نے ساتھ
اک ہمیں دردِ جدائی کے سزاوار ملے

لاشِ اکبرؑ پہ یہ چلاتے تھے جھک جھک کے حسینؑ
ہو نہ بینائی تو کیا لذت دیدار ملے

لائے اصغرؑ کو جو مولاؑ تو گلا چومنے کو
تیر کھولے ہوئے رن میں لبِ سوفار ملے

وصلِ معبود ہم آغوشیِ زہراؑ و رسولؐ
کیا مرے شہؑ کو تہِ خنجرِ خوں خوار ملے

حُر جدا ہو کے عمر سے جو چلا سُوئے حسینؑ
ق
پشت پر بہرِ مدد حیدرِ کرار ملے

فوجِ اسلام میں آیا تو پکارا ہاتف
ہو سروکار جو حق سے تو یہ سرکار ملے

بیٹا اٹھارہ برس کا کا جو چھٹا بولے حسینؑ
جلد اب میرے بھی حلقوم سے تلوار ملے

پاؤں عابدؑ کے جو منزل پہ حرم نے دیکھے
ایک اک آبلہ میں آہ کئی خار ملے

حالِ صغریٰؑ نے جو پوچھا تو یہ زینبؑ نے کہا
دکھ پہ دکھ غم پہ غم آزار پہ آزار ملے

دی دعا ماں نے یہ عباسؑ کو ہنگامِ سفر
جا تجھے مرتبۂ جعفرِ طیار ملے

○

سلامی شاہؑ کے غم میں جو اشک بار ہوئے
گہر سے بھی گہرِ اشک آبدار ہوئے

سلامی قتل جونہی شاہِ نامدار ہوئے
رسولؐ روضۂ رضواں میں اشک بار ہوئے

اِدھر تو مُجرئی شبیرؑ پر نثار ہوئے
اُدھر بہشت میں حوروں سے ہم کنار ہوئے

سلامی خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے
ابوترابؑ کے مرقد پہ یوں نثار ہوئے

کہا یہ بیٹوں سے زینبؑ نے میں نہ بخشوں گی دودھ
جو میرے بھائی پہ رن میں نہ تم نثار ہوئے

علیؑ کی تیغِ دوسر سے عدو جو چار ہوئے
یہ ایک وصف تھا اس میں کہ دو کے چار ہوئے

خوشا وہ لوگ کہ جا کر بلا کے صحرا میں
تن اُن کے خاک ہوئے خاک سے غبار ہوئے

عزیز و سنگ دلیِ شِمر کی حسینؑ کا صبر
یہ دونوں واقعے دنیا میں یادگار ہوئے

جلو میں بے کسی و غم رکاب تھامے اجل
عجب شکوہ سے مرکب پہ شہؑ سوار ہوئے

حسینؑ امام کے تن پر لگے تھے جتنے تیر
وہ سارے تیر نبیؐ کے جگر کے پار ہوئے

کہاں گروہِ یزید اور کہاں رفیقِ امام
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رستگار ہوئے

قسم جوانیِ اکبرؑ کی تجھ کو پیرِ فلک
شہید بھی کہیں اصغرؑ سے شیر خوار ہوئے

ہزار و نُہ صد و پنجاہ و یک جراحت تھے
خدا کی راہ میں شبیرؑ جب نثار ہوئے

یہی ہے لشکرِ شبیرؑ و فوجِ شام میں فرق
وہ اہلِ نار ہوئے اور یہ رستگار ہوئے

کی ہتھکڑی نے تو عابدؑ کے ہاتھ میں بیعت　　قدم قدم پہ قدم بوس آ کے خار ہوئے
لبِ فرات عجب بے کسی و غربت سے　　شہید مسلمِ بے کس کے گُل عذار ہوئے
نہ ہوگا بھائی کا بھائی سے بعدِ مرگ یہ پیار　　بہے جو نہر میں لاشے تو ہم کِنار ہوئے
جہاں میں ہے کوئی دولہا سُنا بجز قاسمؑ　　کہ جس بنے کو جراحت گلے کے ہار ہوئے
نہ آتے خانۂ زنداں میں شاہِ جنت سے　　مگر سکینہؑ کی فرقت سے بے قرار ہوئے
خطاب جس کا ہے قرآں میں عروۃ الوثقا　　اسیرِ طوق و رسن اُس کے رشتہ دار ہوئے
عجیب اُنس شہیدوں میں تھا کہ بعدِ فنا　　رہے بھی پاس ہی اور ایک جا مزار ہوئے
ہوئے جو عون و محمدؑ شہید بولے عدو　　تھے نامور کے پسر دونوں نامدار ہوئے
کہا یہ شہؑ نے الٰہی تو آج کیجو خیر　　بہن کے بیٹے جو مشغولِ کارزار ہوئے
گیا جو خلد میں اصغرؑ قریب محسنؑ کے　　وہ دیکھ حلق چھدا خوب اَشک بار ہوئے
کہا امامؑ نے گر قتل ہم ہوئے تو کیا　　ہزار شکر کہ ناجی گناہ گار ہوئے
تصورِ شہِؑ دیں میں یہ کہتی تھی صغریٰؑ　　کہ بعد آپ کے دُکھ مجھ پہ بے شمار ہوئے
یہ دفعتاً مجھے آ گھیرا لشکرِ غم نے　　قرار و ہوش بھی جس سے مرے فرار ہوئے
کہا امامؑ نے عابدؑ سے صبر لازم ہے　　کہ تم ہی وارثِ احمدؐ کے ورثہ دار ہوئے
ملے جو خُلد میں زہراؑ سے شاہِ دیں جا کر　ق　تو پہلوؤں میں دل ان کے بھی بے قرار ہوئے
بتولؑ دیکھ امامِ زمنؑ کو رونے لگی　　امامؑ دیکھ کے زہراؑ کو اشک بار ہوئے
کھلے جو زخم شہیدوں کے مثلِ باغِ جناں　　خزاں کے بعد وہ گُل غیرتِ بہار ہوئے
زہے سخاوتِ عابدؑ برہنہ پائی میں　　تمام آبلۂ پا لبابِ خار ہوئے
مبادہ رات سے دن تھا سیاہ پیشِ نگاہ　　حرم پہ یہ ستمِ اہلِ روز گار ہوئے
وطن کو خود نہ پھرے سر پھرا دیار دیار　　حسینؑ امام عجب وقت بے دیار ہوئے
کہیں سُنی ہے یہ جنگ اِس طرف سے نکلا ایک　　ادھر سے آ کے مقابل کئی ہزار ہوئے
گرا جو گھوڑے سے قاسمؑ تو شہؑ نے فرمایا　　ہزار حیف کہ بھائی سے شرم سار ہوئے
عجب خوشی سے ہوئے قتل پیاسے شہؑ کے رفیق　　نہ اشک بار ہوئے اور نہ بے قرار ہوئے
ہر ایک دانۂ تسبیحِ کربلا ہے گواہ　　کہ بوترابؑ کے سب لال خاک سار ہوئے

نگینے لعل و زمرد کے مہر پشت نے پائے	نواسے دوشِ پیمبرؐ پہ جب سوار ہوئے
وطن میں آئی جو زینبؑ تو بولے عبداللہ	ق	کہ ہم جنابِ پیمبرؐ سے شرم سار ہوئے
دیا جواب یہ زینبؑ نے تم نہ ہو محجوب	تمہارے بیٹے تو شبیرؑ پر نثار ہوئے
جبیں سجدے میں گردن پہ تیغ لب پر شکر	خدا کی راہ میں شبیرؑ یوں نثار ہوئے
نثارِ بزم نشینانِ سیّدالشہداؑ	ق	ذبیح راہِ خدا کے یہ سوگوار ہوئے
بڑھایا نقطۂ اشکِ عزا نے رتبۂ چشم	کہ عین پر جو دیا نقطہ تو ہزار ہوئے

کہیں وہ دن ہو کہ مژدہ سُنے یہ سب سے دبیر
چلو کہ مہدیِ دیں آج آشکار ہوئے

O

ہو مُجرئی نہ خواہشِ اکسیر و زر مجھے	لے جائے بخت گر درِ شبیرؑ پر مجھے
کہتی تھی بانوؑ خشک ہو ہاتھ اُس کا اے خدا	دستِ ستم سے جس نے کیا ننگے سر مجھے
پوچھا جو نام ہند کی بیٹی نے اُس کا ہائے	بولی سکینہؑ کہتے ہیں سب بے پدر مجھے
حلقِ حسینؑ شمر سے کرتا تھا یہ گلہ	ہنگام ذبح بھی نہ کیا تو نے تر مجھے
صغراؑ نے عرض کی کہ نہ ویراں کرو وطن	شہؑ بولے کر بلا میں بنانا ہے گھر مجھے
کہتے تھے شاہ لاشۂ عباسؑ پر یہی	سونے نہ دے گا قبر میں دردِ کمر مجھے
طفلی میں بھی حسینؑ یہ نانا سے کہتے تھے	اُمت سے آپ کی نہیں پیارا ہے سر مجھے
شمرِ لعیں سے شہؑ نے کہا سینے سے اُتر	آئے گلے لگانے کو خیرالبشرؐ مجھے
ہچکی جو آئی بولی سکینہؑ کو مرتے دم	بولی کہ یاد کرتے ہیں شاید پدر مجھے
کرتا تھا ذبح شاہؑ کو اور کہتا تھا یہ شمر	زہراؑ کی آہ سے نہیں زنہار ڈر مجھے
بولے نبیؐ بہشت میں آئے حسینؑ جب	کیا تیری صابری نے کیا خوش پسر مجھے
زینبؑ یہ بولی شمر سے میری ردا نہ لے	ق	کرتے ہیں پیار حضرتِ خیرالبشرؐ مجھے
فریاد روزِ حشر کروں گی نبیؐ سے میں	حضرت کے کلمہ گو نے کیا ننگے سر مجھے
صغراؑ یہ کہتی تھی کہ عجب کیا جو دوں جواب	بابا پکاریں قبر پر آکر اگر مجھے

بانوؑ یہ بولی کیوں نہ کلیجے میں درد ہو اکبرؑ کی یاد رہتی ہے آٹھوں پہر مجھے
صغرؑا نسیمِ صبح سے بولی کہ ٹھہر جا کیا خوب تجھ سے آتی ہے بوئے پدر مجھے
ترکِ وطن کا قصد مصمّم ہے اے دبیر
دیکھوں نصیب لے کے چلے ہے کدھر مجھے

O

اے مُجرئی بتولؑ عزائے پسر میں ہے رونے کا شور مرقدِ خیرالبشرؐ میں ہے
کہتے تھے شہؑ نہ ہو کسی دشمن کو بھی نصیب اکبرؑ کا جیسا داغ ہمارے جگر میں ہے
عبّاسؑ کو یہ رنج تھا بعد از فنا کہ ہائے مرنے سے میرے درد اخی کی کمر میں ہے
جھولے کو دیکھ دیکھ کے صغرؑا یہ کہتی تھی یادش بخیر اصغرِؑ ناداں سفر میں ہے
الفت یہ ہے کہ سنگ سرِ شاہؑ پر لگا اور درد اُس کا زینبؑ مضطر کے سر میں ہے
کہتی تھی بانوؑ جب سے کہ اکبرؑ ہوئے ہیں قتل اک آگ سی دہک رہی میرے جگر میں ہے
کہتے تھے شہؑ سکینہؑ کے سقّے کی لاش پر تھاموتم اٹھ کے درد ہماری کمر میں ہے
دل اہلِ دیں کا سرد ہے آبِ حیات سے لہرا رہا جو چشمۂ کوثر نظر میں ہے
صغرؑا یہ بولی غش مجھے آتے ہیں نانی جان کس کے لہو کی بُو یہ نسیمِ سحر میں ہے
بولی سکینہؑ شمر سے کیوں کر نہ روؤں میں ق کس کس کا داغ میرے دلِ نوحہ گر میں ہے
دیتا ہے گر سزا مجھے رونے کی دے یہ دیکھ طاقت طمانچے کھانے کی مجھ بے پدر میں ہے
گردش میں نوکِ نیزہ کی واں ہے سرِ حسینؑ اور درد یاں مدینہ میں صغرؑا کے سر میں ہے
سجادؑ بولے نایبِ ختمِ رُسلؐ ہوں میں باندھے رسن یہ بازوے خیرالبشرؐ میں ہے
زینبؑ قریبِ شہر جو پہنچی تو بولا شمر مسلمؑ کا لاشہ دیکھ لو کوفے کے در میں ہے
کہتے تھے شاہؑ ایسا ہی گر قحطِ آب ہے ستر دو تن کا خاتمہ اک دوپہر میں ہے
صغرؑا نے بی بیوں سے کہا شہؑ کا خوں ہوا بے وجہ اشکِ سرخ نہیں چشمِ تر میں ہے
اصغرؑ کی خیر ہووے کہ دیکھا ہے خواب میں ننھی سی ایک لاش کنارِ پدر میں ہے
روتا تھا سر حسینؑ کا عابدؑ کے حال پر کانٹا پڑا ہوا جو ہر اِک رہ گزر میں ہے
جو منکرِ عزائے شہِؑ دیں ہے اے دبیر
اُس کا مقام حشر کو بے شک سقر میں ہے

○

اُس کو مُجرا کہ جو بے کس بھی ہے دلگیر بھی ہے
قیدیٔ ظلم بھی ہے بستۂ زنجیر بھی ہے

مُجرئی آہِ سحر نالۂ شب گیر بھی ہے
غمِ شبّرؑ بھی ہے مجکو غمِ شبیرؑ بھی ہے

شمر زینبؑ سے یہ کہتا تھا پئے قتلِ حسینؑ
قہرِ جلّاد بھی ہے خنجر و شمشیر بھی ہے

شہؑ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبرؑ کو کرو
نوجواں بھی ہے یہ اور لائقِ توقیر بھی ہے

سر کھلے کہتی تھی زینبؑ کہ ہمارے سر پر
دستِ زہراؑ بھی ہے اور چادرِ تطہیر بھی ہے

کہا عابدؑ نے گلے کوئی نہیں لپٹاتا
پاؤں پڑنے کو تو کانٹا بھی ہے زنجیر بھی ہے

شمر سے کہتی تھی زینبؑ نہ بہا خونِ حسینؑ
خونِ احمدؐ بھی ہے یہ فاطمہؑ کا شیر بھی ہے

حُرملہ سے کہا شہؑ نے نہ لگا تیرِ ستم
علی اصغرؑ مرا پیاسا بھی ہے بے شیر بھی ہے

رو کے حارث سے یہ کہتے تھے پسر مسلمؑ کے
تجھ کو گھر آنے کی کچھ عزّت و توقیر بھی ہے

زلفیں مت کھینچ طمانچے نہ لگا اے ظالم
ہم گرفتاروں کی ثابت کوئی تقصیر بھی ہے

دیکھ کر حُر کو کہا شہؑ نے کہ تیری خاطر
چادرِ فاطمہؑ ہے زانوے شبیرؑ بھی ہے

پہنچا کوفہ میں سرِ شہؑ تو پکارا رو کر
یاں کہیں بھائی مرا مسلمِ دلگیر بھی ہے

حالِ سجادؑ پہ رونے کی جگہ ہے واللہ
حلق میں رسّی بھی ہے طوقِ گلوگیر بھی ہے

کہا زینبؑ نے سکینہؑ کو بلایا بھائی
یہ نہ دھیان آیا کہ عاشق مری ہمشیر بھی ہے

زانوے شاہؑ پہ سر دیکھ کے حُر نے یہ کہا
آج مجھ سے کسی انسان کی توقیر بھی ہے

چل کے آنکھوں سے اٹھا خاکِ درِ شاہ دبیر
ارے نادان وہ پارس بھی ہے اکسیر بھی ہے

○

گر رقم جلوۂ نورِ رُخِ سرور ہوئے
ورق اے مُجرئی خورشید منوّر ہوئے

مُجرئی قتل جو پیاسا علیؑ اصغرؑ ہوئے
کیوں نے محزون و حزیں ساقیٔ کوثر ہوئے

خوں بہا شہؑ نے یہ مانگا تہِ خنجر حق سے
بخششِ اُمّتِ عاصی تہِ خنجر ہوئے

شہؑ جو خیمہ سے چلے رو کے یہ زینبؑ سے کہا
کیجیو صبر جو کچھ حادثہ مجھ پر ہوئے

آیا میداں میں جو اکبرؑ تو پکارے اعدا ق — وہ لڑے اُس سے کہ جو دشمنِ داور ہوئے
شان میں مثلِ علیؑ شکل میں ہم شکلِ نبیؐ — وہ مسلماں نہیں جو روکشِ اکبرؑ ہوئے
پسرِ سعد پکارا کہ کرو قتل اِسے — تاکہ حاصل تمہیں اب خلعتِ پُر زر ہوئے
سب لگے کہنے ابھی قتل ہم اکبرؑ کو کریں — دوسرا گر کوئی ہم شکلِ پیمبرؐ ہوئے
شمر نے شہؑ سے کہا جب ہوئے عباسؑ شہید — بھیج دو رَن میں کوئی اَور برادر ہوئے
جب لعیں زینبؑ و کلثومؑ کی چادر چھینیں — کیوں نہ پھر فاطمہؑ جنّت میں کھلے سر ہوئے
جب دوا پیتی تھی صغرٰیؑ تو دُعا کرتی تھی — باپ کا شربتِ دیدار میسّر ہوئے
کیوں نہ ٹوٹے کمرِ پشت پناہِ عالمؑ — قتل جب نہر پہ عباسؑ دلاور ہوئے
جب کہ عباسؑ چلے رَن کو تو زینبؑ نے کہا — کیوں نہ قربان برادر پہ برادر ہوئے
بولے شہؑ کیجیے میزانِ شہادت میں جو وزن — قدر اصغرؑ کی بھی اکبرؑ کے برابر ہوئے
شمر جب گردنِ شبیرؑ پہ پھیرے خنجر — کیوں نہ فردوس میں بے چین پیمبرؐ ہوئے
پسرِ فاطمہؑ کرتا تھا دعا وقتِ زوال — یوں رہِ حق میں جدا تن سے مرا سر ہوئے
دل میں ہو یادِ خدا لب پہ ہو شکرِ معبود — شمر سینے پہ ہو اور حلق پہ خنجر ہوئے
شاہؑ کہتے تھے نہیں شوقِ شہادت سے بعید — گھٹنیوں رن کو رواں گر علی اصغرؑ ہوئے
فاطمہؑ خلد میں کہتی تھی کہ بے تاب ہے دل — کہیں شبیرؑ نہ میرا تہِ خنجر ہوئے
اے فلک آہ کفن پائیں نہ مسلمؑ کے پسر — بس کفن آبِ رواں کی انہیں چادر ہوئے
کون شبیرؑ سا ہے صادق الاقرار ایسا — وعدہ اِک سر کا ہو صدقے سرِ لشکر ہوئے
جب کہ صدقے ہوئے اکبرؑ یہ دعا دی ماں نے — تم پہ اکبرؑ مددِ خالقِ اکبر ہوئے

اے دبیر اس میں بھی واللہ! ہمارا ہے وقار
حشر میں سر پہ اگر دامنِ قنبر ہوئے

رَن میں اے مُجرئی زینبؑ کے جو دلدار آئے — غُل ہوا جنسِ شہادت کے خریدار آئے
اُس گھڑی حال ہوا بنتِ علیؑ کا تغیر — غارتِ خیمہ کو جس وقت ستم گار آئے
جس کی مادر کا اُٹھا شب کو جنازہ اے چرخ — ننگے سر بال کھلے وہ سرِ بازار آئے
لاش اصغرؑ کی جو شہؑ لائے کہا بانوؑ نے — سُوئے میداں سے مرے طالعِ بیدار آئے

کیا دمِ رخصتِ شبیرؑ تھی زینبؑ بے تاب
شاہؑ سو بار گئے خیمہ میں سو بار آئے

بولا حُر شہؑ سے دمِ مرگ کہ مولا دیکھو
میرے لینے کے لیے حیدرِؑ کرار آئے

لاشے جب عونؑ و محمدؑ کے اُٹھا لائے حسینؑ
بیبیاں بولیں کہ زینبؑ ترے دلدار آئے

لے کے لاشوں کی بلائیں یہ پکاری زینبؑ
شہؑ پہ صدقے ہوئے اَب کیوں نہ مجھے پیار آئے

مومنو رونے کی جا ہے کہ ہنسا خوب یزید
طوق پہنے ہوئے جب عابدؑ بیمار آئے

کیوں نہ شبیرؑ کی گردن سے لپٹ جائے بتولؑ
شمر کھینچے ہوئے جب خنجرِ خوں خوار آئے

آئے جو مجلسِ حاکم میں اسیرانِ حرم
شمر کہتا تھا کہ حاکم کے گنگار آئے

صلح جب شہؑ سے نہ کی شمر نے تو بولی قضا
فیصلہ کے لیے اَب بیچ میں تلوار آئے

حُر کو کیا مرتبہ حاصل ہوا اللہ اللہ
پیشوا لینے کو اُس کے شہِؑ اَبرار آئے

ایک حُر ایک پسر ایک غلام اِک بھائی
عاشقِ پنجتنؑ اُس فوج سے یہ چار آئے

ایک لڑکی نے یہ دی فاطمہ صغراؑ کو خبر
ق لے مسافر ترے اے بیکس و ناچار آئے

پر وہ آئے بھی تو کیا آئے کہ لُٹ کر آئے
نہ تو شبیرؑ نہ عباسؑ علمدار آئے

کہا صغراؑ نے پھرا کوئی بھی جیتا آخر
رو کے وہ بولی فقط عابدؑ بیمار آئے

نذرِ زہراؑ کے لیے مجلسِ ماتم میں دبیر
صدفِ چشم سے کیا کیا دُرِ شہوار آئے

O

مُجرئی شہؑ نے کہا یوں حیدرِؑ کرار سے
ہم ہوئے سیراب آبِ خنجرِ خوں خوار سے

حلق کٹتا شاہِؑ دیں کا خنجرِ خوں خوار سے
مُجرئی پوچھے کوئی زہراؑ جگر افگار سے

بولے شہؑ اعدا سے تم پانی نہیں دیتے مجھے
کیا کہو گے روزِ محشر حیدرِ کرار سے

یہ محبت شہؑ کو تھی خواہر سے جو سرورؑ کا سر
سوئے زینبؑ دیکھتا نیزے پر کس پیار سے

جا کے جنت میں حسنؑ سے اس طرح بولے امامؑ
بھائی صاحب خوش ہوا میں آپ کے دلدار سے

لاشِ عباسؑ پر بولے علیؑ صد آفریں
سرخ رُو مجھ کو کیا زہرا جگر افگار سے

تیر جو لگتا تھا تن پر کہتے تھے شکرِ خدا
اُس کی لذت پوچھے کوئی سیدؑ ابرار سے

روزِ قتلِ شاہِ دیں کہتے ہیں آتی تھی صدا
پیٹئے رونے کی قبرِ احمدِؐ مختار سے

مَل کے آنکھیں پائے شہؑ پر مرتے دم عباسؑ نے / عرض کی کچھ خوش ہوئے اپنے علَم بردار سے
بولے شہؑ میں خوش خدا اور نبیؐ و مرتضیٰؑ / تیرا رتبہ کم نہیں ہے جعفرؑ طیّار سے
چرخ سے آئی صدائے آفریں اُس دم اُسے / سوئے سرورؑ حُر چلا جب لشکرِ کفّار سے
شمر سے کہتی تھی زینبؑ چادریں بھی لے لیں آہ / کیا عداوت ہے یہ آلِ احمدؐ مختار سے
ق
کیجیو خاطرداری اے بھینا سکینہؑ کی مری / چلتے دم شہؑ نے کہا یہ زینبؑ ناچار سے
یہ اگر روئی تو تڑپے گی مری روح اے بہن / یہ مری پیاری ہے اس سے بولیو تم پیار سے
باپ کی فرقت سے یہ صحرا میں روتی جاتی تھی / تھی زمیں گُل اشکِ چشمِ عابدؑ بیمار سے
قاسمؑ نوشہ نے میدانِ شہادت میں کہا / بدھیاں زخموں کی مجھ کو کم نہیں ہیں ہار سے
حوضِ کوثر پر علیؑ بھی روئے جب عباسؑ نے / تشنگی شہؑ کی بیاں کی حیدرِ کرّار سے
خُلد میں نانا سے شہؑ بولے کٹا گو میرا سر / آپ کی اُمت مگر میں نے بچائی نار سے
کہتی تھی زینبؑ لعینوں سے کرو خوفِ خدا / اونٹ بھی کھنچواتا ہے کوئی کسی بیمار سے
بیٹوں کی مسلمؑ کے لاشیں نہر میں بہتی تھیں یوں / دونوں بھائی تھے گلے لپٹے ہوئے کس پیار سے
منع جب کرتا تھا کوئی رو رو عابدؑ کہتے تھے / میں کبھی فارغ نہ ہوں گا رونے کے آزار سے
بولی اصغرؑ سے یہ بانوؑ کیجیو تب مجھ کو یاد / جامِ کوثر جب لو دستِ حیدرؑ کرّار سے
لاشِ سرورؑ نے کہا جبریلؑ سے مت کہیو تم / میرے مرنے کی خبر زہراؑ جگر افگار سے
اب تلک آئے نہ تم بھی لاش پر کیوں نانا جان / ہاں مگر کیجو گلہ یہ احمدؐ مختار سے
پہلوئے سرورؑ میں تھا اصغرؑ کا جو لاشا دھرا / لاشِ شہؑ ہاتھ اُس پہ اپنا رکھے تھے کس پیار سے
یا الٰہی بخششِ اُمت تو کیجو روزِ حشر / زیرِ خنجر تھی دعا شہؑ کی یہی غفار سے

حوضِ کوثر پر جو ہم جائیں گے محشر کو دبیر
جامِ کوثر لیں گے دستِ حیدرؑ کرّار سے

O

مجرائی گرم نالہ جو وقتِ بُکا ہوا / آنسو پسند مجمرِ داغِ عزا ہوا
مجرائی حُر جو شاہِ اُممؑ پر فدا ہوا / ممنون پنجتنؑ ہوئے راضی خدا ہوا
لُوٹا یہ باغیوں نے طلوعِ سحر سے آہ / برباد ظہر تک چمنِ مرتضیٰؑ ہوا
ہیہات دونوں ہاتھ بندھے ریسمان سے / یوں دستگیر نائبِ مشکل کشا ہوا

قاسمؑ کی والدہ نے کہا جائے شکر ہے
فضلِ خدا سے لال مرا کتخدا ہوا
اکبرؑ جو آئے رَن میں تو سب کی زبان پر
جاری ادب سے کلمۂ صلِ علیٰ ہوا
اللہ رے دبدبہ کہ نہ کھنچتی تھی تیغِ فتح ق
بسمل ہر اک دلیرِ عرب تھا پڑا ہوا
سب نے کہا کہ مانگو پناہ اس کے قرب سے
نازل انھی کے جد کے لیے لافتیٰ ہوا
گر مشرقِ نیام سے نکلے گی صبحِ تیغ
پھر دیکھنا کہ شام کا لشکر فنا ہوا
پُرسے کی جا یزید نے عابدؑ سے یہ کہا
شکرِ خدا پدر کا ترے سر جدا ہوا
بانوؑ یہ بین کرتی تھی اصغرؑ کی یاد میں
گم کس طرف تُو اے مرے یوسف لقا ہوا
اکبرؑ کی لاش خیمے میں لائے جو شاہِؑ دیں
گھر میں شفیعِ حشر کے محشر بپا ہوا
کاٹوں گا بے دریغ گلوے امامؑ کو
کہتا تھا شمر سینۂ شہؑ پر چڑھا ہوا
سر ہوگیا جدا تو کہا شہؑ کی لاش نے
شکرِ خدا کہ وعدے سے بندہ ادا ہوا
مر کر سوے بہشت نہ دیکھوں گا اے دبیر
لطفِ خدا سے گر سفرِ کربلا ہوا

O

مدحِ علیؑ میں ہے یہ بلندی کلام کی
عرشِ بریں زمیں ہے ہمارے سلام کی
لکھے جو بیت شاہِؑ نجف کے سلام کی
رضواں نے دی خبر مجھے دارالسلام کی
کس کو ہوس ہے گلشنِ دارالسلام کی
حیدرؑ کے در پہ بار میں پاؤں سلام کی
بھیجو درود یاد کرو جب امامؑ کی
ہے شرط ہر نماز کی خاطر سلام کی
اللہ رے بوترابؑ کہ جس کا غبارِ راہ
بہرِ زمیں کمند ہے گردوں کے بام کی
بے شک یہی تھی مہرِ نبوّت کی سرنوشت
معراج ہوگی دوشِ نبیؐ پر امامؑ کی
خیبر میں تین روز جو لشکر ہوا فرار
خاطر شکستہ ہوگئی خیرالانام کی
مشکل کشاؑ رواں ہوئے خیبر کشائی کو
لے کر سپاہ دبدبہ و احتشام کی
بڑھ کی نقیب فتح نے دی بانگ دُور باش
خدمت جلال و قہر نے لی اہتمام کی
عیسیٰؑ نے رکھ لی بیرقِ خورشید دوش پر
موسیٰؑ نے ترقوا کی ندا ہر مقام کی

مثلِ شرارہ اخترِ سیارہ چھپ گئے — طاقت رہی نہ چرخ فلک میں قیام کی
آفاق دنگ ابلقِ ایام لنگ تھا — آواز سُن کے دُلدلِ محشر خرام کی
مرحب بڑھا اُدھر سے اِدھر سے خدا کا شیر — آتے ہی اُس نے ضرب لگائی حسام کی
کھینچی اُدھر سے دستِ خدا نے جو ذوالفقار — فتنے نے اپنی تیغ میانِ نیام کی
مرحب کے سر پہ تیغِ دو پیکر ہوئی یہ گرم — جو سقف ہل گئی فلکِ ہفت بام کی
اک دم میں قصرِ چار عناصر بہا دیا — اللہ رے آبِ تیغ جناب امامؑ کی
سکّانِ شرق و غرب پکارے اماں اماں — دیکھی تھی حرب وضرب نہ اِس دُھوم دَھام کی
جبریلؑ بولے دستِ یدُاللہ چوم کر — قدرت تو ہی ہے خالقِ ذوالاحترام کی
انصاف و حلم وعلم و دلیری وجود و زہد — تجھ پر خدا نے ساری فضیلت تمام کی
پردہ کھلا بلندیِ کرسی و عرش کا — مسند ہے وہ علیؑ کی یہ خیر الانامؐ کی

کہہ تو اسی زمیں میں دبیر اور اِک سلام
پَر اس میں نظم کو تو شہادت امامؑ کی

O

اے مُجرائی تُو حر کے مقدّر کو دیکھنا — سر اُس کا اور زانوے سرورؑ کو دیکھنا
مُجرائی بوسہ گاہِ پیمبر کو دیکھنا — اور شمر بد خصال کے خنجر کو دیکھنا
مُجرائی ظلمِ چرخِ ستم گر کو دیکھنا — بلوے کو اور آلِ پیمبرؐ کو دیکھنا
کہتا تھا شمر روتا ہوں آتا ہے ہے جبکہ یاد — وہ بے کسی سے شاہؑ کا خنجر کو دیکھنا
شہؑ بولے شوقِ مرگ ہے سنِ شباب میں — اِس آرزو کو اور علی اکبرؑ کو دیکھنا
دو کام تھے مدینے میں صغراؑ کی چشم میں — یا رونا شہؑ کی یاد میں مادر کو دیکھنا
ق کہتی تھی بانو شہؑ سے جب اکبرؑ تھے شیر خوار — کیا پیاری شکل ہے مرے دلبر کو دیکھنا
فرماتے تھے حسینؑ کہ ہوگی بہارِ عمر — اٹھارویں برس علی اکبرؑ کو دیکھنا
عباسؑ نامور کو علَم دے کے بولے شاہؑ — اے دوستو حسینؑ کے جعفرؑ کو دیکھنا
گہ شام و کوفہ میں تو گہے مُلکِ شام میں — آوارگیِ آلِ پیمبرؐ کو دیکھنا

صغراؑ سے بولے شہؑ کہ ہمیں صبر کیجیو
جنبش میں جب ضریحِ پیمبرؐ کو دیکھنا
کہتی تھی بانو گنجِ شہیداں میں سوتے ہیں
اے لوگو ہمّتِ علی اصغرؑ کو دیکھنا
زینبؑ پکاری شیرؑ خدا کی میں جائی ہوں
اے شمر چشمِ بد سے نہ چادر کو دیکھنا
لاشیں دکھا کے کہتے تھے زہراؑ سے جبرئیلؑ
کیسا لُٹا ہے گلشنِ حیدرؑ کو دیکھنا
برچھی ہے اُس کے سینے میں اُس کے گلے میں تیر
اکبرؑ کو دیکھنا علی اصغرؑ کو دیکھنا
سیراب اہلِ کوفہ نبیؐ زادہ تشنہ لب
برگشتگیِ چشمِ ستم گر کو دیکھنا
فرماتے تھے حسینؑ کہ کیا کیا جوان ہیں
زینبؑ قلیل سے مرے لشکر کو دیکھنا
سیرِ بہشت جانیو تُو اُس کو اے دبیر
گر شاہؑ کی ضریحِ منوّر کو دیکھنا

○

صدمے مجرائی عجب شاہِؑ اُمم دیکھیں گے
باغِ احمدؐ کو جو آنکھوں سے قلم دیکھیں گے
کہا اکبرؑ نے جو ہم آئیں گے رن میں لڑنے
کس طرح لڑتے ہیں تب اہلِ ستم دیکھیں گے
کہا عابدؑ نے کہ ہے پیاس شہِ تشنہ کی یاد
ہم نہ تا زیست کبھی جانبِ یم دیکھیں
حُر جو مارا گیا تب عونؑ و محمد بولے
جا کے اب جنگ کے میدان کو ہم دیکھیں گے
شہؑ نے اعدا سے کہا جتنے ہیں میرے انصار
سر جھکا لیویں گے جب تیغِ علم دیکھیں گے
شاہؑ کہتے تھے وہ دہشت ہی سے مر جائیں گے
فوجِ اعدا کو جونہی اہلِ حرم دیکھیں گے
جو غلامانِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں
اے دبیر اُن کو بہ گلزارِ ارم دیکھیں گے

○

وصفِ گُلِ زہراؑ میں ہیں رنگیں سخن ایسے
جنّت میں بھی ہوں گے نہ سلامی چمن ایسے
لکھا ہے اٹھایا نہ گیا شاہؑ سے لاشا
پامال ہوئے گھوڑوں سے ابنِ حسنؑ ایسے
کٹتی تھیں رگیں حلق کی اور کہتے تھے پانی
شبیرؑ دمِ ذبح تھے تشنہ دہن ایسے
باباؑ سے سکینہؑ نے کہا خواب میں رو کر
گھٹتا ہے گلا مجھ پہ ہیں رنجِ رسن ایسے
زینبؑ نے کہا ایک کو جی بھر کے نہ روئی
افسوس زمانے سے اُٹھے پنجتنؑ ایسے
گردن رہی خم اور نہ بازو سے مٹا داغ
عابدؑ پہ ہوئے صدمۂ طوق و رسن ایسے

عابدؑ نے جو بندھوایا گلا بولی یہ زینبؑ
حیدرؑ کے بھی تھے راہِ رضا میں چلن ایسے

یہ کہہ کے فلک روتے ہیں قبرِ شہؑ دیں پر
اب ہوئیں گے پیدا نہ غریب الوطن ایسے

شہؑ بھانجوں کو دیکھ کے کہتے تھے یہ رو کر
جیتے نہیں فرزند کسی کے بہن ایسے

در فاطمہ زہراؑ پر گرا اور کیا ضبط
تھے صابر و مظلوم بھی خیبر شکن ایسے

زہراؑ نے کہا میں نے ستایا تھا کسے چرخ
جو دکھ میں پڑے میرے حسینؑ و حسنؑ ایسے

پُرسے کو بھی آئے تو جھکائے ہوئے سر کو
شرمندہ تھے سجادؑ سے اہلِ وطن ایسے

گھر چھوڑا وطن چھوڑا کیا قبر کو آباد
دنیا میں ستائے گئے شاہِ زمن ایسے

شہؑ نے کہا باندھو نہ جراحت مرے تن کے
ہیں زخم بہت میرے جگر میں بہن ایسے

اصغرؑ جو گیا خُلد میں کہنے لگیں حوریں
بچے نہ یہاں آئے تھے تشنہ دہن ایسے

وہ بے کفن و گور یہ بے مقنع و چادر
لوٹے گئے دن بیاہ کے دُلہا دُلہن ایسے

کہتے تھے حرم حادثہ درپیش ہے کوئی
روتے ہیں گلے مل کے جو بھائی بہن ایسے

عریاں رہے لاشے شہیدوں کے چہل روز
نایاب تھے کیوں چرخ بہتر کفن ایسے

نو لاکھ کو شِشدر کیا اِک اِک نے دمِ جنگ
شبیرؑ کے ہمراہ تھے ستر دو تن ایسے

تھا گنجِ شہیداں ہے یہ رہ گیروں کا نوحہ
افسوس کہ پامال ہوئے گل بدن ایسے

کیا زینبؑ و شبیرؑ کی الفت کا کہوں حال
تا حشر نہ اب ہوئیں گے بھائی بہن ایسے

جز ذاتِ خدا سب تھے دبیر آہ و بُکا میں
مقتل میں ہوئے شیرِ خدا نعرہ زن ایسے

○

قتلِ شبیرؑ کے تھے مُجرئی ساماں کتنے
ایک حلقوم تھا اور خنجرِ بّراں کتنے

مُجرئی ذرّے ہیں اس غم سے پریشاں کتنے
مل گئے خاک میں شہؑ کے مہِ تاباں کتنے

مُجرئی تشنہ دہن تھے شہِؑ ذی شاں کتنے
آبِ شمشیر کو پی کر ہوئے خنداں کتنے

لبِ سوفار جو گویا ہو تو یہ پوچھوں میں
تنِ شبیرؑ میں پیوست تھے پیکاں کتنے

قاسمؑ و اکبرؑ و عباسؑ علیؑ وائے ستم
نوجوانانِ پیمبرؐ ہوئے بے جاں کتنے

خوں بہا مانگا کی محشر میں بہتر تن کا
ہاتھ میں فاطمہؑ کے ہوں گے گریباں کتنے

باقرؑ و فاطمہؑ کبریٰ و سکینہؑ معصوم
ایک رسّی میں گرفتار تھے ناداں کتنے

خوفِ شب خوں تھا غمِ فرقتِ شبیرؑ بھی تھا
حرمِ شہؑ تھے شبِ قتل ہراساں کتنے

کہا زینبؑ نے کہ شیریں نے اُڑھائی چادر
رفتہ رفتہ ہم ہوئے بے سر و ساماں کتنے

سر کٹانے کی خوشی تھی پہ یہ غم تھا شہؑ کو
خلق میں ہوئیں گے بدنام مسلماں کتنے

نہ تو سایہ تھا نہ بستر تھا نہ تھا آب و طعام
حرمِ شہؑ پہ ہوئے صدمۂ زنداں کتنے

شاہؑ کہتے تھے کہ سیراب ہوا غم سے چھٹا
تیغِ قاتل کے مرے سر پہ ہیں احساں کتنے

بولی زینبؑ ہمیں سر ننگے پھرایا در در
واہ یہ لوگ بھی ہیں صاحبِ ایماں کتنے

دیکھ گل ہائے جراحت شہداؑ کہتے تھے
تختۂ تن پہ ہیں یہ سبز گلستاں کتنے

صاحبِ فیض ہوں میں فیضِ شہِ دیں سے دبیر
ہوگئے ہیں مری صحبت میں سخن داں کتنے

O

مُجرئی سبطِ نبیؐ جب کہ وطن سے نکلے
جان کیوں فاطمہ صغریٰ کی نہ تن سے نکلے

جو سخن مدحِ شہِ دیں میں دہن سے نکلے
کم نہ قیمت میں کبھی دُرِّ عدن سے نکلے

یا علیؑ وقتِ قضا جس کے دہن سے نکلے
جان آرام سے اے مُجرئی تن سے نکلے

ق
دفن کے وقت یہ عابدؑ سے کہا زینبؑ نے
تیر کتنے مرے بھائی کے بدن سے نکلے

بولے سجادؑ کہ کیا پوچھتے ہو تیروں کو
نکلے کچھ اور نہ کچھ شاہؑ کے تن سے نکلے

ماں نے اکبرؑ سے کہا بیٹا جواں مرتے ہو
جان سختی سے نہ کیوں تیرے بدن سے نکلے

کہا عابدؑ نے سکینہؑ سے نہ رو مرقد پر
لاش بابا کی تڑپ کر نہ کفن سے نکلے

شادی اکبرؑ کی نہ کی سالگرہ اصغرؑ کی
کچھ بھی ارماں نہ دلِ شاہِ زمنؑ سے نکلے

پانی پلوانا مرے نام پہ پیاسوں کو مدام
گھر سے شبیرؑ یہی کہہ کے بہن سے نکلے

ق
کیا کہوں شام میں عابدؑ کی اسیری کا حال
ایک ساعت نہ کبھی رنج و محن سے نکلے

قید خانے سے وہ نکلے تو رسن میں وہ بندھے
آئے زنداں میں اگر قیدِ رسن سے نکلے

آیا میدان میں قاسمؑ تو پسر ارزق کے
جنگ کے واسطے فرزندِ حسنؑ سے نکلے

اشکِ خونی نہ بہیں چشمِ علیؑ سے کیوں کر
خوں جو عباسؑ دلاور کے بدن سے نکلے

حق سے کرتے تھے دعا خشک زباں سے یہ حسینؑ
زیرِ خنجر بھی ترا نام دہن سے نکلے

قید خانہ میں سکینہ یہی کرتی تھی دُعا — گردنِ عابدؑ بیمار رسن سے نکلے
توشۂ راہ کفن اور نگہبان قضا — کس تباہی سے حسینؑ اپنے وطن سے نکلے
ناوکِ غم دل شبیرؑ میں پیہم گزرے — تیر جس وقت کہ تابوتِ حسنؑ سے نکلے
خیمۂ شاہؑ میں ہوا اُس گھڑی ماتم برپا — لے کے رخصت جو نہی شبیرؑ بہن سے نکلے
رفقا کہتے تھے ہو ہو کے فدائے شبیرؑ — شکر صد شکر کہ اب رنج و محن سے نکلے
حلقِ نازک علی اصغرؑ کا کہاں تیر کہاں — ق سہم کر روح نہ کیوں اُس کے بدن سے نکلے
ہچکیاں لے کے جو دودھ اُگلا تو تھا حلق یہ خشک — دودھ کے قطرے بھی رُک کے دہن سے نکلے
ہے غمِ باغِ نبوّت میں اِسے در بدری — ورنہ کیا کام ہے گُل کو جو چمن سے نکلے
اختر ان کو نہ کہو سبطِ نبیؐ کے غم میں — ہیں یہ شعلے جگرِ چرخِ کہن سے نکلے

ہم نے میزانِ نظر میں جو کیا وزن دبیر
دُرِ شہوار بھی کم میرے سخن سے نکلے

○

سلامی یہ امّت کا کیسا ستم ہے — کہ نیزے پہ شبیرؑ کا سر علم ہے
غمِ شہؑ میں جی بھر کے رو لو محبّو — کہ جو دم ہے اس بزم میں مغتنم ہے
شبِ قتل زینبؑ سے کہتے تھے حضرت — کہ کل مجھکو درپیش راہِ عدم ہے
ہمیں دیکھ لو آج جی بھر کے زینبؑ — بہت دل میں حسرت ہے اور رات کم ہے
دمِ ذبح خالق سے کہتے تھے حضرت — دیا صبر مجھکو یہ تیرا کرم ہے
تری راہ میں ہے وہ مرنے کی شادی — نہ یاد سکینہؑ نہ فکرِ حرم ہے
علَم دار آئے تو چلّائے اعدا — ق عجب ابنِ حیدرؑ کا جاہ و چشم ہے
نشاں فتح کا ہے نشاں سے ہویدا — پھریرے پہ انا فتحنا رقم ہے
بیاں کرتے تھے ساکنانِ مدینہ — بہار اس چمن کی امامِ اُمم ہے
گئے ہیں وہ جس روز سے سوئے کوفہ — رگِ جاں میں پیوستہ خارِ اَلم ہے
تزلزل میں کیوں ہے مزارِ پیمبرؐ — بلاشک شہِ دیں کو کچھ فکر و غم ہے
نہ یہ حال معلوم تھا اُن کو ہے ہے — حرم ننگے سر ہیں سرِ شہؑ علَم ہے

دبیر اسمِ اعظم کی خواہش نہیں ہے
کہ نامِ علیؑ لوحِ دل پر رقم ہے

○

مُجرائی غلامی میں شہنشاہِ اُمم کی — حُر دیکھتا تھا سیر گلستانِ اِرم کی
اک بیتِ سلامِ شہِؑ والا جو رقم کی — ہر نقطہ پہ گردن جھکی بوسے کو قلم کی
تاحشر کروں شرح تو ہوئے نہ تمامی — صبرِ شہِؑ بے کس کی اور اعدا کے ستم کی
زینبؑ نے کہا شمر سے کر ذبح نہ شہؑ کو — واللہ کہ ہے فاطمہؑ عاشق اِسی دم کی
بانو نے کہا کہتے تھے اصغرؑ جو اُسے سب — تقدیر نے اصغرؑ کی مرے عمر بھی کم کی
مرقد میں اُڑی فاطمہؑ کی نیند جو کہیے — پُر درد کہانی ہے عجب شاہؑ کے غم کی
زینبؑ کو برادر سے یہ اُلفت تھی کہ گاہے — سچ بھی نہ قسم کھائی سرِ شاہِؑ اُمم کی
صغرٰیؑ نے کہا خط بھی نہ لکھا شہِؑ دیں نے — پردیس میں کیا جا کے محبت مری کم کی
کچھ پیاس میں بھی شمر نے کھایا نہ ترس ہائے — گردن کئی رگڑوں میں شہِؑ دیں کی قلم کی
حاکم سے کہا شمر نے مل آنکھوں سے اِن کو — اِن ہاتھوں سے چھینی ہے رِدا اہلِ حرم کی
عباسؑ کا غم ہے غمِ سرورؑ کے برابر — ہو کیوں نہ جگہ تعزیے کے پاس علَم کی
دیکھا درِ کوفہ میں جوں ہی لاشۂ مسلمؑ — ق — تقریر یہ زینبؑ نے بصد رنج و الم کی
گو قبر کو محتاج ہو پَر رنج نہ کھانا — بے گور ابھی لاش ہے سلطانِ اُمم کی

سینے پہ دبیر اُس کو پس از مرگ دھروں میں
ہاتھ آئے اگر خاک شہِؑ دیں کے قدم کی

○

اے مُجرئی جو اشک مری چشمِ تر میں ہے — ایسا گُہر کہاں کسی سلکِ گُہر میں ہے
ماہِ صفر بھی مثلِ محرم اثر میں ہے — چہلم امامؑ پاک کا ماہِ صفر میں ہے
صغرٰیؑ کو کیا شفا ہو کہ یادِ پدر میں ہے — بیمار گھر میں اور مسیحا سفر میں ہے
اصغرؑ کی سرگزشت جو میری نظر میں ہے — خشکی حلقِ مالکِ کوثر نظر میں ہے
زخمی ہوئی جو سنگ سے پیشانیِ حسینؑ — ثابت ہوا کہ داغ اِسی سے قمر میں ہے
آہستہ حُرملہ سے یہ کہتا تھا ابنِ سعد — تاک اُس کو وہ جو طفل کنارِ پدر میں ہے

چہلم حسینؑ کا ہے شہادت حسنؑ کی ہے
ماتم ہے جس کا نام وہ ماہِ صفر میں ہے

کہتے تھے حُر کو دیکھ کر اُس فوج میں حسینؑ
اپنا کسی طرف ہو ہماری نظر میں ہے

یہ عابدؑ مریض کا تکیہ کلام تھا
میداں میں تندرست ہیں بیمار گھر میں ہے

چہرے سے غم ہے اکبرؑ وعباسؑ کا عیاں
آنکھوں میں شہؑ کو نور نہیں خم کمر میں ہے

کہتی تھی بانوؑ اکبرؑ و اصغرؑ کی یاد میں
برچھی کی نوک دل میں ہے پیکاں جگر میں ہے

سر شہؑ کا زیرِ تخت دھرا ہے یزید نے
اللہ کیا ہوا ہے غرور اُس کے سر میں ہے

قاسمؑ کی مہندی گوندھتے ہیں اشکوں سے حرم
کیا قحطِ آب ساقیِ کوثر کے گھر میں ہے

صغراؑ سے نانی کہتی تھی وسواس آتا ہے
واری نہ روؤ باپ تمہارا سفر میں ہے

کیوں اپنے اشک کو نہ دُرِ نذر ہم کہیں
رونا ہمارا سبطِ نبیؐ کی نظر میں ہے

برچھی کا پھل جو کھایا تو اکبرؑ نے یہ کہا
خوشنودیِ خدا کا مزا اس ثمر میں ہے

روشن ہے اشتیاقِ شہادت سے رُوئے شاہؑ
نورِ چراغِ شام چراغِ سحر میں ہے

پوچھا عمر نے مال تو زینبؑ نے یہ کہا
دولت یہی امامِ دو عالم کے گھر میں ہے

دینار جس کا نام ہے سینے کا داغ ہے
گوہر وہ ہے جو اشک مری چشمِ تر میں ہے

اللہ رے انقلاب کہ دَر دَر ہیں اہلِ بیتؑ
ناموس اہلِ شام کی عزت سے گھر میں ہے

سمجھو نہ وقتِ صبح شفق گردِ آفتاب
خونِ حسینؑ طائرِ زرّیں کے پَر میں ہے

سینے میں نیزہ حلق پہ خنجر زباں پہ شکر
یہ حِلم جز حسینؑ بھلا کس بشر میں ہے

طوفاں اُٹھا ہے آبِ دمِ ذوالفقار سے
ہستیِ اہلِ ظلم کی کشتی بھنور میں ہے

ہے گشت میں حسینؑ کا مرکب جو دشت میں
عمرِ رواں رُکی ہوئی فوجِ عمر میں ہے

شمشیرِ شہؑ کی خوف سے سب کا اُڑا ہے رنگ
جوہر نہ تیغ میں ہے نہ روغن سپر میں ہے

لرزاں ہیں غرب وشرق نہ یوں برق بھی ہو غرق
یہ تیغ گاہ خود میں ہے اور گاہ سر میں ہے

چھپتا ہے سر گلے میں گلا سب کا سینے میں
سینہ بھی دل بھی جان بھی خوف وخطر میں ہے

کیسی کمر کہ ڈھونڈتی ہے تیغ جس کا تن
تقدیر عرض کرتی ہے وہ تو سقر میں ہے

عباسؑ نامور کا علَم کیوں محبّ نہ لیں
ہر ایک آرزو کا ثمر اس شجر میں ہے

قاتل سے شاہؑ کہتے تھے سر کاٹ لے مگر
اُٹھ سینے سے کہ درد ہمارے جگر میں ہے

بانوؑ گری زمیں پہ کلیجہ پکڑ کے آہ
اکبرؑ نے جب سنایا کہ برچھی جگر میں ہے

مُجرا اُسے مدام جو راہِ رضا میں تھا
خنجر چلے گلے پہ وہ شکرِ خدا میں تھا

عابدؑ نے دفن کر کے شہیدوں کو یہ کہا
حصہ نہ اس مریض کا خاکِ شفا میں تھا

بیاروں کی موت گھر کی تباہی عطش کی دھوم
کیا شاہ پر وفورِ بلا کربلا میں تھا

شربت بھی بھیجا مُشکلیں بھی قاتل کی کھول دیں
یہ فیضِ خاص حصۂ مشکل کشاؑ میں تھا

عباسؑ نے بھی خوب نبھائی حسینؑ سے
جو عشق ابتدا میں وہی انتہا میں تھا

دربار میں یزید نے جس دِن طلب کیا
کیا دل نبیؐ کے آلؑ کا خوف و رجا میں تھا

کوفہ کو جب حسینؑ چلے پڑھ کے فاتحہ
رونے کا شور مرقدِ خیرالورا میں تھا

مِل کر گلے سکینہؑ کے صغراؑ نے یہ کہا ق
یہ تو میں سمجھی تم پہ ستم کربلا میں تھا

یہ کیا مرے گلے سے نہ پانی اترتا تھا
مجھ پر عجیب سانحہ ماہِ عزا میں تھا

رو کر وہ بولی ہائے محرم ہی میں بہن
ہفتم سے قحط پانی کا آلِ عباؑ میں تھا

ناداریِ بتولؑ پہ ہوتا ہے ٹکڑے دل
پیوند آہ برگِ رطب کا رِدا میں تھا

عابدؑ کو غم یہی تھا کہ بابا ہیں بے کفن
دل حسرتِ شفا میں نہ فکرِ دوا میں تھا

سینے پہ شہؑ کے شمر چڑھا ہائے کس گھڑی
جب سر کنارِ حضرتِ خیرالنساؑ میں تھا

اے چرخ کیوں حسینؑ کا خیمہ اُٹھا دیا
دریا تو مہرِ حضرتِ خیرالنساؑ میں تھا

پانی دیا کسی نے نہ اصغرؑ کو بوند بھر
کیا رحم دل نہ ایک بھی اہلِ وغا میں تھا

کافر نہ اس طرف تھا بجز ساربان کوئی
مومن سوائے حُر نہ کوئی اشقیا میں تھا

افسوس اے دبیرؔ نہ طالع رسا ہوئے
دل اس برس بھی آرزوئے کربلا میں تھا

○

مُجرائی لہو کیوں نہ بہے دیدۂ تر سے پانی کو پسر ساقیِ کوثر کا جو ترسے
صغرا کو دکھا داغِ رسن کہتی تھی بانو سوغات یہ میں لائی ہوں کوفہ کے سفر سے
جس ظلم سے شبیرؑ کو ظالم نے کیا ذبح پوچھے کوئی خاتونِ قیامت کے جگر سے
دریا سے یہ آتی ہے صدا روزِ شہادت شرمندہ ہوں میں ساقیِ کوثر کے پسر سے
چلتے ہوئے شہؑ روئے تو کہنے لگی صغرا اے بابا نکلتے نہیں روتے ہوئے گھر سے
زہراؑ نے کہا خاک پہ شبیرؑ پڑا ہے اے حوریو مت خاک چھڑاؤ مرے سر سے
ہر سمت لیے پھرتے تھے ظالم سرِ مسلم ق اعجاز سے کہتا تھا ہر اک راہ گزر سے
آئیں نہ یاں خون کے پیاسے ہیں یہ کوفی کہنا جو ملاقات ہو زہراؑ کے پسر سے
سب سے درِ زنداں پہ کھڑی کہتی تھی فضہ سیدانیاں یاں قید ہیں آؤ نہ ادھر سے
یاں خونِ گلوئے شہِ دیں اُچھلا رگوں میں خنجر کو وہاں شمر نے باندھا جو کمر سے
کی شمر سے کٹ کر یہ سرِ شہؑ نے سفارش لینا نہ ردا تو میری ہمشیر کے سر سے
بستی میں مسلمانوں کی کہتا تھا سرِ شاہ پانی دو مجھے پیاسا ہوں چوبیس پہر سے
کہتی تھی سکینہؑ سے کھڑی ہند کی بیٹی اس سن میں اٹھے باپ نہ دشمن کے بھی سر سے
اُلفت اسے کہتے ہیں پس از مرگ بھی شبیرؑ لپٹائے ہوئے لاشۂ اصغرؑ تھے جگر سے
صغرا سے حرم کہتے تھے بارش کو دکھا کر شبیرؑ پہ بھی تیروں کے باراں یونہی برسے
زینبؑ کے پسر کہتے تھے زینبؑ سے دمِ مرگ ق پوچھیں وہ اگر ہم کو تو کہنا یہ پدر سے
ماموں کی بَلا لے کے ہوئے دشت میں بے جان شرمندہ کیا تم کو نہ زہراؑ کے پسر سے
سرکاٹ کے بیٹوں کا دیا اُس کے عوض میں تھا عشق برہمن کو یہ شبیرؑ کے سر سے

جو شہؑ کو نہ روئے گا دبیرؔ جگر افگار
جوں اشک وہ گر جائے گا حیدرؑ کی نظر سے

○

سلامی ابرِ فلک کیوں نہ اشک بار رہے غمِ حسینؑ میں جب برق بے قرار رہے
لکھا تھا یہ قلمِ موج نے میانِ فرات کہ پیاسا نہر میں عباسؑ نامدار رہے

عزیزو چرخِ چہارم پہ ہے علیؑ کی شبیہ / کہ تا ملائکہ کو ہجر میں قرار رہے

اٹھا کے لے گئے لاشِ حسینؑ واں قدسی / کہ یہ بھی واقعہ تا حشر یادگار رہے

بہ زیرِ خاک نہ جب تک کہ وہ ہوا مدفون / حسینؑ لاشۂ اصغرؑ سے ہم کنار رہے

شگفتہ دیکھ کے زخموں کو کہتے تھے شہدا / یہ وہ چمن ہے کہ جس پر سدا بہار رہے

ہزار حیف کہ جو ہو ابوترابؑ کا لال / زمین پر وہی بے غسل و بے مزار رہے

کہا حسینؑ سے یہ خواب میں سکینہؑ نے / کہ چھٹ کے آپ سے ہم سخت بے قرار رہے

طمانچہ شمر نے مارا گہر بھی چھین لیا / مدد نہ آپ نے کی ہم بہت پکار رہے

مریض بھائی کی منزل میں کچھ دوا نہ ہوئی / کہ پا میں آبلے اور آبلہ میں خار رہے

تمہارے لال کا اب حال ہے یہ اے بابا / کہ جیسے قید میں کوئی گناہ گار رہے

کہا یہ بانوؑ نے سجادؑ سے دمِ مدفن / یہ بات یاد میری اے جگر فگار رہے

اُدھر تو کیجیو اکبرؑ کو اور ادھر شہؑ کو / پر ان کے بیچ میں اصغرؑ ہی کا مزار رہے

چلے اگرچہ رہِ خار چھوڑ کر عابدؑ / قدم کے چومنے سے پَر نہ باز خار رہے

اور اُس کے ہاتھ پہ بیعت بھی ہتکڑی نے کی / اسیری میں بھی یہ سجادؑ کا وقار رہے

حسابِ گریۂ عابد بیان سے ہے زیاد / کہ ایک جان پہ اندوہ بے شمار رہے

ملا پدر کو چالیس دن نہ غسل و کفن / سو اس قلق میں چہل سال اشک بار رہے

سکینہؑ جب تلک آئی نہ قید خانہ سے / حسینؑ گلشنِ جنت میں بے قرار رہے

ہوئے نہ دفن شہیدانِ کربلا جب تک / تمام مُردے تہِ خاک بے قرار رہے

کہا حسینؑ سے زینبؑ نے کیجیے انصاف / نہ ماں نہ باپ نہ جدِ بزرگ وار رہے

تم ایک بھائی ہو سو تم بھی مجھکو چھوڑتے ہو / بہن کے دل کو بھلا خاک اب قرار رہے

دبیر ہے وہ عزا خانہ دل مرا جس میں
ہمیشہ تعزیۂ شاہؑ نام دار رہے

○

اے سلامی دلِ شبیرؑ میں ہے گھر میرا / خلد مسکن ہے مرا حصہ ہے کوثر میرا

شہؑ کو اک رات کی مہلت جو ملی بولا شمر / تم پہ احساں ہے یہ اے سبطِ پیمبرؑ میرا

جاؤ اس شب کو عزیزوں کے گلے سے مل لو
کل گلا آپ کا ہے اور یہ خنجر میرا

شاہؑ کہتے تھے کہ کیا تیر عدو نے مارا
کہ نہ اک بار بھی تڑپا علی اصغرؑ میرا

شمر سے بولی سکینہؑ کہ طمانچے نہ لگا
پھوپھی زینبؑ سے اُتروا لے تُو گوہر میرا

ہاتھ بندھوا کے رسن میں یہ کہا کبراؑ نے
کیوں فلک؟ تھا یہی کیا بیاہ کا زیور میرا

لبِ دریا پہ لرز جاتی تھی عباسؑ کی لاش
رو کے شہؑ کہتے تھے جب ہائے برادر میرا

شمر کہتا تھا کہ یہ خشک تھا حلقوم حسینؑ
ذبح کے وقت جو رُک رُک گیا خنجر میرا

دخترِ ہند سے کہتی تھی سکینہؑ رو کر
اے بہن ڈھانک نہ چادر سے ابھی سر میرا

کفن اصغرؑ کو میں پہنا کے ردا اُوڑھوں گی
بے کفن ہے ابھی شش ماہہ برادر میرا

شمر سینے پہ چڑھا شاہؑ کے یہ کہتا ہوا
کب سے اس حلق کا مشتاق تھا خنجر میرا

شہؑ نے لاشوں کو دِکھا کر یہ کہا قاصد سے
میں حسینؑ ابنِ علی ہوں یہ ہے لشکر میرا

بانوؑ کہتی تھی کہ ساتھ ان کے مجھے دفن کرو
لوگو تربت میں ڈرے گا علی اصغرؑ میرا

شاہؑ کہتے تھے نہیں بخت میں آبِ دریا
آج کا روزہ کھلے گا لبِ کوثر میرا

کہتی تھی فاطمہؑ یہ ظلم نیا ہے یا رب
ذبح ہوتا ہے مری گود میں دلبر میرا

شاہؑ کہتے تھے کہ بخشش ہو گنہ گاروں کی
خوں بہا ہے یہی یا رب دمِ محشر میرا

O

کربلا میں جو سلامی شہِ والا آئے
واسطے لڑنے کے ہر سمت سے اَعدا آئے

آیا فردوس میں اصغرؑ تو کہا حُوروں نے
کیا گئے عالمِ فانی میں بھلا کیا آئے

یوں قضا بولی کہ محنت ہے تمہاری برباد
جب کہ عباسؑ علی بر لبِ دریا آئے

غش کے عالم میں بھی کہتی یہ صغریٰؑ صدحیف
نہ تو اکبرؑ ہی پھرے اور نہ بابا آئے

کوئی صغریٰؑ کو جگاتا تو یہ کہتی اُٹھتی
لوگوں بتلاؤں کہ کیا کوفے سے بابا آئے

غش سے ہوش آیا جو قاسمؑ کو تو سرورؑ سے کہا
میں نے دیکھا کہ ابھی خلد سے بابا آئے

پیٹھ پر ہاتھ مری پھیر کے بولے شاباش
خوب تم کام مرے اے مرے بیٹا آئے

زیرِ خنجر بھی یہ تھا خوف شہِ مضطر کو
کہیں میداں میں نہ ہمشیر مبادا آئے

شاہؑ کہتے تھے کہ راحت میں سمجھتا ہوں اُسے — راہِ حق میں جو میری سمت کو ایذا آئے
حُر دمِ نزع یہ کہتا تھا کہ چوموں میں قدم — ق یا الٰہی کہیں جلدی مرا مولاؑ آئے
اتنے میں آئے شہِؑ دیں تو یہ حُر کہنے لگا — کیا مری یاد پہ تم اے مرے آقا آئے؟
کہا صغریٰؑ سے سکینہؑ نے حنابندی کے وقت — دھیان اے بی بی تمہارے مجھے کیا کیا آئے
لاشِ شہؑ نے کہا جبریلؑ سے تم کہہ دیجو — ق یعنی اب تک نہ مری لاش پہ نانا آئے

اتنے میں احمدِؐ مرسل جو وہاں آئے دبیر
بولے جبریلؑ نبیؐ آپ ہی اس جا آئے

○

نبیؐ کو مجرئی غم بے حساب ہوتا ہے — کہ کنبہ فاطمہؑ کا بے نقاب ہوتا ہے
رقم جو مرثیۂ بوترابؑ ہوتا ہے — ہر ایک شعرِ سلام آفتاب ہوتا ہے
رواں یہ چشمِ سلامی سے آب ہوتا ہے — کہ قطرے قطرے سے سائل سحاب ہوتا ہے
یہ کربلا کا شرف ہے جو دفن ہو اُس جا — لحد میں اُس پہ نہیں کچھ عذاب ہوتا ہے
چلے حسینؑ سفر کو تو کہتی تھی صغریٰؑ — دُہائی حق کی مدینہ خراب ہوتا ہے
کہا حسینؑ نے رہ رہ کے کر نہ ذبح مجھے — ق کہ صدمہ دل پہ مرے بے حساب ہوتا ہے
تو شمر ہنس کے یہ بولا کہ اے شہِؑ بے کس — بتولؑ روتی ہے مجھ کو ثواب ہوتا ہے
بوقتِ ذبح صدا آئی مژدہ باد حسینؑ — کہ تیرا شاہِ شہیداں خطاب ہوتا ہے
بہا کے اشک کی تسبیح کو شمار کیا — پہ زخمِ شہؑ کا نہیں کچھ حساب ہوتا ہے
حسینؑ ہوتے تھے جب ذبح کہتی تھی زینبؑ — قضا کا وقت نہیں انقلاب ہوتا ہے
کہا یہ طوعہ سے مسلمؑ نے کوچ ہوگا سحر — تمہارے گھر میں مرا پا تراب ہوتا ہے
ہلا جو مرقدِ حیدرؑ مجاوروں نے کہا — شہید اب پسرِ بوترابؑ ہوتا ہے
کہا یہ شمر سے زینبؑ نے لے ردا نہ مری — کہ سر برہنہ رسالت مآبؐ ہوتا ہے
جھکایا سر تہِ خنجر جو حُر نے شہؑ بولے — نبیؐ کے مُجرے سے تو باریاب ہوتا ہے
رسولؐ زادیوں کو دیتی ہے ردا شیریں — سرِ حسینؑ کو کیا کیا حجاب ہوتا ہے
کہا یہ ہندی کی بیٹی نے اے سکینہؑ نہ رُو — کہ تیرے غم میں مرا زہرہ آب ہوتا ہے

کہا سکینہؑ نے سوتی تھی شہؑ کے سینے پر ۔۔۔ اور اب تو خاک پہ ہر وقت خواب ہوتا ہے
بتولؑ کہتی تھی رو رو کے لاشِ اکبرؑ پر ۔۔۔ کسی کا یوں نہیں ضائع شباب ہوتا ہے
دبیر روضۂ شہؑ میں جو ہوئے مستدعی
ہر ایک مقصدِ دل مستجاب ہوتا ہے

O

گنہ کے مرض کی دوا چاہیے ۔۔۔ سلامی کو خاکِ شفا چاہیے
سلامی ہر اک دم بُکا چاہیے ۔۔۔ مداراتِ ماہِ عزا چاہیے
نہ مسند نہ ظلِّ ہُما چاہیے ۔۔۔ سلامی درِ مرتضیٰ چاہیے
سلامی جو قُربِ خدا چاہیے ۔۔۔ تولّاے آلِ عبا چاہیے
دمِ ذبح حضرت نے یہ عرض کی ۔۔۔ ق ۔۔۔ الٰہی مرا خوں بہا چاہیے
ندا آئی بخشا ترے شیعوں کو ۔۔۔ کہا شہؑ نے بس اور کیا چاہیے
رہِ شام میں وردِ زینبؑ یہ تھا ۔۔۔ کفن بہرِ شاہِؑ ہدیٰ چاہیے
سرِ شہؑ کی نیزے پہ تھی یہ ندا ۔۔۔ بہن کے لیے اِک رِدا چاہیے
کہاں ماں نے اکبرؑ لڑو جا کے خوب ۔۔۔ وہ بولا تمھاری دعا چاہیے
گیا حُر جو رَن میں تو بولا عمر ۔۔۔ ق ۔۔۔ شجاعوں کی خاطرِ وفا چاہیے
پھرا حاکمِ وقت سے بے سبب ۔۔۔ تجھے اس خطا کی سزا چاہیے
لے اب بھی پشیمان ہو باز آ ۔۔۔ اگر مال و جاں کی بقا چاہیے
کہا حُر نے منہ پھیر کر دُور ہو ۔۔۔ ہمیں پاسِ آلِ عباؑ چاہیے
حلالی نہیں لیتے مالِ حرام ۔۔۔ عطاے شہِؑ ہل اتا چاہیے
خدا بھی ملا پنجتنؑ بھی ملے ۔۔۔ تو بندے کو اب اَور کیا چاہیے
نبیؐ کے نواسے کا قاتل ہے تُو ۔۔۔ حیا تجکو اے بے حیا چاہیے
برائی کے حاکم کا کیا خوف ہے ۔۔۔ خدا مجھ سے میرا بھلا چاہیے
زمیں داروں سے رو کے شہؑ نے کہا ۔۔۔ بہتر مزاروں کی جا چاہیے

کہا شہؑ نے زینبؑ یہ ہیں چند سال — نہ اکبرؑ کو حد سے سوا چاہیے
بندھا جب گلا بولے زین العباؑ — دِلا یادِ مشکل کشا چاہیے
گھٹے دم گلے میں کہ گردن چھلے — بہرحال شکرِ خدا چاہیے
شُتر باں کی حالت پہ کہتے تھے سب — خدا کے غضب سے ڈرا چاہیے
حُر آیا تو فرمایا شبیرؑ نے — ق تو مہماں ہے آب و غذا چاہیے
وہ بولا کہ فانی ہیں سب نعمتیں — فقط آبِ تیغِ قضا چاہیے
تصدق کرے سر غُلام آپ پر — خداوندِ نعمت رضا چاہیے
کہا شہؑ سے عباسؑ نے یا امامؑ — ترائی کی ٹھنڈی ہوا چاہیے
نکل آئی زینب جو ہنگامِ قتل — ق کہا شہؑ نے ضبطِ بُکا چاہیے
خدا مشکلِ ذبح آساں کرے — مرے حق میں اب یہ دعا چاہیے
کہا شہؑ نے یارو ہے کیا تیز دھوپ — وہ بولے کہ ظلِّ خدا چاہیے
نبیؐ زادیاں کہتی تھیں شمر سے — یتیموں پہ لطف و عطا چاہیے
طمانچوں کے قابل سکینہؑ نہیں — ارے تجکو خوفِ خدا چاہیے

جوانی گئی پیری آئی دبیر
سوے کربلا اَب چلا چاہیے

O

گئے سوے میداں جو اکبرؑ دوبارہ — سلامی ہوا گھر میں محشر دوبارہ
عجب تفرقہ تھا تن و سر میں جس سے — ہوا دفن فرزندِ حیدرؑ دوبارہ
بہیت روئی تھی بارشِ خوں سے صغریٰ — رُلانے کو آیا کبوتر دوبارہ
پھری لوٹ بعد از وفاتِ سکینہؑ — پہننے نہ پائی وہ گوہر دوبارہ
جلا خیمۂ شہؑ تو بولے ملائک — نبیؐ کا جلایا گیا گھر دوبارہ
ملا پہلے حلقوم سے پھر قضا سے — پھرا شہ کی گردن پہ خنجر دوبارہ
سنا حالِ زینبؑ پس از قتلِ شبیرؑ — بہت روئے جنت میں حیدرؑ دوبارہ
حسنؑ نے کہا کیا ہوا قتل قاسمؑ؟ — اٹھا درد جو دل کے اندر دوبارہ

چھنا تھا مدائن میں پھر کر بلا میں لُٹا شہربانو کا زیور دوبارہ
ہوئے قتل اکبرؑ تو شہؑ بولے مجکو ہوا ہے فراقِ پیمبرؐ دوبارہ
کہا والدہ نے یہ مرنے کی جلدی نہ ہچکی بھی لی تم نے اکبرؑ دوبارہ
لیا نام زینبؑ کا اکبرؑ نے پہلے کہا مرتے دم منہ سے مادر دوبارہ
ردائیں جو شیریں نے دیں شمر بولا کہ چھنوا اسیروں کی چادر دوبارہ
خطِ تیغ تھے شہؑ کے تن پر مکرّر کریں جیسے کاغذ پہ مسطر دوبارہ
کہا شہؑ نے کیا تیر ظالم نے مارا کہ تڑپا نہ ہاتھوں پہ اصغرؑ دوبارہ
کٹا حلق شبیرؑ کا بعدِ شبّر ہوئے سر برہنہ پیمبرؐ دوبارہ
چڑھا سینۂ شہ پر جلّاد ہیہات نہ سجدے سے اٹھنے دیا سر دوبارہ
کہا شہؑ کے لاشے نے روح الامیں سے ق اگر مجکو بخشے خدا سر دوبارہ
کہوں شمر سے میں کہ ظالم رواں کر مرے حلقِ تشنہ پہ خنجر دوبارہ
کمر سے جو لی تیغ شہؑ نے تو بولی میں کاٹوں گی جبریلؑ کا پر دوبارہ
ہوئی آمد آمد جو اکبرؑ کی رَن میں پرے سب نے باندھے برابر دوبارہ
سواری جو دیکھی تو باہم پکارے ہوا خلق پر فضلِ داور دوبارہ
عمر نے کہا کیا وہ بولے ارے دیکھ ہدایت کو آئے پیمبرؐ دوبارہ
یہ چہرہ ہے یا آج کے دن افق سے برآمد ہوا مہرِ انور دوبارہ
صفا رُخ میں وہ ہے جو سُن لے کسی سے نہ آئینہ دیکھے سکندر دوبارہ
مدد کرتے ہیں نزع میں مومنوں کی لحد میں تو آتے ہیں حیدرؑ دوبارہ
یہ حسرت تھی قربان ہونے کی شہؑ پر کہ انطف ہوا زندہ مر کر دوبارہ
کہا شہؑ نے روضے سے نکلے تھے کس وقت کہ دیکھی نہ قبرِ پیمبرؐ دوبارہ
شہیدوں کے قاتل معذّب ہیں اب بھی سزا پائیں گے روزِ محشر دوبارہ
اُجاڑا تھا اے چرخ کس طرح تُو نے بسا جو یہ سادات کا گھر دوبارہ
خدا لے گا پہلے حسابِ خلائق پڑھیں گے علیؑ سب کے دفتر دوبارہ
مجھو خبر ہے تمہیں اس جفا کی ہوئے قید سجادؑ کیوں کر دوبارہ

وہی ہتھکڑی تھی وہی طوق و زنجیر — وہی گرد اعدا کا لشکر دوبارہ
بھتیجے کی تنہائی پر ہل گیا دل — گئی ساتھ زینبؑ کھلے سر دوبارہ
یہ بسمل ہوئی راہ میں بیلچے سے — نہ گھر کو پھری بنتِ حیدرؑ دوبارہ
دبیر ایک خوبی طبیعت کی یہ ہے
کہ ثابت کیا جابجا ہر دوبارہ

○

سلامی سجدۂ حق میں کیا مجروح حیدرؑ کو — جناب فاطمہؑ پیٹیں ہوا صدمہ پیمبرؐ کو
ہوئی اُمّ البنین بیوہ جفائے ابنِ مُلجم سے — کیا بن باپ کا جلّاد نے شبیرؑ وشبّرؑ کو
جنابِ احمدؐ مختار کی مسند ہوئی خالی — کیا ویران ظالم نے رسولؐ اللہ کے گھر کو
نہیں ماہِ صیام اے مومنو کچھ کم محرّم سے — کیا ہے قتل ان روزوں میں دامادِ پیمبر کو
یہ وہ دن ہیں ہوئی ہیں زینبؑ وکلثوم ننگے سر — کیا ہے خاک سے جبریلؑ نے آلودہ شہپر کو
عزیزو اپنے مولاؑ کی عزا میں سر کرو عریاں — کہ کھولا ہے جنابِ فاطمہؑ زہرا نے بھی سر کو
رہو انیسویں سے نعرہ زن اکیسویں شب تک — نبی بھی چھوڑ دیں گے تین دن قبرِ مطہر کو
چلی تلوار اک سر پر مگر بسمل کیا اُس نے — محمدؐ کو بتولِ پاک کو حمزہؑ کو جعفرؑ کو
شقی نے ہائے کس مولا کو کس آقا کو مارا ہے — خدا کے دوست کو خیبر شکن کو شیرِ داور کو
جب آیا دودھ پینے کو تو قاتل کو دیا پہلے — ق — عزیزو دیکھنا تم بخششِ ساقیِ کوثر کو
مگر رونے کی جا ہے اُس سخی کے لال کو ہے ہے — پلایا ظالموں نے کربلا میں آبِ خنجر کو
شبِ بست ویکم رحلت ہوئی جب شاہِ مرداں کی — نبیؐ کی آل نے پھینکا زمیں پر سر سے چادر کو
کوئی ہے ہے علیؑ کہتی تھی کوئی ہائے اے بابا — کیا تھا شورِ افغاں سے عیاں آثارِ محشر کو
جنابِ زینبؑ مغموم رو رو کر یہ کہتی تھیں — گئے تم سوئے جنت کر دیا ویران اس گھر کو
نہ نانا ہے نہ اماں ہے نہ کوئی اور وارث ہے — تم اک وارث تھے سو تم بھی سدھارے آج کوثر کو
رسولؐ اُٹھے بتولؑ اُٹھیں اُٹھے تم بھی زمانے سے — نظر یہ لگ گئی کس کی رسولؐ اللہ کے گھر کو
تمہاری بے کسی پر روؤں یا اپنی یتیمی پر — یا سر پیٹوں میں گریاں دیکھ کر شبیرؑ وشبّرؑ کو
بندھا پہلے رسن سے حلق پھر ضربت لگی سر پر — نہ بھولے گی مصیبت آپؑ کی تا مرگ دُختر کو

جنازہ لے کے شہؑ کا جب چلے فرزند بے چارے
اٹھایا دوش پر جبریلؑ نے تابوتِ حیدرؓ کو
لحد میں لاشۂ شیرِ خدا جس دم لگے رکھنے
ق نہایت شبرؑ و شبیرؑ روئے پیٹ کر سر کو
ہوئے بالینِ مرقد سے عیاں دو ہاتھ اک باری
نواسوں نے کہا پہچان کر دستِ پیمبرؐ کو
دُہائی ہے رسولِ کبریا تیری دُہائی ہے
کِیا ہے بے پدر جلاّد نے شبیرؑ و شبرؑ کو
نہ اب ہے آپ کا سایہ نہ ہے ماں باپ کا سایہ
ہوئے ہیں بے کس و تنہا ذرا دیکھو مقدر کو
دعا کر اے دبیرؔ خستہ رو رو کر یہ خالق سے
دکھا دے جلد اے مالک مجھے تُو قبرِ حیدرؓ کو

O

مُجرئی یہ تشنگی تھی سیدِ ابرار کو
جو پیا خوش ہو کے آبِ خنجرِ خونخوار کو
آئی جب رن میں سکینہؑ سینے سے لپٹا لیا
بعدِ مُردن دیکھنا شبیرؑ کے اس پیار کو
دے کے لشکر کا علَم سرورؑ نگاہِ یاس سے
دیر تک دیکھا کیے شانِ علَم بردار کو
یاد جب آتی سکینہؑ خُلد میں تو شاہؑ دیں
اپنے سینے سے لگاتے اصغرؑ دلدار کو
خارِ صحرائی پہ عابدؑ رکھتے تھے آہستہ پا
تاکہ میرے پاؤں سے ایذا نہ پہنچے خار کو
کہتے تھے اعدا سے سرورؑ کاٹ لو تم سر مرا
پر نہ مارو ہم شبیہِ احمدؐ مختار کو
خون سے تر آئے جنت میں جو زینبؑ کے پسر
آ گیا غش دیکھتے ہی جعفرِ طیّار کو
تیر کھانے میں ملی تھی شہؑ کو لذّت اس قدر
اپنے لب سے چوم لیتے تھے لب سوفار کو
قصر تو رہنے کی خاطر اور ہم آغوشی کو حُور
مرتبے حق نے دیے کیا شاہ کے انصار کو
جب لگی خیمہ میں آتش طُور ساں جلوہ ہوا
بولے زینبؑ سے یہ عابدؑ دیکھو نور و نار کو
شہؑ کے جانے سے ہوئی دولت سرا وحشت سرا
دیکھ ویراں روتی تھی صغریٰؑ در و دیوار کو
ہے صدا ہے ہے حسنؑ کی گہ گہے ہے ہے حسینؑ
قبر میں یہ شغل ہے زہراؑ جگر افگار کو
غم دیا جائے دوا عابدؑ کو تُو نے اے فلک
یہ دوا دیتا ہے کوئی صاحبِ آزار کو
وادیٔ پُر خار میں کوسوں تلک ہے بس کہ دھوپ
ڈھونڈتے تھے رہ میں عابدؑ سایۂ دیوار کو
غنچۂ تصویر ساں زہراؑ ہوئی غم سے خموش
جس گھڑی پامال دیکھا اپنے سب گلزار کو
گر پڑیں آنسو یقیں ہے گر سنا دیوے صبا
حالِ بیماریٔ عابدؑ نرگسِ بیمار کو

کرکے دو اعدا کو کہتے تھے یہ زینبؑ کے پسر
گر جری ہو تم تو لو روکو ہمارے وار کو

جعفرِ طیّار استقبال کر کے دور تک
خُلد میں لے آئے عباسِؑ علَم بردار کو

آئے جب فردوس میں مسلمؑ تو زہراؑ نے کہا
دشمنوں میں چھوڑ آئے اپنے ہر دلدار کو

قتل کے شہؑ کی خبر سُن کر لگی کہنے بتولؑ
پھر اٹھایا قبر سے مجھ بے کس و ناچار کو

اس طرح خوش ہو کے غازی جاتے تھے میداں کی سمت
جوں قفس سے چھوٹ کر بلبل چلے گلزار کو

خلد میں روئے علیؑ مِل مِل کے احمدؐ کے گلے
جب سُنا مارا لعینوں نے شہِ ابرار کو

عونؑ و جعفرؑ کہتے تھے لاکھوں کو کیجے زیرِ تیغ
لطف لڑنے کا ہے کیا مارا اگر دو چار کو

ایک سے ایک اپنے رتبہ میں گراں ہوا ہے دبیر
تولیں میزانِ عدالت میں گر اِن اشعار کو

O

سلامی کہتے تھے ظالم رُلاؤ زینبؑ کو
کہ ذبح شہؑ کو کرو اور دِکھاؤ زینبؑ کو

اٹھا ہے رات کو تابوت اُس کی لمّاں کا
جہاں میں دن کو کھلے سر پھراؤ زینبؑ کو

اگرچہ فرقتِ اکبرؑ سے اُس کو غش آئے
لہو بھرا ہوا نیزہ سنگھاؤ زینبؑ کو

چلے حسینؑ پہن کر کفن جو مرنے کو
کہا یہ بانوؑ بے کس سے لاؤ زینبؑ کو

صدائے فاطمہؑ آئی کہ شمر چھینے گا
حسینؑ پیارے نہ چادر اُڑھاؤ زینبؑ کو

امامؑ خُلد میں مشکل کشاؑ سے کہتے تھے
کہ قیدِ ظلم سے بابا چھڑاؤ زینبؑ کو

اُٹھا کے ہاتھوں کو بلوے میں کہتی تھی کلثومؑ
حسینؑ بھائی کہاں ہو؟ چھپاؤ زینبؑ کو

پکارتی تھی یہ لاشِ حسینؑ مقتل میں
کہ ظالموں نہ مصیبت دِکھاؤ زینبؑ کو

اگر مجھے نہیں دیتے ہو تم کفن تو نہ دو
یہ کوئی کہنہ سی چادر اُڑھاؤ زینبؑ کو

قریبِ کوفہ جو سیدانیاں گئیں تو کہا
کہاں ہے لاشۂ مسلمؑ؟ بتاؤ زینبؑ کو

جب آئی لاش نظر رو کے اس طرح بولی
کہ سرگزشت تم اپنی سُناؤ زینبؑ کو

بوقتِ مرگ یہ عابدؑ سے بولی وہ بے کس
نہ روؤ تم سوئے قبلہ لٹاؤ زینبؑ کو

لعیں یہ کہتے تھے پُرسا نہ دو کوئی اُس کو
گرے اگر نہ زمیں سے اُٹھاؤ زینبؑ کو

فرات سے یہ لعینوں کو آتی تھی آواز
اِدھر سے شام کو لے کر نہ جاؤ زینبؑ کو

تڑپ رہا ہے سکینہؑ کے سقے کا لاشا
لبِ فرات نہ سر ننگے لاؤ زینبؑ کو

پدر کو گاڑ کے عابدؑ چلے جو سوئے وطن
کہا حرم نے شتر پر اٹھاؤ زینبؑ کو

سوار ہوتی ہوں اونٹ آئے ہیں اُٹھو جاگو
پکڑ کے بازو کو بھیا چڑھاؤ زینبؑ کو

جب آئی باغِ فدک میں تو ڈر کے چلائی
کہ یا رسولؐ گلے سے لگاؤ زینبؑ کو

میں کھو کے آئی ہوں سب وارثوں کو جنگل میں
کوئی تو حرفِ تسلّی سُناؤ زینبؑ کو

O

مُجرائی شہؑ نے کہا اے مری خواہر دیکھو
تیر کو دیکھو گلوئے علیؑ اصغرؑ دیکھو

کہا فضہ نے یہ زینبؑ سے عجب رونق ہے
جا کے دروازے پہ تم بھائی کا لشکر دیکھو

کہا بانوؑ نے کہ ملتا نہیں اکبرؑ رن میں
لوگو اس وقت پریشانیِ سرورؑ دیکھو

کس کو بھیجوں کہ خبر لائے مرے پیارے کی
کس بلا میں ہوں گرفتار مقدر دیکھو

جا کے پھر جھولے پہ بولی کہ ہوئے اکبرؑ گم
گھٹنیوں جا کے تمہی اے علیؑ اصغرؑ دیکھو

تعزیہ دار جو مر جاتا ہے روتے ہیں حسینؑ
مومنو الفتِ فرزندِ پیمبرؐ دیکھو

شاہؑ نے تیغ جو کھینچی تو پکارے جبریلؑ
ہے مرے پاس شہادت کا یہ محضر دیکھو

شہؑ نے اعدا سے کہا ہے یہی دعوت کا طریق ق
تم مری سمت ذرا آنکھ ملا کر دیکھو

بچے مرتے ہیں مرے تم نہیں دیتے پانی
کہہ نہ بیٹھوں کہیں یا ساقیِ کوثر دیکھو

کہا زینبؑ نے کہ دو عون و محمد کو رضا
ان کے بچپن کو نہ اے میرے برادر دیکھو

کہا عابدؑ نے یہ زینبؑ سے دمِ دفنِ پدر
قبر میں روتے ہیں سر ننگے پیمبرؐ دیکھو

ہر گھڑی کہتی تھی امِ سلمہؑ سے صغرؑیٰ
میرے لینے کو نہ آئے علی اکبرؑ دیکھو

حیف بازاریوں سے کہتے تھے یوں اہلِ جفا
کنبہ زہراؑ کا ہے بے مقنع و چادر دیکھو

ماں سے اکبرؑ نے کہا رونا نہ تم چلا کے
تم سے آزردہ میں ہو جاؤں گا مادر دیکھو

مشک پر تیر لگا جب تو پکارے عباسؑ
یا حسینؑ اپنی سکینہؑ کا مقدر دیکھو

سرِ شہؑ سے کہا عابدؑ نے کہ بابا فریاد ق
ناتوانوں کو یہ پہنایا ہے زیور دیکھو

دیکھو زنجیر کو اور سوجے ہوئے پاؤں مرے
دیکھو گردن مری اور طوق کا لنگر دیکھو

زانوے شمر کہاں سینۂ شبیرؑ کہاں — اے محبو ستمِ چرخِ بد اختر دیکھو
ذبح جب ہوتے تھے شہؑ کہتی تھی حیدرؑ سے بتولؑ — بوسہ گاہِ نبویؐ دیکھو یہ خنجر دیکھو
گر خوشی تم کو وقارِ ابدی کی ہے دبیر
جلد چل کر نجفِ اشرفِ حیدرؑ دیکھو

O

دل پہ میرے زخم ہے مجرائی اُس تلوار کا — جس سے سر زخمی ہوا ہے ہے حیدرِ کرّار کا
اے سلامی دیکھ رتبہ حیدرِؑ کرار کا — ہاتھ ہے غفار کا سر احمدِؐ مختار کا
نحس نے ماہِ مبارک میں کیا خونِ علیؑ — مٹ گیا نام و نشاں سادات کی سرکار کا
عید سے نور روز پہلے شیعوں کو محزوں کیا — ظلم تازہ دیکھو ابنِ ملجم خوں خوار کا
بے ادب نے عین سجدے میں حضورِ ذوالجلال — خون مسجد میں بہایا قبلۂ ابرار کا
مومنوں کے سر سے اُٹھتے ہیں امیرؑ مومناں — سر کھلا ہے سوگ میں ہر شیعۂ دیں دار کا
دستِ ماتم سے نہ کیوں شیعوں کے ہوں سینے فگار — ہو گیا بازو شکستہ احمدِؐ مختار کا
ہائے حیدرؑ کہہ کے سینے پیٹتے ہیں حیدری — نعرہ یہ گھر گھر ہے احمدؐ کے علم بردار کا
بدلے آبِ تیغ کے جلاّد کو شربت دیا — وقت جو دیکھا سخی نے روزے کے افطار کا
وا علیاؑ وا علیاؑ وا علیؑ — آج کل یہ ورد ہے زہراؑ جگر افگار کا
خون سر سے ریش اُس کی رُو سیہ نے سرخ کی — جس کا نقشِ پا تھا طرّہ عرش کی دستار کا
ہے روایت جب کہ مسجد سے علیؑ کو لے چلے — ق — تھا درِ دولت پہ مجمع عترتِ اطہارؑ کا
آ کے رستے میں کہا حیدرؑ سے یہ جبریلؑ نے — ہل رہا ہے عرشِ اعظم حضرتِ غفار کا
ننگے سر روتی ہیں در پر دخترانِ فاطمہؑ — سنتے ہیں رہ گیر نالہ زینبؑ ناچار کا
سن کے یہ بولے علیؑ ہاں جلد جاؤ اے حسنؑ — واسطہ دو سب کو روحِ احمدِؐ مختار کا
ایک دن تھا یہ ادب اور ایک دن تھا یہ غضب — پھرتا تھا بلوے میں کنبہ حیدرِؑ کرار کا
اُونٹ پر سر ننگے زینبؑ اور سناں پر شہؑ کا سر — طوقِ آہن میں گلا تھا عابدؑ بیمار کا
گردشِ نو آسماں سے کیا تشویش اے دبیر
ہے دو عالم میں وسیلہ ہم کو ہشت و چار کا

○

السّلام اے قبرِ زیبائے حسینؑ — نورِ حق خاکِ شفا جائے حسینؑ
اپنے صاحب سے شفاعت کر مری — کربلا میں یاد فرمائے حسینؑ
عرشِ اعظم فرشِ پا اندام ہے — لامکاں ہے قصرِ والائے حسینؑ
پھر نہ کعبے کو نہ یثرب کو گئے — کربلا میں کس گھڑی آئے حسینؑ
زلفوں میں آہستہ کنگھی کرتی تھی — کس قدر زہراؑ تھی شیدائے حسینؑ
کیا قیامت ہے کہ باندھی شمر نے — نیزے سے زلفِ سمن سائے حسینؑ
مر گئے سیدانیوں کے سب عزیز — اے فلک کس کس کو سمجھائے حسینؑ
بیٹا اٹھارہ برس کا جب مؤا — گھر میں دل پکڑے ہوئے آئے حسینؑ
بانوؑ نے زینبؑ سے آہستہ کہا — میرے اکبرؑ کو نہ کیوں لائے حسینؑ
بولے شہؑ شیعوں پہ صدقے کرنے کو — لاؤ اصغرؑ کو بھی لے جائے حسینؑ
شِمر بولا ذبح جب کرتا تھا میں — روتا تھا بالیں پہ بابائے حسینؑ
مرقدِ صغرؑیٰ سے آتی ہے ندا — کیوں مدینے والو گھر آئے حسینؑ
لاشۂ اکبرؑ دکھایا اے فلک — خوب پوری کی تمنائے حسینؑ
کہتی تھی چہلم کو زینبؑ قبر پر — اب یہ ماں جائی کدھر جائے حسینؑ
خیمے سے زینبؑ جو نکلی وقتِ ذبح — کیا کہوں میں کیسے گھبرائے حسینؑ
تشنگی میں روح تازہ ہوتی تھی — شکر خالق تھا مسیحائے حسینؑ
پیاس پر سب کے گواہی دینے کو — نہر پر اب تک ہے سقائے حسینؑ
مرگِ اکبرؑ سے اٹھا دل میں یہ درد — ہائے اکبرؑ کہہ کے چلّائے حسینؑ
ایک دن صغرؑیٰ نے نانی سے کہا — ق — آج میرے خواب میں آئے حسینؑ
دونوں ہاتھوں پر تھی اک ننھی سی لاش — خوں میں ڈوبا تھا سراپائے حسینؑ
اُن پہ بھی لاشے پہ بھی پڑتے تھے تیر — چُپ کھڑے تھے سر کو نہوڑائے حسینؑ
عرض کی میں نے حضورؐ آؤ گے کب ؟ — دیکھ کر منہ میرا شرمائے حسینؑ
رو کے بولے اتنی بھی فرصت نہیں — جو ترے بھائی کو دفنائے حسینؑ
غم نہیں طوفانِ محشر کا دبیر
اپنی کشتی ہے تولّائے حسینؑ

○

رہے جو مُجرئی شہؑ کے فغاں میں — وہ ہوگا حشر کو باغِ جناں میں
چچا مارے گئے بولی سکینہؑ — میں شرماؤں گی اب خُرد و کلاں میں
نشانِ مرتضیٰؑ کہتا تھا ہر دم — عجب ہی شان ہے شہہؑ کے نشاں میں
فغاں زہراؑ نے کی تب مثلِ بلبل — خزاں آئی جب اس کے بوستاں میں
سکینہؑ سے شبِ عاشور شہؑ نے — کہا ہم کل نہ ہوں گے اس مکاں میں
کہا زہراؑ نے پی لو آبِ کوثر — گیا اصغرؑ جو ہیں باغِ جناں میں
سکینہؑ مر نہ جائے بولے عابدؑ — بندھے اہلِ حرم جب ریسماں میں
کہا زہراؑ نے شاید ہے یہ اکبر — رکھے ہے جو انگوٹھی کودہاں میں
کہا شہؑ نے خدا حافظ اے اصغرؑ — لعیں نے تیر جب جوڑا کماں میں
کہا زینبؑ نے عابدؑ کو نہ مارو — یہی ہے اِک ہمارے خانداں میں
رہے سجادؑ جیتے بعدِ سرورؑ — مگر مشغول فریاد و فغاں میں

دبیرِ خستہ کی ہے عرض شہؑ سے
سخن سرسبز ہو باغِ جناں میں

○

ہے عکسِ گیسوے رُخِ اکبرؑ کہاں کہاں — سنبل کہاں کہاں ہے گلِ تر کہاں کہاں
کوفے میں کربلا میں بقیعی میں طوس میں — مدفوں ہوئے بتولؑ کے دل بر کہاں کہاں
گلزار میں جناں میں ختن میں تتار میں — پھیلی ہے نکہتِ گُلِ حیدرؑ کہاں کہاں
گل میں شفق میں لعل میں خورشیدِ صبح میں — ہے رنگِ خونِ کشتۂ خنجر کہاں کہاں
صفین میں جمل میں اُحد میں تبوک میں — تنہا لڑے ہیں فاتحِ خیبرؑ کہاں کہاں
خورشید میں قمر میں ستاروں میں برق میں — ہے نورِ آفتابِ پیمبرؐ کہاں کہاں
تنور میں شجر میں خزانے میں طشت میں — تھا ایک مصحفِ سرِ سرورؑ کہاں کہاں
فرقِ عدو میں سینے میں جوشن میں زین میں — در آئی ذوالفقارِ دو پیکر کہاں کہاں

بغداد میں عراق میں خیبر میں شام میں
تھے جمع قتلِ شہؑ کو ستم گر کہاں کہاں
یثرب میں نینوا میں یمن میں مدینہ میں
تھا قتلِ شہؑ کا شیون و محشر کہاں کہاں
دنیا میں آخرت میں سقر میں بہشت میں
ہے اختیارِ حیدرؑ صفدر کہاں کہاں
دربار میں خرابے میں جنگل میں شہر میں
دردا گئی حسینؑ کی خواہر کہاں کہاں
بستی میں جنگلوں میں ترائی میں کوہ میں
شہؑ کو لیے پھرا ہے مقدر کہاں کہاں
دریا میں قتل گاہ میں نیساں میں چاہ میں
حضرت نے ڈھونڈا لاشۂ اکبرؑ کہاں کہاں
مقتل میں خیمہ گاہ میں زنداں میں راہ میں
روئے پدر کو عابدؑ مضطر کہاں کہاں
کوچوں میں اور دھوپ میں شہروں میں دشت میں
مسلم کا کھینچا لاشۂ بے سر کہاں کہاں
غربت میں گھر میں قبر میں محشر میں اے دبیر
آئے مدد کو ساقیِ کوثر کہاں کہاں

O

جز اشک نخلِ غم میں سلامی ثمر نہیں
جس طرح نخلِ شمع کبھی بارور نہیں
بانوؑ لپٹ کے اصغرؑ ناداں کی لاش سے
کہتی تھی : بیبیو مجھے دردِ جگر نہیں
بیٹی نے ہند کی جو کہا ننگے سر ہو کیوں ؟
بولی سکینہؑ بھینا ہمارا پدر نہیں
بابا سے خواب میں یہ سکینہؑ نے عرض کی ق
کیا وجہ ہے کہ جسمِ مقدس پہ سر نہیں
شہؑ نے کہا فدا کیا امت پہ ہم نے سر
اپنے یتیم ہونے کی تم کو خبر نہیں
کیا قہر ہے کہ شاہؑ کے سینے پہ چڑھ کے شمر
کہتا تھا آہ فاطمہؑ کا مجھ کو ڈر نہیں
اصغرؑ کو اس نے تیر جو مارا تو بولے شاہؑ
اے حرملہ مگر کوئی تیرا پسر نہیں
جلتا تھا جب کہ خیمۂ شہؑ کہتے تھے مَلک
بے جرم یوں جلا کسی مہماں کا گھر نہیں
اصغرؑ کی لاش لائے جو شہؑ بانو نے کہا
لے جاؤ اس کو تم مجھے تابِ نظر نہیں
کہتے تھے لوگ دیکھ کر اکبرؑ کی شکل کو
قدرت ہے یہ خدا کی جمالِ بشر نہیں
صغریٰ شبِ فراق میں گھبرا کے کہتی تھی
اے رات کیا جہان میں تیرے سحر نہیں
گر خوف تجھ کو آتشِ دوزخ کا ہے دبیر
داغِ غمِ حسینؑ سے بہتر سپر نہیں

جلوہ ہے جو غبارِ درِ بوترابؑ میں
اے مجرئی وہ نور کہاں آفتاب میں

پڑھ مجرئی سلام وہ شہؑ کے جناب میں
لکھیں فرشتے جس کو بیاضِ ثواب میں

ہیں اشکِ مجرئی سے یہ گوہر حجاب میں
وہ ہیں نہاں صدف میں صدف بحرِ آب میں

رہتا تھا آمد آمدِ اکبرؑ کا جو خیال
آنکھیں نہ بند ہوتی تھیں صغریٰ کی خواب میں

نسبت کسی نے دی ہے عرق سے جو شاہؑ کی
اُس روز سے ہوئی ہے یہ خوشبو گلاب میں

اہلِ مدینہ بولے کہ بے سر ہوا حسینؑ
رونے کا غل ہے قبرِ رسالت مآبؑ میں

زینبؑ نے پوچھا بھائی کے زخموں کا جو شمار
ق سجادؑ نے کہا یہ پھوپھی کے جواب میں

ہیں اب تو زخم نُہ صد و پنجاہ و یک ہزار
باقی حساب ہوئے گا روزِ حساب میں

سینہ پہ بیٹھا راکبِ دوشِ نبیؐ کے شمر
روزِ دہم زمانہ تھا کیا انقلاب میں

آبِ رواں کفن ہوا مسلمؑ کے بیٹوں کا
لاشے بہائے ان کے جو حارث نے آب میں

کہتی تھی بانوؑ دونوں مرے لال مر گئے
اک بچپنے میں دوسرا سنِ شباب میں

کہتے تھے شہؑ مزا تھا جو زہراؑ کے شیر کا
لذت وہی ہے خنجرِ براں کی آب میں

حُر جب چلا اُدھر سے کہا یا علیؑ مدد
جاتا ہوں فوجِ سبطِ رسالت مآبؑ میں

آئی ندا کہ خوف نہ کر اے مرے رفیق
حیدرؑ ترے جلو میں ہے زہراؑ رکاب میں

شہؑ نے کہا کہ روئے وہ اکبرؑ کے واسطے
فرزندہ جس کا فوت ہو سنِ شباب میں

پیاسا گیا جہاں سے یہ کون اے فلک
دریا کی موج موج ہے جو پیچ و تاب میں

تھے مالکانِ چادرِ تطہیر بے ردا
یارو زمانہ اُن پہ تھا کیا انقلاب میں

روتی تھی جب سکینہؑ کو سمجھاتا تھا یہ شمر
اب تو پدر کو اپنے نہ پائے گی خواب میں

انجام حُر کا دیکھو تو اللہ رے نصیب
اوّل ہے نامِ حُر شہدا کے حساب میں

ٹکڑے ہوا وہ مصحفِ ناطق ہزار حیف
جس کے پدر کا وصف ہے اُمّ الکتاب میں

زلفِ سرِ حسینؑ بندھی چوبِ نیزہ سے
سنبل ہے اس قلق سے سدا پیچ و تاب میں

یہ کہہ کہ چونک اٹھی ہوئے بیدار میرے بخت
دیکھا جو شاہِ دیں کو سکینہؑ نے خواب میں

رَن میں جلے وہ شہؑ کے خیامِ فلک شکوہ
تارِ شعاع صرف تھے جن کے طناب میں

کر کر یہ آہ بار شرر بار اے دبیر
تابندہ برق ہوتی ہے اکثر سحاب میں

○

مجرئی گوشہؑ کو وقتِ ذبح غش آیا کیا
نعرۂ اللہ اکبر پر وہ فرمایا کیا

کاٹ کر شہؑ کا گلا دکھلا کے خنجر خوں بھرا
زینبؑ بے کس کو شمرِ نحس پٹوایا کیا

جس پہ زہرا بوندیاں پڑنے نہ دیتی تھی کبھی
اس پہ مینہ تیروں کا ابرِ ظلم برسایا کیا

لی نہ تو نے بھی خبر اے ابرِ رحمت وا دریغ
فاطمہؑ کا باغ بے آبی سے مرجھایا کیا

چشمۂ کوثر لٹائے گا قیامت میں جو آہ
لشکرِ ظالم اسے پانی سے ترسایا کیا

ہائے وہ سائل ہوا پانی کا فوجِ شام سے
جس کے آگے سب زمانہ ہاتھ پھیلایا کیا

جب تلک پایا سکینہؑ کے نہ مردے نے کفن
لاشۂ عباسؑ بھی دریا پہ تھرایا کیا

صبر کہتے ہیں اسے سجادؑ سب کے سامنے
سر جھکائے ہاتھوں کو رسّی سے بندھوایا کیا

آلِ احمد کو جو شیریں نے اُڑھائیں چادریں
عابدؑ بیمار کیا غیرت سے شرمایا کیا

کشتگانِ کربلا کی جاں نثاری جب سنی
جس کو تھی الفت پیمبرؐ سے وہ پچھتایا کیا

فاتحہ اس کا نہ دنیا میں ہوا چالیس دن
میوہ جس کے واسطے روح الامیں لایا کیا

قید میں زینبؑ جو تھی اس کی تسلی کو مدام
خواب میں ہر شب علیؑ کا لاڈلا آیا کیا

سینۂ شبیرؑ پر بیٹھا رہا جب تک شقی
گنبدِ قبرِ رسولؐ اللہ تھرّایا کیا

بے کسی مسلم کی ہے رونے کی قابل مومنو
طائروں نے بھی نہ جس کی لاش پر سایا کیا

جب فرنگی شاہؑ پر صدقے ہوا تو دیر تک
شیرِ حق اپنے گلے سے اس کو لپٹایا کیا

پاک کر دے گا وہ تجھ کو معصیت سے اے دبیر
جس پہ نازل حق نے ہے تطہیر کا آیا کیا

○

گو کہ اے مجرئی وہ تشنہ دہن کتنے ہیں
پُرخوش انصارِ شہنشاہِ زمن کتنے ہیں

بھانجے فوج میں در آئے تو بولے شبیرؑ
یہ جری نامِ خدا دیکھو بہن کتنے ہیں

سُرخ منہ دیکھ کے قاسمؑ کا کہا مادر نے
بعد مرنے کے بھی خوش ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

عید کا روز جو آیا تو کہا صغریٰؑ نے
آج یاد آتے ہمیں شاہِ زمن کتنے ہیں

کہا زہراؑ نے خزاں ہو گیا اک میرا ہی
ورنہ دنیا میں تو سرسبز چمن کتنے ہیں

بانوؑ زینبؑ سے یہ زنداں میں بیاں کرتی تھی
مجھ کو یاد آتے میرے غنچہ دہن کتنے ہیں

کہا عباسؑ نے مشکیزہ کا حافظ اللہ
مجھ اکیلے پہ یہاں تیر فگن کتنے ہیں

کہا بانوؑ نے خدا خیر کرے اصغرؑ کی
شہِ دلگیر پہ اب تیر فگن کتنے ہیں

آیا بشاش بنا رن میں تو یوں بولی قضا
آپ خوش مرنے پہ اے ابنِ حسنؑ کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے بھلا دے گا غمِ اکبرؑ سب
گو کہ سینے پہ میرے داغِ کہن کتنے ہیں

آیا فردوس میں جب حُر تو کہا زہراؑ نے
میرے پیارے یہ کہو رنج و محن کتنے ہیں

کہا عابدؑ نے کہ بابا تو گئے جنت کو
اور ہمیں یاں الم و طوق و رسن کتنے ہیں

کہا قاصد نے کہ پہچانی نہیں جاتی شکل
بولے شہؑ ہم پہ ہوئے رنج و محن کتنے ہیں

یوں ملک کہتے تھے ہر زخم پہ ہے شکرِ خدا
دیکھو راضی برضا شاہِ زمن کتنے ہیں

اہلِ کیں کہتے تھے اللہ رے حواس و جرأت
متصل شاہؑ پہ ہفتاد و دو تن کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے کہ کب عہدہ برآئی ہو گی
ان کے نزدیک یہ ہفتاد و دو تن کتنے ہیں

حُر سے مصعب نے کہا عہدہ برآ ہوں کیوں کر
تیغ زن کتنے ہیں یاں تیر فگن کتنے ہیں

کہا عابدؑ نے سرِ شہ سے زباں دیکھ کے خشک ق
بابا صاحب مرے اب تشنہ دہن کتنے ہیں

وار رد کرتے جو عباسؑ تو کہتا تھا شمر
یاد کیا جانے انھیں جنگ کے فن کتنے ہیں

شاہؑ کہتے تھے وفادار ہیں کیا یاں کے لوگ
میرے جانے سے حزیں اہلِ وطن کتنے ہیں

شہؑ نے زینبؑ سے کہا نام پہ ہوتے ہیں فدا
مجھ پہ عاشق ترے فرزند و بہن کتنے ہیں

لاشِ قاسمؑ سے صدا آئی جو کبریٰؑ آئی
اب تلک مجھ کو ترے رنج دلہن کتنے ہیں

پڑھ اسی طرح کا تو ایک سلام اور دبیرؔ
بیٹھے مشتاق یہاں اہلِ سخن کتنے ہیں

جز ضمیرؔ اور بھلا کون ہے بتلا تو دبیرؔ
ہاں مگر کہنے کو یوں اہلِ سخن کتنے ہیں

حُر جو آیا تو کہا اس سے علی اکبرؑ نے
تیرے مشتاق شہنشاہِ زمن کتنے ہیں.

O

جو دل میں ولائے شہِ مرداں نہیں رکھتا
مُجرائی وہ گنجینۂ ایماں نہیں رکھتا

جو چشم غمِ شاہ میں گریاں نہیں رکھتا
مُجرائی ہو کچھ مرہمِ عصیاں نہیں رکھتا

گر شکل ہی رونے کی بنے خلد ہو واجب
یہ گریہ کسی شکل سے نقصاں نہیں رکھتا

حضرتؑ نے کہا حر سے کہ بھائی تجھے کیا دوں
ق دولت کوئی جز گنجِ شہیداں نہیں رکھتا

وہ بولا دعا دو کہ رضامند ہوں زہراؑ
کچھ اور ہوس آپ کا مہماں نہیں رکھتا

مسلم کے یتیموں نے کہا کھا کے طمانچے
حارث ہمیں دو دن بھی تُو مہماں نہیں رکھتا

سینے پہ نبیؐ زادے کے اسوار ہوا شمر
یہ ظلم روا کوئی مسلماں نہیں رکھتا

زہراؑ نے کہاں لاش سے مجرا کرو شبیرؑ
لاشے نے کہا ہاتھ مئیں اماں نہیں رکھتا

اکبرؑ نے کہا رکھ کے انگوٹھی کو دہن میں
ہے یہ تو وہ خاتم کہ سلیماںؑ نہیں رکھتا

جب ذبح ہوئے سجدے میں دو روز کے پیاسے
شہؑ بولے کہ اب دل میں کچھ ارماں نہیں رکھتا

صدقے رفقا ہوتے ہیں شہؑ دیتے ہیں جنت
گردن پہ سخی ایک کا احساں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا چاک کروں کیا غمِ شہؑ میں
دامن نہیں رکھتا میں گریباں نہیں رکھتا

حاکم جو ہنسا رونے پہ زینبؑ کے وہ بولی
ہے ہم کو یقیں یہ کہ تو ایماں نہیں رکھتا

رکھا ہے سرِ مصحفِ ناطق کو تہِ تخت
یوں بے ادبی سے کوئی قرآں نہیں رکھتا

اک روز وہ تھا چادرِ تطہیر تھی مجھ پاس
اک دن یہ ہے چادر سرِ عریاں نہیں رکھتا

کیا ہنستا ہے زینبؑ کی تباہی پہ ستم گر
انسان کے دن ایک سے یزداں نہیں رکھتا

گریاں رہے چالیس برس عابدِؑ بیمار
یوں سوگ پدر کا کوئی انساں نہیں رکھتا

زینبؑ نے کہا شمر سے شہؑ کو تو کیا ذبح
گردن پہ مرے خنجرِ براں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا دفن کروں باپ کو کیوں کر
یہ غم مجھے ایسا ہے کہ پایاں نہیں رکھتا

مرقد ہے نہ تابوت ہے نے گور و کفن ہے
ساماں کوئی میں بے سر و ساماں نہیں رکھتا

بانو غمِ اکبرؑ میں یہ کہتی تھی تڑپ کر
یہ درد ہے وہ درد کہ درماں نہیں رکھتا

عابدؑ نے کہا لختِ جگر کیا مرے کم ہیں
میں پھول سرِ گورِ غریباں نہیں رکھتا

جنت میں دبیر آپ کی خدمت میں ہو یا شاہؑ
بس اور تمنا یہ ثنا خواں نہیں رکھتا

O

جو سلامی شہِ والا کا ثنا خواں ہوگا — اس کا ہر ایک سخن گوہرِ غلطاں ہوگا

جو نبیؐ زادے کے سینے پہ چڑھا تیغ بہ کف — مجھ کو حیرت ہے کہ وہ کیسا مسلماں ہوگا

بولے عباسؑ سے شہؑ پانی پلاؤ حُر کو — بھائی اک دن شہِ بے کس کا یہ مہماں ہوگا

مومنو گر غمِ عباس میں تم روؤ گے — بخدا روحِ سکینہؑ پہ یہ احساں ہوگا

لے کے زینبؑ کی ردا شمر نے ہنس کر یہ کہا — اب تو محبوبِ خدا چاک گریباں ہوگا

شاہؑ کہتے تھے کہ ہے سب کو شہادت کی خوشی — علی اصغرؑ بھی ترا کشتۂ پیکاں ہوگا

کربلا میں ہوئے وارد جو پیمبرؐ تو کہا — یہیں شبیرؑ تہِ خنجرِ بُراں ہوگا

کہتی تھی مادرِ قاسمؑ یہ خبر تھی نہ مجھے — بیاہ میں مرنے کا نوشاہ کو ارماں ہوگا

عرش سے آئی ندا جب ہوئے پیدا شبیرؑ — یا محمدؐ یہ پسر شاہِ شہیداں ہوگا

بانوؑ کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت — کہ مجھے ڈھونڈھتا واں اصغرِ ناداں ہوگا

کہا مسلمؑ نے میری قبر پہ جُز شمع و چراغ — کون غم خوار ہے جو بیٹھ کے گریاں ہوگا

سحرِ قتل یہ فردوس میں کہتے تھے ملک — آج تاراج پیمبرؐ کا گلستاں ہوگا

ذبح قاسمؑ کو جو بے خوف کیا اَعدا نے — یہ نہ سمجھا کہ حسنؑ خون کا خواہاں ہوگا

شاہؑ نے لاشۂ اصغرؑ کو لٹا کر یہ کہا — آ کے اب شیرِؑ خدا تیرا نگہباں ہوگا

جب تو لد ہوئی زینبؑ تو علیؑ نے یہ کہا — اس کا سر بلوۂ بازار میں عریاں ہوگا

حُر کی لیتی تھیں بلائیں شبِ عاشور بتولؑ — یعنی یہ صبح مرے لال پہ قرباں ہوگا

عزت و قدر ہماری وہی سمجھے گا دبیر
صدق دل سے جو غلامِ شہِ مرداں ہوگا

O

مجرئی جب ہوا پامال چمن زہراؑ کا — ہو گیا چاک گریبان کفن زہراؑ کا

کہا احمدؐ نے کہ شبیرؑ پہ وہ ظلم ہوا — کہ مجھے بھول گیا رنج و محن زہراؑ کا

کہا زینبؑ نے کہ شبیر کا کیوں داغ دیا — غم تھا مجھ کو ابھی اے چرخِ کہن زہراؑ کا

جب نبیؐ بولے چلو جلد تو یوں بولی بتولؑ ق — بابا صاحب ذرا سنیے تو سخن زہراؑ کا

میرا شبیرؑ تو ہے یاں میں چلوں واں کیوں کر
گھر یہی اب تو ہے اور ہے یہ وطن زہراؑ کا

کہا کلثومؑ سے زینبؑ نے ہوئے ذبح جو شاہؑ
خُلد میں ہوئے گا کیا حال بہن زہراؑ کا

شاہؑ فرماتے تھے زینبؑ سے وہی ہے گفتار
تجھ میں واللہ کہ ہے صاف چلن زہراؑ کا

اپنے گر زورِ یدِ اللّٰہی پہ آجاتا وہ
ہو تا شوہر نہ گرفتارِ رسن زہراؑ کا

روحِ زہراؑ یہی کہتی تھی سرِ سرورؑ سے
تم بھی کچھ دیکھتے ہو رنج و محن زہراؑ کا

دیکھ کر خشک زباں تیری ہر اک دم ہر آن
حال متغیر ہے اے غنچہ دہن زہراؑ کا

کہا زینبؑ نے نہ کیوں سم ہو مجھے شربتِ زیست
یعنی فرزند ہو جب تشنہ دہن زہراؑ کا

دھوم تھی شام میں ہاں بہرِ تماشا آؤ
کنبہ آتا ہے گرفتارِ رسن زہراؑ کا

شہؑ نے زینبؑ سے کہا شکر ہی کیجو ہردم
ہاتھ سے دیجو نہ تم اپنے چلن زہراؑ کا

لاشیں میداں میں لرز جاتی تھیں ان کے غم سے
رونا جب سنتے تھے ہفتاد دو تن زہراؑ کا

لاشِ اکبرؑ پہ نبیؐ آئے تو یوں بولی بتولؑ
یہ بڑا پوتا ہے اے شاہِ زمن زہراؑ کا

حوضِ کوثر پہ یہی کہتی تھی حیدرؑ سے بتولؑ
کیا کروں پیاسا ہے یہ غنچہ دہن زہراؑ کا

پی کے سم گلشنِ جنت کو سدھارا وہ دبیر
تھا بڑا سب سے جو فرزند حسنؑ زہراؑ کا

○

فصلِ خزاں جو گلشن شاہِؑ زمن میں ہے
مجرائی گُل دریدہ گریباں چمن میں ہے

صغرٰیؑ یہ انتظارِ امامِ زمن میں ہے
وا اس کی چشم مُجرئی اب تک کفن میں ہے

کہتے تھے شاہ ہم کو عدن میں ملے گا چین
آرام از برائے مسافر وطن میں ہے

عشقِ حسینؑ والفتِ زینبؑ سے فاطمہؑ
زندانِ شام میں ہے کبھی گاہ رن میں ہے

پھولوں سے کیوں نہ دامنِ صحرا بھرے تمام
گُل چیں قضا رسولؐ خدا کے چمن میں ہے

اے مومنو بلند کرو شور وشین کو
زہراؑ کی روح پیٹ رہی انجمن میں ہے

اکبرؑ کا دیکھ چاہ ذقن بول اُٹھے عدو
آبِ حیات شہؑ اسی چاہِ ذقن میں ہے

پانی بتولؑ لائی تو اصغرؑ اشارے سے
بولا کہ آبِ تیر کی لذت دہن میں ہے

کیا احتیاج گورِ غریباں پہ شمع کی
روشن چراغِ داغِ جگر ہر کفن میں ہے

کہتی تھیں گلشنِ شہداؑ میں یہ قمریاں
سروِ ریاضِ فاطمہؑ بھی اس چمن میں ہے

زینبؑ یہ بولی شاہؑ گھرے جب سپاہ میں
خورشید آسمانِ امامت گہن میں ہے

پامال لاشِ سبطِ نبیؐ جو ہوئی ہے آہ
جنت میں درد شیرِؑ خدا کے بدن میں ہے

مت ذبح کر یہ شمر سے کہتے تھے مصطفیٰؐ
باقی یہ اک حسینؑ فقط پنجتن میں ہے

ارماں بیاہ کا بھی ہے اور شوقِ مرگ آہ ق
کیا کیا نہ آرزو دلِ ابنِ حسنؑ میں ہے

پروانہ ساں ہے ایک تو اک شمع ساں خموش
صحبت عجیب طرح کی دولہا دلہن میں ہے

نوشاہ تو حسنؑ کی طرح سے ہے کم سخن
مظلومیت حسینؑ کی بالکل دلہن میں ہے

سبطِ نبی پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کلمہ گو
روزن پہ روزن ابنِ علیؑ کے بدن میں ہے

عابدؑ کو دیکھ مجلسِ حاکم میں بولے سب
شمعِ حرمِ لم یزلی انجمن میں ہے

دیکھا جو شہؑ نے مڑ کے سوئے خیمہ وقتِ ذبح ق
سمجھا یہ شمر کچھ دلِ شاہِؑ زمن میں ہے

پوچھا شقی نے دیکھتے ہو کس لیے ادھر؟
شہ نے کہا کہ دھیان ہمارا بہن میں ہے

مشکل کشائی کیجیے سجادؑ نے کہا
یا مرتضیٰ علی مری گردن رسن میں ہے

صغریٰؑ یہ بولی آئی ہے قاسمؑ پہ کچھ بلا
رونے کا غلغلہ جو مزارِ حسنؑ میں ہے

رومال جو بتولؑ کا ہے حلق پر بندھا
بوئے ردائے فاطمہؑ حر کے کفن میں ہے

کہتے تھے شہؑ سند ہے شہادت کی روزِ حشر
خوں جا بجا لگا جو مرے پیرہن میں ہے

پیکاں نہیں لگی اسی حیرت سے مومنو
انگلی ہر ایک زخم نے رکھی دہن میں ہے

عابدؑ غمِ پدر میں یہاں تک ہوئے ضعیف
مثلِ حباب کچھ نہیں ان کے بدن میں ہے

زلفوں کو دیکھ عارضِ اکبرؑ پہ بولے سب
دیکھو کہ آفتاب لباسِ گہن میں ہے

گر دعوائے زباں ہے تو جوں شمع اے دبیر
درکار خامشی تجھے ہر انجمن میں ہے

O

وقفہ عباسؑ کو مجرائی قضا نے نہ دیا
پانی اولادِ پیمبرؐ کو پلانے نہ دیا

اس کو مجرا ہے وطن میں جسے جانے نہ دیا
سر جو سجدے میں تھا قاتل نے اٹھانے نہ دیا

رنج شیریں کو یہی تھا کہ مجھے اعدا نے
سر پہ سادات کے چادر کو اڑھانے نہ دیا
کہا زہراؑ نے کہ رنج اتنا ستم گرنے دیا
مجھے شبیرؑ کو چھاتی سے لگانے نہ دیا
کہا بانوؑ نے مجھے بے سروسامانی نے
رنڈسالا بھی تو کبراؑ کو پنہانے دیا
شاہؑ کہتے تھے ہوا قتل جواں اکبرؑ ہائے
ق آکے پرسا مجھے محبوبِ خدا نے نہ دیا
آئی آوازِ نبیؐ دردِ جگر نے پیارے
باغِ فردوس سے تم تک مجھے آنے نہ دیا
بولی زینبؑ کہ میں ماں جائے کا چہلم کرتی
اتنا مقدور مجھے ہائے خدا نے نہ دیا
شہؑ کو لاشہ حسنِؑ خستہ کا ملعونوں نے
پہلوے قبرِ پیمبرؐ میں لٹانے نہ دیا
مالکِ حشر کیا سرورِ کونین کیا
کون سا رتبہ شہِ دیں کو خدا نے نہ دیا
رحم اس لشکرِ بے پیر کو آیا نہ ذرا
کون سا واسطہ شاہؑ شہدا نے نہ دیا
دفن کرتا تھا جو مُردوں کو غریبوں کے سدا
اس کے بیٹے کو کفن اہلِ جفا نے نہ دیا
ہاتھ سجادؑ کے رسی سے لعیں نے باندھے
لاشہ بیمار کو سیدؑ کا اٹھانے نہ دیا
مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں گل ہیں چمن میں خنداں
غم کا پیغام مگر ان کو صبا نے نہ دیا
ذبح پیاسا کیا اور لاش پہ گھوڑے دوڑائے
شاہؑ کو کون سا دکھ اہلِ جفا نے نہ دیا
کربلا دیکھیے کس روز پہنچتے ہیں دبیر
اب تلک تو ہمیں تقدیر نے جانے نہ دیا

O

مُجرئی یوں کوئی باندھے نہ گنہ گار کے ہاتھ
شمر نے باندھے تھے جس زور سے بیمار کے ہاتھ
لاشِ اکبرؑ پہ کھڑے سینہ و سر پیٹتے تھے
کون تھا تھام لے جو سیدِ ابرار کے ہاتھ
ماتمِ شاہِؑ شہیداں کی بزرگی دیکھو
فاطمہؑ چومتی ہے آکے عزادار کے ہاتھ
شہؑ کا سر کاٹا سکینہؑ کو طمانچے مارے
ہوگئے خشک نہ کیوں شمرِ ستم گار کے ہاتھ
ہتھکڑی پہنی امامت ہوئی جب ان کو نصیب
پہلی بیعت یہ لگی عابدِؑ بیمار کے ہاتھ
شمر سے کم تھا شتربان بھی نہ جلاّدی میں
اس نے سر کاٹا اور اس نے شہِؑ ابرار کے ہاتھ
آکے حیدرؑ نے عجب واقعہ دیکھا رن میں
نہ علمدارؑ کے تھے ہاتھ نہ سردارؑ کے ہاتھ
شہؑ کا نقشہ قلمِ صنع نے بے سر کھینچا
ید قدرت نے بنائے نہ علمدارؑ کے ہاتھ

عرض کی حُر نے دمِ نزع کہ روکا تھا تمھیں ق
باندھ دو اے شہؑ دیں اپنے گنہ گار کے ہاتھ

جا کے جنت میں کہوں گا میں شہِؑ مرداں سے
یا علیؑ کھول دو اس بے کس و ناچار کے ہاتھ

شہؑ نے فرمایا میرے دوست یہ کیا کہتا ہے
کوئی بھی باندھتا ہے یارِ وفادار کے ہاتھ

کھا کے پیکاں بہت آغوش میں تڑپا لیکن
شہؑ کی گردن میں رہے اصغرؑ دل دار کے ہاتھ

سر کے بالوں سے بھی منھ کو نہ چھپانے پائیں
شمر نے باندھے تھے سب عترتؑ اطہار کے ہاتھ

یدِ قدرت نے جو عباسؑ کی کھینچی تصویر
کچھ سمجھ کر کیے موقوف علمدار کے ہاتھ

دستِ عباس علیؑ کاٹ کے بولا نوفل
لو قلم میں نے کیے حیدرِؑ کرار کے ہاتھ

رو کے کہتی تھی سکینہؑ میں بلائیں لوں گی
کوئی دریا سے اٹھا لائے علمدارؑ کے ہاتھ

بعد اکبرؑ کے تڑپتا تھا جو دل سینے میں
بس جگر ہی پہ رہے بانوے ناچار کے ہاتھ

بھوکے پیاسے رہے زنداں میں حرم واہ رے صبر
پر نہ پھیلایا کبھی سامنے کفار کے ہاتھ

پھر جو باندھا تو انھیں اور بھی کس کر باندھا
شمر نے کھولے بھی گر عابدِؑ بیمار کے ہاتھ

ننھی سی قبر نہ اصغرؑ کے چھڑکتے پانی
پانی اتنا بھی نہ آیا شہِؑ ابرار کے ہاتھ

شِمر سینے پہ چڑھا جب تو دعا کی خاطر
طرفِ قبلہ اُٹھے سید شہؑ ابرار کے ہاتھ

خوف کیا دشمنِ بے دیں کا دبیرؔ غم گیں
آبرو تیری ہے ہر دم شہِؑ ابرار کے ہاتھ

O

مجرائی اس سکینہؑ کے باندھے رسن میں ہاتھ
رہتے تھے جس کے گردنِ شاہِؑ زمن میں ہاتھ

جس کا رہے سلام امامِؑ زمن میں ہاتھ
بہرِ دُعا بلند کریں شہؑ کفن میں ہاتھ

اے مجرئی بندھیں جو حرم کے رسن میں ہاتھ
مشکل کشا نہ غم سے ملیں کیوں کفن میں ہاتھ

صغراؑ نے خط میں شاہؑ کو تاکید یہ لکھی
کھانا سفر میں کھانا تو دھونا وطن میں ہاتھ

رونے کی جا ہے شادیٔ کبریٰؑ کا انقلاب
کنگنے میں شب کو ہاتھ تھا دن کو رسن میں ہاتھ

لاریب شش جہت میں وہی سر بلند ہے
جو سر پہ مارتا ہے غمِ پنجتنؑ میں ہاتھ

کھینچی ازل کے روز جو عباسؑ کی شبیہ
نقاشِ صنع نے نہ بنائے بدن میں ہاتھ

کنگنا بندھا جو ہاتھ میں کبریٰ کے بولی مرگ
واحسرتا بندھیں گے یہی کل رسن میں ہاتھ

بزمِ یزید میں گئے شانہ بندھے حرم
کیوں کر ملیں نہ شیعہ ہر اک انجمن میں ہاتھ

بولی بتولؑ عرش نہ جب تک ہلاؤں گی
ہرگز قرار سے نہ رہیں گے کفن میں ہاتھ

سجادؑ بولے شکرو دعا کس طرح کروں
طوقِ گراں میں میرا گلا ہے رسن میں ہاتھ

کہتے تھے شانہ چوم کے عباسؑ کا علیؑ
کٹوائیو غلامیِ شاہِؑ زمن میں ہاتھ

پانی سرشکِ صاحبِ ماتم سے دیں اگر
پیدا ہوں شاخِ گل کے عوض ہر چمن میں ہاتھ

آتی تھی نوجوانیِ اکبرؑ جو ان کو یاد
سب نوجوان ملتے تھے رو کر وطن میں ہاتھ

عابدؑ کے ہاتھ کی یہ لکیروں میں تھا لکھا
اک روز بے گناہ بندھیں گے رسن میں ہاتھ

سجادؑ بولے خلقِ خدا لعن کرتی ہے
کس کس کے اے یزید تو دے گا دہن میں ہاتھ

جب تک نہ ہوئے علم سے کچھ بہرہ اے دبیر
کوئی نہ ڈالے مرثیہ گوئی کے فن میں ہاتھ

O

کیوں نہ پھر آہ کہ گذریں فلکِ پیر سے تیر
پار مجرئی جب ہوں تنِ شبیرؑ سے تیر

چل رہے تھے یہ پیاپے صفِ بے پیر سے تیر
جا کے مل جاتا تھا اے مجرئی جو تیر سے تیر

شہؑ سے اصغرؑ نے اشارہ کیا زخمی ہو کر
ہے فزوں ذائقے میں ذائقۂ شیر سے تیر

چھے مہینے کا تو سن اور جدائی ماں کی
وا دریغا کہ ملا گردنِ بے شیر سے تیر

شاہؑ کہتے تھے ہوئے روزِ ازل جب تقسیم
میرے لشکر کو ملے لشکرِ بے پیر سے تیر

ہم کو شمشیر ملی نیزہ علی اکبرؑ کو
ہاتھ اصغرؑ کے لگا خواہشِ تقدیر سے تیر

سینہ نیزوں کی طرف چشم کماں داروں پر
شاہؑ کھاتے تھے عجب عزت و توقیر سے تیر

رفقا کہتے تھے دیتے ہیں یہ پیغامِ بہشت
بخدا خوب ہیں ہم کو زرہ جاگیر سے تیر

مومنو شوقِ جراحت یہ دلِ شاہؑ میں تھا
نہ گرا خاک پہ کوئی تنِ شبیرؑ سے تیر

بولی زہراؑ کہ کیا جسم یہ سارا غربال
کیا نہ آگہ تھے میرے لال کی توقیر سے تیر

بولے عابدؑ کے مرے ہاتھ نہ باندھو یارو
کہ نکالوں گا میں لاشِ شہِ دلگیر سے تیر

آئی آواز کہ واری نہ کرو فکر ذرا
فاطمہؑ کھینچ رہی ہے تنِ شبیرؑ سے تیر

تنِ شبیرؑ پہ ناوک یہ لگے تھے پیہم
کہ جگہ بیٹھنے کی مانگتا تھا تیر سے تیر

شمر سے کہتے تھے عابدؑ کہ مرے نالے سے
ہوں مقابل نہ مرے آہ کی تاثیر سے تیر

جابجا اس میں یہ سوراخ نہیں ہیں ظالم
ہیں مری آہ کے گزرے دلِ زنجیر سے تیر

شاہؑ کہتے تھے کہ انگشتِ شہادت ہیں یہ
آگہی رکھتے ہیں کفار کی تقصیر سے تیر

شہؑ نے فرمایا لکھوں عرضی صغریٰؑ کا جواب
گر نہ برسیں کوئی دم لشکرِ بے پیر سے تیر

گو سیاہی نہیں ہیں زخم دواتِ شنجرف
خامے کی طرح تراشوں ابھی شمشیر سے تیر

سینۂ دشمنِ حیدرؑ کو یہ کرتے ہیں فگار
اے دبیر اب تو خجل ہو مری تقریر سے تیر

O

سلام اس پہ جو پہنے ہے ناتواں زنجیر
قدم ہیں جتنے نحیف اتنی ہے گراں، زنجیر

ہمیشہ کیوں نہ کرے مجریٰ فغاں زنجیر
پڑی تھی پاؤں میں عابدؑ کے کیا گراں زنجیر

رواں ہے خونِ قدم جو خراشِ آہن سے
بسانِ چشم ہے حلقوں سے خوں فشاں زنجیر

فلک نے ربط دیا آہ نور و ظلمت کو
کہاں امامؑ کے وہ پاؤں اور کہاں زنجیر

بیان کرتے تھے عابدؑ کو دیکھ کر رہ رو
ہے رسمِ تازہ کہ پہنے ہے ساربان زنجیر

وہ نالہ کرتے تو زین العبادؑ فرماتے
خموش پاؤں ہمارے ہے درمیاں زنجیر

اسیرِ ماتمِ عابدؑ ہوا ہے چرخ اسیر
ہلال طوق بنا ہے تو کہکشاں زنجیر

سرِ حسینؑ یہ کہتا تھا حالِ عابدؑ پر
کہاں یہ پاؤں کہاں آبلے کہاں زنجیر

ہزار حیف عجب کشمکش میں ہیں عابدؑ
یہاں تو طوق اُلجھتا ہے اور وہاں زنجیر

یہ بین لاشۂ اکبرؑ پہ کرتے تھے عابدؑ
اٹھو اٹھو کہ ہے پہنے یہ ناتواں زنجیر

تمھارے حصے میں آہن سے تیغ و تیر آئے
ہمیں نصیب نے پہنائی بھائی جاں زنجیر

نظر پڑا جونہی سامان قید عابدؑ کو
کہا یہ دیکھ کہ نزدیک شامیاں زنجیر

کچھ احتیاجِ سلاسل نہیں نقاہت سے
ہر ایک رگ ہے مری بہرِ استخواں زنجیر

برنگِ نکہتِ گل تھے سبک عناں عابدؑ — مثالِ موجِ ہوا ساتھ تھی رواں زنجیر
ہجومِ اہلِ تماشا کو دیکھ زنداں پر — مریض خاک میں کر لیتا تھا نہاں زنجیر
ہجومِ اہلِ تماشا ہوا جو زنداں پر — حیا سے خاک تماشا میں عابد نے کی نہاں زنجیر
کیا ہے قید جو زین العباد کو ناحق — ہے طوق طعنہٴ غم کرتی ہے فغاں زنجیر
نہیں ہے مومنو عابدؑ کے معجزے سے بعید — عدو پہ صورتِ اژدر جو ہو رواں زنجیر
پکاری فاطمہ صغراؑ کہ یہ نشاں کیسے — پڑی تھی پاؤں میں کیا تیرے بھائی جاں زنجیر
کہا دکھا کے یہ بازو و گردن و پا کو — یہاں رسن تھی یہاں طوق اور یہاں زنجیر
کہا مریض نے ایسی ہی گر نقاہت ہے — گرائے گی یہ زمیں پر کہاں کہاں زنجیر
قضا یہ کہتی تھی طوقِ گلوئے عابدؑ پر — ہزار حیف کہ منت کی تھی یہاں زنجیر
خیال کر خلشِ خارِ پائے عابدؑ سے — برائے صلح پڑی آ کے درمیاں زنجیر
محل سے ہند جونہی آئی قید خانے میں — حیا سے خاک میں زینبؑ نے کی نہاں زنجیر
کہا سکینہؑ نے بھائی کے پاؤں سوجے ہیں — پنھا دے مجھ کو تو اے شمرِ بد گماں زنجیر
اسیر پاؤں سے کہتا تھا جلد جلد اٹھو — صدا قدم سے یہ آتی تھی ہے گراں زنجیر
یہ گرم تھا تپ فرقت سے جسم عابدؑ کا — کہ اس کے قرب سے کہتی تھی الاماں زنجیر

بیادِ عابدؑ بے کس کروں فغاں جو دبیر
تو میری آہِ مسلسل کا ہو دھواں زنجیر

O

مجرئی جب کہ چڑھا شاہؑ کا سر نیزے پر — آفتاب آیا قیامت کا نظر نیزے پر
ہے یہ البتہ کہ ہو نصب سرِ نیزہ پہ پھل — نہ کہ ہو باغِ نبوت کا ثمر نیزے پر
گرمِ ہنگامہ رہا حشر کا ہر ایک قدم — کیا خورشید نے تا شام سفر نیزے پر
کیوں فلک وسعتِ آفاق ہوا اس پہ تنگ — جا نہ باقی رہی اس سر کو مگر نیزے پر
سوزِ ماتم سے وہ خود رفتہ تھے پر ساری راہ — شمع کی طرح تھی زینبؑ کی نظر نیزے پر
دلِ اکبر جو چھدا نیزے سے تو بہرِ شکست — گرہِ نیزہ نے باندھی ہے کمر نیزے پر

دردِ دل پوچھتا کوئی تو سکینہؑ کہتی
اماں ناقے پہ ہیں سر ننگے پدر نیزے پر

پوچھتا کوئی پدر کو تو سکینہؑ کہتی
دیکھو جاتا ہے مرے باپ کا سر نیزے پر

جس نے دیکھا سرِ اکبرؑ کو کہا صلِّ علیٰ
دیکھو ہے برجِ امامت کا قمر نیزے پر

کیوں زمیں خاک پہ احمدؐ کا نواسہ رن میں
کیوں فلک فاطمہؑ کا لختِ جگر نیزے پر

لنگرِ طوق سے گر پڑتے تھے سجادؑ جہاں
رو کے رہ جاتا تھا شبیر کا سر نیزے پر

جن کا شانہ تھا سدا پنجۂ دستِ زہراؑ
گرد آلودہ تھے وہ سنبلِ تر نیزے پر

کربلا سے سرِ شاہِ شہدا کو تا شام
شام نیزے پہ ہوئی اور سحر نیزے پر

نیزہ داروں کو تفاخر تھا جو اپنا منظور
اک سرِ حضرت شبیرؑ تھا ہر نیزے پر

شاخِ گلپر گلِ نوخیز ہے دیکھا اکثر
تھا گلستانِ نبیؐ کا گلِ تر نیزے پر

راہِ تسلیم کا ہراک یہ نشیب اور فراز
تن ادھر، خاک پہ اور سر وہ ادھر نیزے پر

تھا سناں پر جو سرِ قدرتِ حق ہو کے قلم
صادق آیا بہ قضا کلکِ قدر نیزے پر

کیوں نہ پھر عالمِ بالا تہ و بالا ہووے
کہ بدن خاک پہ تھا شاہ کا سر نیزے پر

زلف تھی بستۂ چوب اور سرِ انور بہ سناں
اک جگہ شام میں تھے شام و سحر نیزے پر

سرِ اقدس جو بڑھا قلعہ کو بولی زینبؑ ق
صدقے ماں جائی چلے آپ کدھر نیزے پر

آئی آواز کہ شیریں سے کیا تھا وعدہ
اے بہن جاتا ہوں اس دوست کے گھر نیزے پر

سرِ سردارِ دو عالم کا نہ پوچھو احوال ق
ہوئے چالیس شب و روز بسر نیزے پر

اک روایت میں یہ مضموں ہے رقم ہائے غضب
چھ مہینے رہا زہراؑ کا قمر نیزے پر

جو کہ ہو شیر نیستانِ امامت کا دبیر
کیا غضب ہے کہ ہو اس شیر کا سر نیزے پر

O

ہو خاک سلامی درِ سرورؑ کے برابر — جس در کا ہر ایک ذرہ ہے اختر کے برابر

مشتاق ہیں کیا مرتبۂ ابنِ علیؑ کے — محبوبِ خدا بیٹھے ہیں منبر کے برابر

مجلس میں بتولؑ آئی ہے دو نذر مجھ کو — آنسو ہیں تمھارے اسے گوہر کے برابر

دیتا تھا شتربان کو صدا لاشۂ شبیر — بے رحم ہے تو شمر ستم گر کے برابر

شہؑ بولے کلیجے کا مرے درد وہ جانے — جس کا کہ پسر قتل ہو اکبرؑ کے برابر

زخموں میں یہ لذت تھی کہ خود جاتے تھے شبیرؑ — نیزے کے برابر کبھی خنجر کے برابر

سر ننگے ہوئے قید ہوئے خاک پہ بیٹھے — کوئی نہ لٹے آلِ پیمبرؑ کے برابر

پیاسے جو زباں منھ سے نکالے ہوئے بیٹھے — غش ساقیِ کوثر ہوئے کوثر کے برابر

شبیرؑ سے اعدا نے کہا تیغ نکالو — ق — طاقت ہے تمہیں حیدرِؑ صفدر کے برابر

شہؑ بولے لڑوں کیا کہ تمہیں جانتا ہوں میں — اکبرؑ کے برابر علی اصغرؑ کے برابر

زینبؑ نے کہا ہاتھ لگاؤ نہ لعینو — چادر ہے یہ تطہیر کی چادر کے برابر

ہے دودھ کے کوزوں پہ سدا فاتحہ ہوتا — بے شیر موا کوئی نہ اصغرؑ کے برابر

زہراؑ کے مقدر میں بھی تھا رنج اٹھانا — پر تھا نہ وہ زینبؑ کے مقدر کے برابر

مقنعہ کو جو چھینا بولی دلہن شکر ہے یارب — سایہ ہے ترے لطف کا چادر کے برابر

مظلومیِ شبیرؑ پہ دیتے ہیں گواہی — دس روز محرمؑ کے ہیں محشر کے برابر

کیا قہر ہے سیدانیاں سب ہاتھ کو باندھے — روتی تھیں کھڑی تختِ ستم گر کے برابر

قاتل سے کہا شہؑ نے کہ سر ننگے نہ کیجیو — خواہر کو سمجھتا ہوں میں مادر کے برابر

تھی یاد سکینہؑ کی جو پیاس ان کو تو شہؑ نے — منھ پھیر لیا جب گئے کوثر کے برابر

کہتی تھی یہ صغراؑ کہ میں خط شاہ کو بھیجوں — قاصد جو چلے تیز کبوتر کے برابر

شہؑ آپ ہی رونے لگے مظلومی پہ اپنی — اصغرؑ کی رکھی لاش جب اکبر کے برابر

سر شہؑ کا ستم گر نے جو نیزے پہ چڑھایا — ہنگامہ تھا ہنگامۂ محشر کے برابر

کر شوق سے تو عرض دبیرؔ جگر افگار
فیاض نہیں ہے کوئی داور کے برابر

یا بارِ خدا دولت و اقبال و چشم میں
یہ صاحبِ محفل ہو سکندر کے برابر

تا چند کروں شرح دبیرؔ جگر افگار
اس غم کا ہر اک نکتہ ہے دفتر کے برابر

پاؤں پہ ورم راہ کا چلنا غمِ زنداں
دکھ کس پہ پڑا عابدؑ مضطر کے برابر

پیاسے رہے مارے گئے لاشہ ہوا پامال
مظلوم نہ ہوگا کوئی سرورؑ کے برابر

شہؑ کہتے تھے معبود کی گر اس میں خوشی ہے
ہے خاک ہمیں پھولوں کے بستر کے برابر

ظالم نے کہا کھول کے لب شہؑ کے چھڑی سے
ق یاقوت ہیں لب دانت ہیں گوہر کے برابر

زہراؑ کی صدا آئی، چھڑی سے نہ انہیں کھول
یہ دانت ہیں دندانِ پیمبرؐ کے برابر

چادر بھی نہ چھوڑی کہ حرم مُنہ کو چھپاتے
گھر کس کا لُٹا فاطمہؑ کے گھر کے برابر

کوثر کا پیا پانی تو کہنے لگے شبیرؑ
شیریں تو ہے لیکن نہیں کوثر کے برابر

کُرتا جو سکینہؑ کا پھٹا تھا تو حیا سے
جاتی تھی نہ وہ ہند کی دختر کے برابر

جبریل پکاریں گے کہ ہاں موند لو آنکھیں
آویں گی جو زہراؑ صفِ محشر کے برابر

○

تعریف کی ہے نظمِ رواقِ امامؑ کی
بہت الحرم ہے بیت ہمارے سلام کی

فضہ نے فوج سے کہا گھر تو جلا چکے
مسند تو اب جلاؤ نہ خیرالانامؐ کی

زینبؑ سے ہند بولی کہ صورت سے آپ کی
ق ملتی ہے شکل زینبؑ عالی مقام کی

زینبؑ پکاری اُن سے نہ تشبیہ دے مجھے
خواہر ہے وہ حسین علیہ السلام کی

اور میں تو بیٹھی خانۂ زنداں میں روتی ہوں
لائی ہے قید کر کے مجھے فوج شام کی

دعوت میں حُر کو کوثرِ جنت عطا کیا
شبیرؑ پر خدا نے سخاوت تمام کی

تن میں بخار پاؤں میں بیڑی گلے میں طوق
عابدؑ نے یوں مسافتِ منزل تمام کی

کی تیغ تیز شمر لعیں نے تمام شب
اور شہؑ نے رات طاعتِ حق میں تمام کی

بانو یہ قبر پر علی اصغرؑ کے کہتی تھی | بیٹا خبر لو مادرِ ناشاد کام کی
پہلو میں نیزہ سجدے میں سر اور گلے پہ تیغ | اس طرح شہؑ نے طاعتِ خالق تمام کی
افسوس شمر سینے پہ اُس کے ہوا سوار | چڑھتا تھا جو کہ پشت پہ خیرالانامؐ کی
جوں صبح رنگ ہو گیا فق اہلِ بیتؑ کا | دَر آئی خیمہ گاہ میں جب فوج شام کی
کیوں چرخ کشتے اہلِ ستم کے تو ہوئیں دفن | اور لاش بے کفن رہے رن میں امامؑ کی
حُر کو گلے لگا کے یہ کہتے تھے شاہِ دیں ق | چار آنکھ تجھ سے ہو نہیں سکتی امامؑ کی
پانی بھی ابنِ ساقیِ کوثر پہ بند ہے | دعوت نہ مجھ سے ہو سکی تُجھ تشنہ کام کی
آئی ندائے حق کہ نہ شرماؤ اے حسینؑ | جاگیر ہم نے دی اُسے دارالسّلام کی
حضرت سے حُر نے عرض کی مولا بتایئے | اِک بی بی لے رہی ہے بلائیں غلام کی
فرمایا شہؑ نے شاد ہو اے حُر خوشا نصیب | یہ فاطمہؑ ہے بیٹی رسولِ انام کی
حضرت سے حُر نے عرض کی ہاتھوں کو جوڑ کر | تقصیر بخش دیجیے آقا غلام کی
فرمایا شہؑ نے کیسی خطا؟ اور گناہ کیا؟ | راضی ہے روح تجھ سے رسولؐ انام کی
زینبؑ کو دیکھ دیکھ کے کہتے تھے اہلِ شام | سر ننگے ہے نواسیِ رسولؐ انام کی

مقبول کی یہ نظم شہِ دیں نے اے دبیرؔ
شہرت ہوئی اِسی سے ہمارے کلام کی

O

ٹکڑے اے مُجرئی زہراؑ کا چمن ہوتا ہے | مثلِ گل چاک پیمبرؐ کا کفن ہوتا ہے
بیاہ کا جوڑا پہن کر یہ کہا قاسمؑ نے | سچ ہے یہ سُرخ شہیدوں کا کفن ہوتا ہے
کہا حوروں نے کہ یا ساقیِ کوثر فریاد | ذبح فرزند ترا تشنہ دہن ہوتا ہے
پہنا جب خلعتِ شادی تو قضا نے یہ کہا | اب کوئی دم میں یہ رنڈ سالا دُلہن ہوتا ہے
کہتی تھی قوم اسد ہے یہ خدا کی قدرت | بے کفن دفن شہنشاہِ زمن ہوتا ہے
جس نے کی عاصیوں کی عقدہ کشائی افسوس | اُس کا فرزند گرفتارِ رسن ہوتا ہے
کہا صغراؑ نے کہ پردیسی مرے پیاسے ہیں | دم بدم خشک یہاں میرا دہن ہوتا ہے
بعدِ مسلمؑ جو چلے شاہؑ تو مسلمؑ نے کہا | رفتہ رفتہ یونہی ویران وطن ہوتا ہے

روکے زینبؑ نے کہا باندھیے سہرا آکر — بیاہ قاسمؑ کا اب اے بھائی حسنؑ ہوتا ہے
پوچھا زینبؑ نے کہ کیوں طبل بجاتے ہیں عدد — شہؑ نے فرمایا میرا کوچ بہن ہوتا ہے
ذبح کے بعد زباں نکلی ہوئی تھی شہؑ کی — تر کہیں تیغ کے پانی سے دہن ہوتا ہے
کہا فضہ نے کہ فریاد الٰہی فریاد — کنبہ زہراؑ کا گرفتارِ رسن ہوتا ہے
کہا یہ ہند نے زینبؑ سے بتاؤ مجھے نام — کہ عیاں فاطمہؑ کا تم سے چلن ہوتا ہے
دخترِ ہند سے رو کر یہ سکینہؑ نے کہا ق — دم بدم دل پہ فزوں رنج و محن ہوتا ہے
میرا گرتہ جو پھٹا ہے نہ سمجھ مجھ کو حقیر — حال ایسا ہی یتیموں کا بہن ہوتا ہے
جس پہ ہوتی ہے عنایات شہؑ دیں کی دبیر
اُس کا مقبول دو عالم میں سخن ہوتا ہے

O

اُس کو مجرا نہ جسے خوف تھا شمشیروں سے — تیر مژگاں کو بھی جنبش نہ ہوئی تیروں سے
شہؑ کے لشکر پہ وہ حیرت تھی کہ ویسی حیرت — کوئی پائے نہ مرقع کی بھی تصویروں سے
شاہؑ نے خواب جو دیکھا کئی تعبیریں کہیں — خوف زینبؑ کو رہا خواب کی تعبیروں سے
کیا ہی عابدؑ کو ہوا غم جونہی اعدا نے کہا — چادریں لے لو کوئی شاہؑ کی ہمشیروں سے
شاہؑ کرتے جو طلب آب تو اعدا کہتے — پانی ملنے کا نہیں آپ کی تقریروں سے
جب کہ پانی نہ ملا شہؑ نے حرم سے یہ کہا — کیا کریں کام پڑا ہم کو تو بے پیروں سے
اہل کوفہ سے کہا شہؑ نے کہ نامے بھیجے — مجھ کو حیرت ہے کہ تم پھر گئے تحریروں سے
ذبح کے قوت ادا شہؑ سے تھی ہر دم تکبیر — اس طرح کس کی شہادت ہوئی تکبیروں سے
حیف وہ قتل ہوا جس کو علیؑ نے پالا — سیکڑوں رنج سے اور لاکھوں ہی تدبیروں سے
بولے عابدؑ مجھے کیوں قید ہیں کرتے اعدا؟ — سلسلہ صبر کا جاتا نہیں زنجیروں سے
سر برہنہ تھے حرم کہتے تھے سایہ ہے ہمیں — دم بدم آیۂ قرآن کی توقیروں سے
کہتے تھے شہؑ کے موالی کہ لٹا گھر تو لٹا — ہم کو منصب ہے ملا خلد کی جاگیروں سے
گنجِ اختر یہ نہیں مہر نہیں ماہ نہیں — یہ مشبک ہے فلک آہوں کی تاثیروں سے
خدمتِ گنجِ شہیداں جسے ملتی ہے دبیر
خاک اُس در کی ہے کافی اُسے اکسیروں سے

O

مُجرئی مالکِ کوثر کو جو پانی نہ ملے
چشمِ سجادؑ کو کیوں اشک فشانی نہ ملے

جس کا اے مُجرئی کونین میں ثانی نہ ملے
ہائے وہ قتل ہو اور بوند بھی پانی نہ ملے

شاہؑ کہتے تھے جو ہونی ہو وہ مجھ پر ہوئے
خاک میں پَر علی اکبرؑ کی جوانی نہ ملے

کیا قیامت ہے جو ہو ساقیِ کوثر کا پسر
اُس کے مرقد پہ چھڑکنے کو بھی پانی نہ ملے

قید خانے میں یہ تھا بیوۂ مسلمؑ کا بیاں
ایسے بچھڑے کہ مرے یوسفِ ثانی نہ ملے

سر مسلمؑ درِ کوفہ میں ملا برچھی پر
لیکن اس شہر میں لوگو مرے جانی نہ ملے

گر کرے تا بہ قیامت فلکِ پیر تلاش
بے کسی میں کوئی شبیرؑ کا ثانی نہ ملے

قصۂ سیدِ مظلوم ہے کتنا پُر درد
اس فسانہ سے کسی کی بھی کہانی نہ ملے

کلکِ قدرت نے یہ تھا موجوں کی سطروں میں لکھا
یعنی اس نہر کا عباسؑ کو پانی نہ ملے

کیوں فلک یوسفؑ و یعقوبؑ تو پھر اِک جا ہوں
زندہ شبیرؑ سے شبیرؑ کا جانی نہ ملے

کیوں نہ محتاجِ کفن ہوئے وہ بے کس نوشاہ
بیاہ کی شب جسے پوشاکِ شہانی نہ ملے

شمر سے کہتی تھی زینبؑ ہمیں سر ننگے کیا
چین تجھ کو بھی اے ظلم کے بانی نہ ملے

پڑھتے ہی عرضیِ صغریٰؑ کو ہوئے قتل حسینؑ
قاصدِ خستہ کو پیغام زبانی نہ ملے

شہؑ نے اعدا سے کہا پانی دو گر اصغرؑ کو
خاک میں گل کی مرے غنچہ دہانی نہ ملے

داغِ اولاد و غمِ تشنگی و گرسنگی
شاہؑ کو کون سے اندوہ نہانی نہ ملے

ماں سے قاسمؑ نے کہا خوں میں رنگیں گے پوشاک
غم نہیں ہم کو جو پوشاک شہانی نہ ملے

مجھ کو ہر لحظہ تاسّف یہی رہتا ہے دبیر
ہم تو پانی پئیں شبیرؑ کو پانی نہ ملے

O

قتلِ شبیرؑ کی اے مُجرئی تیاری ہے
دیدۂ فاطمہ زہراؑ سے لہو جاری ہے

صبحِ عاشوریہ زینبؑ سے کہا سرورؑ نے
آج کا دن ترے بھائی پہ بہت بھاری ہے

پوچھا زہراؑ نے کہ کیوں خُلد میں گھبرائے ہو
شہؑ نے فرمایا کہ زنداں میں مری پیاری ہے

کہا عابدؑ نے کہ جس دن سے ہوئے قتل حسینؑ
نہ دوا ہے نہ تسلّی ہے نہ دل داری ہے

تیر کھا کر علی اصغرؑ نے اشارے سے کہا
کیا لب خشک دکھانا بھی گنہ گاری ہے

مصطفیٰؐ کہتے تھے شبیرؑ سے دیکھوں کیا ہو
تم بھی پیارے ہو اور اُمّت بھی مجھے پیاری ہے

کروٹیں لے کے یہ کرتا تھا اشارہ اصغرؑ
گور میں سوؤں گا اب جھولے سے بے زاری ہے

تشنگی فاقہ کشی دربدری محتاجی
ہائے کیا فاطمہؑ کی بیٹیوں پر خواری ہے

کہا حیدرؑ نے شبِ قتل خدا خیر کرے
خود بہ خود آج مجھے قبر میں بے داری ہے

دردِ دل جب ہوا احمدؐ کے تو بولے شاید
برچھی اکبرؑ کے کلیجے پہ لگی کاری ہے

کہتی تھی فاطمہ صغریٰؑ نہ قضا ہے نہ شفا
مجکو دنیا میں عجب طرح کی بیماری ہے

پوچھا قاسمؑ نے مجھے گود میں لیتا ہے کون؟
رو کے شہؑ نے کہا وہ فاطمہؑ بے چاری ہے

حشر کا مجکو نہیں غم کہ دبیرؔ اُس دن کی
پسرِ احمدِ مختار کی مختاری ہے

○

سلامی شاہ پر شدت تھی یہ تشنہ دہانی کی
ہوئی تھی گوہرِ نایاب ان کو بوند پانی کی

پسند آیا قضا کو جو جواں فوجِ حسینیؑ کا
بجائے صاد زخمِ تیغ کی رُخ پر نشانی کی

پلائے ساغرِ کوثر کھلائے میوۂ جنت
شہِؑ بے کس نے حُر کی خلد میں کیا میہمانی کی

ہوا تھا خود بخود شادی کے غم سے رنگ زرد اُس کا
نہ تھی نوشاہ کو حاجت لباسِ زعفرانی کی

غمِ طولِ فراقِ شاہؑ میں کہتی تھی یہ صغریٰؑ
ق جدا بابا سے ہو کر ہائے تم نے زندگانی کی

شبِ ہجراں تڑپ کر ہم نے کاٹی وائے محرومی
نہ بابا جان آئے نے اجل نے مہربانی کی

قطار اونٹوں کی دی راہِ خدا میں جس کے دادا نے
اُسے افسوس دی اعدا نے خدمت ساربانی کی

کہا اہلِ وطن نے فاطمہؑ کا لال پیاسا ہے
اٹکتی ہے ہمارے بھی گلے میں بوند پانی کی

مقید جب کیا زنداں میں ناموسِ پیمبرؐ کو
تو آکر روحِ زہراؑ نے سحر تک پاسبانی کی

جوانانِ بنی ہاشم یہی کہتے تھے رو رو کر
نہ دیکھی حیف اکبرؑ نے بہار اپنی جوانی کی

علی اکبر یہ کہتا تھا مجھے مرنے کو جانے دو
قسم اے سبطِ پیغمبرؐ تمہیں میری جوانی کی

غمِ شہؑ میں ہوئے یوں رفتہ رفتہ ناتواں عابدؑ
بدن میں بعد مرنے کے کفن نے بھی گرانی کی

کہا سجادؑ نے صبر و قرار و ہوش نے چھوڑا
تنِ لاغر سے باقی ہے رفاقت ناتوانی کی

غبارِ مرقدِ صغریٰ وہاں قربان ہوتا ہے
لحد ہے جس جگہ پر فاطمہ زہراؑ کے جانی کی

دبیرِ خستہ یہ وہ بزم ہے یاں آ کے زہراؑ نے
فغاں کی بال کھولے سر کو پیٹا نوحہ خوانی کی

O

سلامی اوجِ فلک پہ نہیں یہ تارے ہیں
ہماری آہِ شرر بار کے شرارے ہیں

عطش سے غش میں سلامی علیؑ کے پیارے ہیں
جو آنکھ کھلتی ہے تو پانی کے اشارے ہیں

سلامی اشک جو در نجف ہمارے ہیں
تو مول لینے کو شاہِ نجف کے پیارے ہیں

غمِ حسینؑ سے روشن عمل ہمارے ہیں
فلک ہے سینہ تو داغِ عزا ستارے ہیں

سبیل آپ کی رکھنے سے ہے یہی ثابت
حسینؑ تشنہ دہن خلق سے سدھارے ہیں

عمامہ شہؑ نے جو پھینکا تو بولی یوں زینبؑ
کہ رن سے کیا علی اکبرؑ تمہیں پکارے ہیں

زمیں پہ ذرّے نہ کیوں تڑپیں صورتِ اختر
کہ زیرِ خاک یداللہ کے ستارے ہیں

فلک پہ کیوں نہ کرے فخر کربلا کی زمیں
کہ اس میں بھی اسدؔ اللہ کے ستارے ہیں

انگوٹھا دیکھ کے ہونٹوں پہ لاشِ اصغرؑ کا
پکاری بانوؑ ابھی پانی کے اشارے ہیں

کنارِ شہؑ کی تمنا میں کہتے تھے اکبرؑ
شتاب آؤ کہ ہم گور کے کنارے ہیں

نبیؐ نے لاشۂ شبیرؑ سے کہا پیارے ق
تیرے کلیجے پہ یہ تیر کس نے مارے ہیں؟

پکاری لاش مقامِ حیا ہے اے نانا
میں کس کا نام لوں سب کلمہ گو تمہارے ہیں

حسینؑ آئیں گے جب حشر میں کہیں گے مَلک
اِسی نے کام گناہ گاروں کے سنوارے ہیں

حسینؑ کہتے تھے اکبرؑ نہ جاؤ مرنے کو
تمہارے جینے سے ہم کو بڑے سہارے ہیں

بدن سے کاٹ کے ننھی سی گردنِ اصغرؑ
شلوکے کُرتے بھی بے رحموں نے اتارے ہیں

عزیز رکھتا ہے ربِ عزیز شہؑ کو عزیز
خدا کے پیارے ہیں یہ مصطفیؐ کے پیارے ہیں

کہا رفیقوں سے شہؑ نے دکھا کے اعدا کو
ہم ان کے دوست ہیں گو یہ عدو ہمارے ہیں

یہ ظلم کرتے ہیں ہم چاہتے ہیں اِن کی نجات
ہم اُن کو پیارے نہیں اور ہمیں یہ پیارے ہیں

حرم یہ کہتے تھے چادر اُڑھاؤ یا حیدرؑ
کہ اب کھلے ہوئے بلوے میں سر ہمارے ہیں

نسیمِ صبح سے صغرٰیؑ یہ پوچھتی تھی مدام بتا مجھے گُلِ زہراؑ کدھر سدھارے ہیں
کیا جو شاہؑ نے حملہ پکاری روحِ رسولؐ
حسینؑ جانے دو یہ کلمہ کو ہمارے ہیں

O

مُجرئی ہنستے رہے شہؑ اور غم دیکھا کیے زخمِ تن میں سیرِ گلزار ارم دیکھا کیے
اے فلک مجرے میں جن کے تجھ کو خم دیکھا کیے حیف تو دیکھا کیا اور وہ ستم دیکھا کیے
کج روی کی ہائے اس سے لشکرِ کفار نے جن کے اوپر سب پر جبریلؑ خم دیکھا کیے
بارہا عابدؑ نے راتوں کو فلک پہ کی نگاہ شاہؑ کے زخموں سے تارے اس پہ کم دیکھا کیے
اشتیاقِ چشمۂ کوثر میں شاہِؑ تشنہ لب اشک کے قطرے سے بھی دریا کو کم دیکھا کیے
مرگیا اصغرؑ تو اِک ہچکی میں لیکن دیر تک ہاتھ رکھ کر شاہؑ دیں سینے میں دم دیکھا کیے
اُس کے لاشے کو کیا اہلِ ستم نے پائمال جس کا سب مُہرِ نبوّت پر قدم دیکھا کیے
جب تلک جیتے رہے شبیرؑ یہ افسوس تھا قتل اکبرؑ ہوگیا اور ہائے ہم دیکھا کیے
کہتے تھے سجادؑ ہوکر نائبِ مشکلؑ کشا ہم رسن میں آہ بازوئے حرم دیکھا کیے
شہؑ کے سر کو دیکھ کر نیزے پہ کہتے تھے حرم ق بارہا دوشِ نبیؐ پر تجھ کو ہم دیکھا کیے
مثلِ خورشیدِ قیامت آج ہے نیزے پہ تُو ہم جدا سب سے ترا جاہ و حشم دیکھا کیے
گہ نظر محرابِ خنجر پر کبھی سوے خیام ہر طرح سے شاہؑ دیں سوے حرم دیکھا کیے
شب خیالِ روضۂ سرورؑ رہا تھا اے دبیر
خواب میں ہم سیرِ گلزارِ ارم دیکھا کیے

O

اکیسویں شب آئی ہے ماہِ صیام کی بجھتی ہے شمع تربتِ خیرُالانامؐ کی
دنیا سے کوچ آج وصیِ نبیؐ کا ہے شیعوں سے ہے وداع شہِؑ خاص و عام کی
مولودِ کعبہؑ ہوئے گا زخمی سو پہلے سے حق نے سیاہ پوش تنِ بیت الحرام کی
روزے میں آبِ تیغ پیا اور کھایا زخم لذت علیؑ سے پوچھو اس آب و طعام کی
نوحہ ہے یہ حسنؑ کا کہ فریاد یا خدا زینبؑ دہائی دیتی ہے خیرالانامؐ کی

ضربت لگائی سجدے میں ابنِ حرام نے
تقصیر کیا ہے حاجیِ بیت الحرام کی

قائم زمانے میں نہ قیامت ہو کس طرح
رحلت ہے آج شافعِ روزِ قیام کی

ارکانِ عرشِ حق میں تزلزل بپا ہوا
کانپی لحد پیمبرؐ عالی مقام کی

عباسؑ کہہ رہے ہیں کہ مجکو لیا نہ ساتھ
تقصیر تو بتائیے آقا غلام کی

سجدے میں اُس کا کام لعیں نے کیا تمام
جس پر خدا نے اپنی عبادت تمام کی

مجروح صبحِ قدر کیا روزہ دار کو
کی قدر کلمہ گو نے یہ ماہِ صیام کی

قاتل کو جامِ شیر پلایا تو خود پیا
ظالم کی وہ جفا یہ مروّت امامؑ کی

یاں تک سرِ شگافتہ سے خوں بہا تھا آہ
طاقت نہ تھی زبانِ خدا میں کلام کی

کس چشمِ بدنے زخم لگایا علیؑ کو حیف
دیکھی نہ چشمِ زخم نے شکل التیام کی

قاتل قضا پہ سجدے میں سر اور سر پہ تیغ
دیکھو نماز امامِ علیہ السلام کی

نکلا جنازہ گھر سے جو شیرِؑ الٰہ کا
فریاد عرش پر گئی ہر خاص و عام کی

O

مُجرئی گلچیں قضا شبیرؑ کے گلشن میں ہے
ہر گُلِ باغِ امامت موت کے دامن میں ہے

مُجرئی جو پنجتنؑ کے سایۂ دامن میں ہے
مثلِ رضواں وہ ہمیشہ خُلد کے گلشن میں ہے

دل عنادل کی طرح اے مُجرئی شیون میں ہے
معدنِ دُرہائے شبنم اشکوں سے دامن میں ہے

لختِ دل سے چشمِ تر یاقوت کی معدن میں ہے
بے بہا لعلِ بدخشاں مُجرئی دامن میں ہے

کیا مقام وکوچ شہؑ کے قافلے کو رَن میں ہے
پہلی منزل خلد کی اے مُجرئی مدفن میں ہے

مُجرئی کہتے تھے عابدؑ تپ سے لرزہ تن میں ہے
کس طرح جاؤں مسیحا میرا تنہا رن میں ہے

قیدِ عابدؑ سے سلامی دل مرا شیون میں ہے
آج یہ طوقِ گراں تصویر کی گردن میں ہے

جلوۂ ماہِ بنی ہاشمؑ سلامی رن میں ہے
یا تجلّی نورِ حق کی وادیِ ایمن میں ہے

اسلحہ سج کر گئے رن میں جو ہم شکلِ نبیؐ
ق بولے اعدا غرق اکبرؑ قلزمِ آہن میں ہے

بکتر و چار آئینہ خود و زرہ تیغ و سپر
واہ کیا کیا زیورِ جنگ اس جواں کے تن میں ہے

گلشنِ قدرت کی ہے برگِ گُلِ سوسن سپر
کب اثر ایسا دعائے اطہرِ سوسن میں ہے

ایک جوشن ہے کبیر اور اِک صغیر آفاق میں — پر خواصِ جوشنین اکبرؑ کے اک جوشن میں ہے

ہے یہ آغوشِ کماں معمور نورِ دوشِ سے — زور توسن کو تجلّی کہکشاں کی رن میں ہے

قامتِ پُر نور کی ہے تاب رشکِ آفتاب — سایہ اس کے قد کا طوبیٰ خلد کے گلشن میں ہے

حال و استقبال ہوجاتے ہیں ماضی ہر قدم — ابلقِ ایام حیراں سرعتِ توسن میں ہے

میں فدائے آبروے تشنگانِ کربلا — مثلِ کوثر حکم جاری خُلد کے گلشن میں ہے

قبرِ اصغرؑ سے کہا بانو نے راحت دیجیو — سونے والا میرے دامن کا ترے دامن میں ہے

دیکھ کر حُر کو سپاہِ شام میں بولے حسینؑ — اک محبّ پنجتنؑ اس لشکرِ دشمن میں ہے

یک بیک گہنے کا لٹنا دفعتاً داغِ پدر — کیا سکینہؑ پر ہجومِ درد و غم بچپن میں ہے

تادمِ محشر شہادت کی گواہی کے لیے — سرخیِ خونِ شہیداں دشت کے دامن میں ہے

قبرِ زہراؑ سے ہوئے رخصت جو شہؑ آئی ندا — روح تیرے ساتھ ہے قالب مرا مدفن میں ہے

پوچھتی تھی فاطمہؑ صغریٰؑ نسیمِ صبح سے — نونہالِ احمدؐ مختار کس گلشن میں ہے

ق حالِ صغریٰؑ دیکھ کر ہمسائیاں کہتی تھیں آہ — چشم صرفِ اشک ہے دل نالہ وشیون میں ہے

ضعف سے جنبش نہیں مطلق تنِ لاغر کو اب — ہے کفن میں مردہ یا صغریٰؑ یہ پیراہن میں ہے

شہؑ کے سر سے بولے عابدؑ اے مسیحا الغیاث — پاؤں میں زنجیر ہے طوق و رسن گردن میں ہے

ق چشمِ زخمِ شاہؑ نے دیکھی نہ جو بخیہ کی شکل — شرم سے پُتلی نہیں اب دیدۂ سوزن میں ہے

کوچۂ زخمِ تنِ شہؑ میں نہ کی بخیہ نے راہ — آمد و شد رشتے کی کیوں خانۂ سوزن میں ہے

تنگ چشمی سے نہ روئے حالِ شہؑ پر اہلِ شام — واقعی اشکوں کی جا کب دیدۂ سوزن میں ہے

شام کو بانو چلی مقتل سے تو رو کر کہا — اے شہید و ہوشیار اصغرؑ بھی میرا رن میں ہے

بسکہ ہے وقتِ ظہورِ مہدیِ ہادیؑ کا شوق — مہر سے چشمِ مسیحا چرخ کے روزن میں ہے

بولے شہؑ خنجر میں شیرِ فاطمہؑ کا ہے مزا — دامنِ مادر کی صورت قبر کے دامن میں ہے

شہرہ ہے تیری زبانِ دُر فشاں کا اے دبیر — لعل پوشیدہ وفورِ شرم سے معدن میں ہے

گر مرقع میں شبیہ شہِ ذی شاں نکلے
اے سلامی لبِ تصویر سے افغاں نکلے

مُجرئی صبح نہ کیوں چاک گریباں نکلے
چاند زہراؑ کا چھپے مہرِ درخشاں نکلے

کربلا میں یہ لٹے دولتِ زہراؑ و علیؑ
جس جگہ کھودیے واں گنجِ شہیداں نکلے

لائے لاش ایک کی اور ایک کی رخصت کو گئے
آئے جو خیمہ میں حیراں تو پریشاں نکلے

ایک حُر ایک پسر ایک غلام اک بھائی
فوجِ کفار میں یہ چار مسلماں نکلے

حشر میں بخشش کے اُمت کو کہے گا یہ خدا
کیوں حسینؑ اب تو ترے دل کے سب ارماں نکلے

نا اُمیدی بہ جلو حسرت و حرماں بہ رکاب
کیا وطن سے شہِ دیں بے سر و ساماں نکلے

رتبہ ہائے شہِ مظلوم کو اور قرآں کو
ق
تو لا میزانِ عدالت میں تو یک ساں نکلے

پر یہ ہے فرق کہ قرآن کے سی پاروں سے
پارہ ہائے تنِ شبیرؑ فراواں نکلے

سحرِ عقد یہ کرتی تھی شکایت کبریٰؑ
اے فلک خوب مرے دل کے سب ارماں نکلے

شب کو پوشاکِ عروسی تھی اور اب رنڈ سالا
میں رہی خیمہ میں قاسمؑ سرِ میداں نکلے

رات جو بیاہ کے سامان نظر آئے تھے
صبح دیکھا تو وہ سب خواب پریشاں نکلے

ہند زینبؑ سے یہ بولی کہ تمہارے ہوتے
لاشۂ شاہؑ کے سینے سے نہ پیکاں نکلے

رفقائے شہِ دیں کو نہ ملا غسل و کفن
دل سے اس غم سے نہ کیوں نالہ و افغاں نکلے

کہا زینبؑ نے نہیں کہنے کے قابل یہ حال
تھے مدینہ ہی سے ہم بے سر و ساماں نکلے

کربلا آئے تو پیاسے رہے پیاروں سے چھٹے
گھر لٹا خیمہ جلایا سرِ عریاں نکلے

کیا شہیدوں کو کفن دے وہ غریب و محتاج
چاک کرنے کو نہ جس پاس گریباں نکلے

شاہؑ کہتے تھے پُر ارمان تھے اور پیاسے تھے
کیوں تڑپ کر علی اکبرؑ نہ تری جاں نکلے

شاہؑ کو شوقِ شہادت کے جو تھے طفلی سے
سب وہ ارمان تہِ خنجرِ برّاں نکلے

شاہؑ کے سینے سے زینبؑ نے کیے تیر جدا
پَر جگر میں جو لگے تھے نہ وہ پیکاں نکلے

رعشہ ہے شاہؑ کے ہاتھوں کو تڑپتا ہے صغیر
کس طرح گردنِ معصوم سے پیکاں نکلے

پہلے ملنے کے لیے قبرِ سکینہؑ پہ گئے
جب کہ اندوہ سے وہ قیدیِ زنداں نکلے

شافعِ حشر نے کھینچا قلمِ عفوِ دبیر
حشر میں جب کہ مرے دفترِ عصیاں نکلے

○

اے مُجرئی اس بحر میں وہ شعر سنا گرم
جو مطلعِ خورشید سے مطلع ہو سِوا گرم

اے مُجرئی اشک آتے ہیں ہنگامِ بُکا گرم
ٹھنڈی ہے تیری آہ پہ تاثیر ہے کیا گرم

اے مُجرئی بس ہوتا ہے بازارِ قضا گرم
سر دینے پہ جوں شمع تھے شہؑ کے رفقا گرم

اے مُجرئی تپ سے تنِ سجادؑ تھا یوں گرم
پاؤں میں بھی جو آہنِ زنجیر ہوا گرم

لکھ مُجرئی وہ شعرِ سلامِ شہدا گرم
جو شمع سے ہر مصرعِ موزوں ہو سِوا گرم

اے اہلِ عزا فاطمہؑ یاں ہوئے گی موجود
لُو کرنے بھی پائے گی نہ اس بزم میں جا گرم

ہنگامِ تمازت ہَوا گر بزم میں آئے
تو رُو کے کرو بزمِ عزائے شہدا گرم

تفتیدہ زمیں پر رہی لاش اس کی چہل روز
زہراؑ جسے لگنے نہیں دیتی تھی ہَوا گرم

اکبرؑ نے زبانِ شہِؑ دیں لے کے دہن میں
کی عرض زباں آپ کی کیا گرم ہے کیا گرم

عابدؑ سے کوئی پوچھتا پیاسے ہو؟ تو کہتے
پانی سے ہم آگاہ نہیں سرد ہے یا گرم

چادر نہ میسّر ہوئی لاشِ شہدا کو
ہاں دھوپ کی گردوں نے اُڑھائی ہے ردا گرم

کبراؑ کا جلا دل تو یہ بولی سحرِ عقد
دیکھو مرے حق میں ہوئی تاثیرِ حنا گرم

ہر ایک قدم کہتے تھے یہ آبلۂ اشک
ہے خاک بیاباں کی بہ زیرِ کفِ پا گرم

شہؑ نے کہا اے شمر اُتر سینے سے میرے
ہے اب خبرِ آمدِ محبوبِؐ خدا گرم

گُل ہائے ریاضِ نبویؐ رَن میں پڑے تھے
دوپہر تھی لُو چلتی تھی آتش سے سِوا گرم

لاشِ علی اکبرؑ پہ حسینؑ آئے تو کس وقت
جب عضوِ بدن سرد تھی سینہ تھا ذرا گرم

عابدؑ نے کہا پڑ گئے پاؤں میں پھپھولے
ہے دھوپ سے یہ خاکِ بیابانِ بلا گرم

یہ سوزِ غمِ شاہؑ تھا صغراؑ کے جگر میں
جو حلق سے ہوتی تھی اُترتے ہی ہَوا گرم

عابدؑ نے کہا سوزِ غمِ سبطِ نبیؐ سے
دل گرم ہے تَن گرم ہے سینہ ہے مرا گرم

صغراؑ کو تھا یہ خوف کہ جل جائے نہ مکتوب
مضموں تپِ فرقت کا نامے میں لکھا گرم

اکبرؑ نے کہا نزع میں ہاتھ اپنا رکھو تم
اے سبطِ نبیؐ پیاس سے سینہ ہے ترا گرم

یہ پیاس کی حدّت تھی گلوئے شہِؑ دیں میں
جو ذبح دمِ خنجرِ بیداد ہَوا گرم

یہ دھوپ سہی فاطمہؑ کے لال نے رَن میں
جو تن پہ زِرہ ہوگئی بالائے قبا گرم

عباسؑ کے لاشے کو ترائی میں یہ غم تھا — افسوس کہ ہے مقتلِ شاہِ شہدا گرم
تعریف دبیر اپنی ہے مصراعِ خلیقؔ اب — ٹھنڈی تھی زمیں گوکہ یہ بیتیں ہوئیں کیا گرم
واں بہرِ شفاعت جو دبیر آئے گی زہراؑ
خورشیدِ قیامت نہ رہے گا بخدا گرم

O

مجرئی انصار کم تھے شاہِ والا کی طرف — اور لاکھوں اشقیا تھے جمعِ اَعدا کی طرف
فوج نے روکا جو حُر کو اس طرح کہنے لگا — نار سے اب عزم ہے فردوسِ علیٰ کی طرف
کوئی مانع ہو نہ میرا جانے دو جاتا ہوں میں — اپنے سرورؑ اپنے مولاؑ اپنے آقا کی طرف
قتل جب سرورؑ ہوئے رن میں تو پھر وحش و طیور — آشیانوں سے گئے اُڑ اُڑ کے صحرا کی طرف
اس طرح اہلِ حرم سے کرتی تھی زینبؑ بیاں — بھائی صاحب دیکھتے ہیں اپنے شیدا کی طرف
روچکی جب لاشِ شہؑ پر فاطمہؑ تو بولی اب — پیٹنے عباسؑ کو جاؤں گی دریا کی طرف
جب کہا صغراؑ نے شہؑ سے آئیو جلدی یہاں — دیکھ کر رونے لگے شہؑ شکلِ صغراؑ کی طرف
جو رُلاتے اور روتے ہیں غمِ شہؑ میں دبیر
حشر میں جائیں گے وہ فردوسِ اعلیٰ کی طرف

O

مجرئی دامن میں لی جب کربلا کے بن کی خاک — گرگئی نظروں سے اپنے وادیٔ ایمن کی خاک
اے سلامی میں نہ لوں فردوس کے گلشن کی خاک — ایک ذرّہ گر ملے شبیرؑ کے مدفن کی خاک
خاک اس کے منہ میں جو اس کو کہے گلشن کی خاک — نور ہے اے مجرئی شبیرؑ کے مدفن کی خاک
بولے شہؑ آرام شیعوں کا مجھے منظور ہے — دیکھنا خاکِ شفا ہوگی مرے مدفن کی خاک
خانۂ زنجیر میں غل تھا کہ عابدؑ ہیں اسیر — قدر ہوگی حشر کے بازار میں آہن کی خاک
تیغِ قاتل کہتی تھی کاٹی نبیؐ کی بوسہ گاہ — اس گنہ سے ہوگئی سب آبرو آہن خاک
روزِ عاشورہ یہ تپتی تھی زمینِ کربلا — جس کی گرمی سے تھی ٹھنڈی مجمر و گلِ خن کی خاک
لاشۂ بے سر پہ شہؑ کے کرتی تھی زینبؑ یہ بین — پونچھتا کوئی نہیں اس خوں بھری گردن کی خاک
کھیل کر باہر سے جب بچپن میں گھر آتے تھے تم — جھاڑتی تھیں فاطمہؑ پلکوں سے پیراہن کی خاک
ایک دن یہ ہے کہ تم عریاں پڑے ہو دھوپ میں — شکلِ مرہم ہائے زخموں میں بھری ہے رن کی خاک

آئی زہراؑ کی ندا بیٹھی میں ہوں شب سے یہاں
دیکھ لے سر پر مرے ہے کربلا کے بن کی خاک

پونچھتی ہوں گہ ردا سے تیغوں کے زخموں کا خوں
پاک کرتی ہوں کبھی میں تیروں کے روزن کی خاک

رن میں بہرِ حرب جب آئے امامِ شرق و غرب
پرتوِ عارض سے چمکی ذرّہ ذرّہ رن کی خاک

کہتے تھے ناری لڑیں نورِ خدا سے کس طرح
شعلہ ہے شبیرؑ کے نقشِ سُمِ توسن کی خاک

ہاتھ میں اس شیر کے وہ برق دم شمشیر ہے
جس کے سائے سے نگہ جل کر ہو روئیں تن کی خاک

ناریوں کی خاک سے ہے لاگ آبِ تیغ کو
ڈھونڈتی پھرتی ہے یہ ہر کافرِ بدظن کی خاک

بولے شہؑ منظور ہو مجھ کو اگر تو بن لڑے
فوج کو برباد کر دے دشت کے دامن کی خاک

زعفرِ جن نے کہا یا شاہ یہ ارمان ہے
کربلا کی خاک میں مل جائے میرے تن کی خاک

شہؑ نے فرمایا نہیں یہ مرضیِ پروردگار
لشکرِ شبیرؑ کی قسمت میں ہے اس بن کی خاک

رشتۂ الفت قوی ہے تو بنا کر سبحہ تو
ہاتھ میں رکھیو سدا مظلوم کے مدفن کی خاک

جذبۂ الفت سے قطرے عینِ دریا ہو گئے
پنجتنؑ میں مل گئی آخر بہتر تن کی خاک

چاندنی اور دھوپ کی ہم پر حقیقت کھل گئی
رات دن اُڑتی ہے شہؑ کے مرقدِ روشن کی خاک

قبر کی راحت ہے کیا؟ اخلاصِ ابنِ بوتراب
دین کی دولت ہے کیا؟ شبیرؑ کے دامن کی خاک

شمر و حُر کی زشت و خوبی سے تو یہ ثابت ہوا
وہ جہنّم کا دھواں یہ خلد کے گلشن کی خاک

جب تلک ہوگا نہ محشر ہے یہ شکلِ فاطمہؑ
منہ پہ شہؑ کا خون سر پر کربلا کے بَن کی خاک

پوچھا صغراؑ نے عزیزوں کو تو زینبؑ نے کہا
کربلا کو سونپ آئی میں بہتر تن کی خاک

بعدِ چہلم بنتِ زہراؑ نے کہا اے کربلا
تجھ کو زینبؑ سونپے جاتی ہے بہتّر تن کی خاک

تازیانہ شمر نے مارا تو زینبؑ نے کہا
کیا تری خلقت میں ہے پتھر کی اور آہن کی خاک

نانا کے روضے سے نکلے شاہؑ یہ کہتے ہوئے
ہے مقدر میں ہمارے کربلا کے بن کی خاک

بولی بانوؑ کھیلنے کو خلد میں اصغرؑ گئے
میں تو یاں ہوں کون جھاڑے گا وہاں دامن کی خاک

تا پھریں رگ رگ کے گردِ گنبدِ قبرِ حسینؑ
ہوتے ہیں جا جا کے زائر کربلا کے بن کی خاک

خاک ان کے استخواں تک ہو گئے قبروں میں ہائے
ساکنوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے یاں مسکن کی خاک

مرہمِ زخمِ گنہ پوچھا جو عیسیٰؑ سے دبیر
لکھ دیا نسخہ لگا شبیرؑ کے مدفن کی خاک

O

سوزِ غمِ شبیرؑ میں ہے یہ اثر اب تک
پتھر سے نکلتے ہیں سلامی شرر اب تک

بیٹے کے لیے فاطمہؑ ہر مجلسِ غم میں
مُنہ ڈھانپ کے چلاتی ہے دودو پہر اب تک

سقائیِ عباسؑ ہے مرنے پہ بھی پیدا
مشکیزہ لگاتے ہیں علم میں بشر اب تک

زہراؑ کے سوا اور بھی دُنیا میں کسی کا
کنبہ سرِ بازار پھرا ننگے سر اب تک؟

اللہ رے اثر قتل کو شہؑ کے ہوئی مدت
روتے ہیں غمِ شاہؑ میں انساں مگر اب تک

تقدیر کسی دل کو نہ دیوے غمِ اولاد
پکڑے ہوئے ہاتھوں سے ہیں زہراؑ جگر اب تک

جب تعزیے اُٹھتے ہیں علم ہوتے ہیں آگے
بھائی کے لیے بھائی ہے سینہ سپر اب تک

ہمجولیوں سے رو کے کہا کرتی تھی صغراؑ
پہنچی ہوں لبِ گور نہ آئے پدر اب تک

مرنے پہ بھی ثابت ہے علم داریِ عباسؑ
ہیں تعزیے کے ساتھ علم جلوہ گر اب تک

جب ہاتھ کٹے الاشہؑ شہؑ نے کہا رو رو
مرنے پہ ستاتے ہیں ہمیں بد گہر اب تک

زینبؑ کے پسر رن میں جو آئے تو ہوا غُل
اک جا پہ نہیں دیکھے تھے شمس و قمر اب تک

رُلواتی ہے ہر زائرِ شبیرؑ کو زہراؑ
آتی ہے صدا روضہ میں ہے ہے پسر اب تک

نے بالیاں باقی رہیں نے گوشِ سکینہؑ
باقی رہا ذکرِ ستمِ بد گہر اب تک

غافل نہیں اِک آن غمِ شاہؑ سے زہراؑ
اللہ کو دِکھلاتی ہے داغِ جگر اب تک

گھڑکا بھی طمانچہ بھی ہمیں شمر نے مارا
سوجے ہوئے ہیں کان ہمارے پدر اب تک

دیتے ہیں سخی زائروں کو اب بھی زر و مال
لِلّٰہ سوا شہؑ کے دیا کس نے سر اب تک

فخریہ کہا شمر نے حاکم سے یہ ہنس کر ق
سرکار سے تیرے نہ ملا ہم کو زر اب تک

کاٹا تری خاطر سے سرِ سیّدِ مظلوم
خنجر ہے مرا خون سے پیاسے کے تر اب تک

مثلِ گہرِ اشک دبیرِ جگر افگار
دیکھے نہ کبھی آنکھ سے تھمتے گہر اب تک

O

مُجرئی پاؤں جہاں شاہِ ہدا رکھتے ہیں
ملک اُس خاک کو آنکھوں پہ اٹھا رکھتے ہیں

مدح کی ہند نے جس دم تو کہا زینبؑ نے
گر ہم اچھے ہیں مقدر تو بُرا رکھتے ہیں

ماں نے قاسمؑ کی کہا شاہؑ سے حُرؑ قتل ہوا
بیاہ ہم قاسمِؑ نوشہ کا بڑھا رکھتے ہیں

کہا شیریںؑ نے کہ عابدؑ تمہیں تپ آتی ہے
بولے عابدؑ نہیں مقدورِ دوا رکھتے ہیں

کہا زینبؑ نے کہ ہے رن میں پڑی لاشِ حسینؑ
آج تشریف کہاں شبیرؑ خدا رکھتے ہیں

حُرؑ یہ کہتا تھا دمِ جنگ کہ دل بڑھتا ہے
پشت پر ہاتھ مرے شبیرؑ خدا رکھتے ہیں

کہا کبریٰؑ نے کہ نوشاہ کی بو آتی ہے
آستیں اس لیے آنکھوں پہ سدا رکھتے ہیں

جب کہ مارے گئے عباسؑ تو بولے شبیرؑ
اَب علَم فوج کا ہم اپنے اٹھا رکھتے ہیں

بولی صغریٰؑ ہمیں سب حالِ پدر ہے معلوم
گو نہ قاصد نہ کوئی پیکِ صبا رکھتے ہیں

حال کو قبلۂ حاجات کی دیتا ہے خبر
دلِ آگاہ بہ از قبلہ نُما رکھتے ہیں

کہتے تھے راہ میں زائر کو مَلَک لے جاکر
کربلا میں اُسے نزدِ شہدا رکھتے ہیں

رو کے کہتے تھے حرم آج ہیں گو ننگے سر
ہم مگر سایۂ الطافِ خدا رکھتے ہیں

خاکساری کی جو پابند ہیں دنیا میں دبیر
مثلِ آئینے کے وہ دل میں صفا رکھتے ہیں

O

غمِ شبیرؑ میں جو اشک بہانے کا نہیں
مُجرئی وہ چمنِ خُلد میں جانے کا نہیں

شہدا کہتے تھے آئیں گے نہ عابدؑ جب تک
ہم غریبوں کی کوئی لاش اٹھانے کا نہیں

کہتا تھا شمرِ لعیں لاکھ شہؑ دیں تڑپیں
پانی ان کو میں دمِ ذبح پلانے کا نہیں

کہا عباسؑ نے حیدرؑ سے لبِ کوثر پر
بے سکینہؑ کے تو میں پیاس بجھانے کا نہیں

بولے شہؑ قبر بناؤں گا تری ننھی سی
تجھ کو اصغرؑ میں بیاباں میں سلانے کا نہیں

پنجتنؑ کا جو ہوا خاتمہ زینبؑ نے کہا
وارث اب کوئی پیمبرؐ کے گھرانے کا نہیں

کہا بانوؑ نے سکینہؑ جو لگی توڑنے دم
جاؤ جنت میں تمہیں کوئی رلانے کا نہیں

بولی زینبؑ کہ گلے سے مرے لگ جانا ذرا
شہؑ نے فرمایا کہ مقدور اب آنے کا نہیں

سیب شامی نے دیا جب تو سکینہؑ نے کہا
لیویں صدقہ یہ چلن اپنے گھرانے کا نہیں

حُر کو آتی تھی صدا تُجھ سے نہ خوش ہوں گے علیؑ
بدلے شبیرؑ کے گر حلق کٹانے کا نہیں

دفن اصغرؑ کو کیا جب تو کہا سرورؑ نے سوؤ اصغرؑ تمہیں اب کوئی جگانے کا نہیں
کہا مسلمؑ نے وہ بے کس ہوں کہ بعد از رحلت فاتحہ کو بھی کوئی ہاتھ اٹھانے کا نہیں
جز حسینؑ ابنِ علیؑ حشر میں کوئی بھی دبیر
ہم گنہ گاروں کو دوزخ سے بچانے کا نہیں

O

کہے نہ مُجرئی کیوں دائما حسینؑ حسینؑ بتولؑ روتی ہے کہہ کر سدا حسینؑ حسینؑ
ہر اک مرض کی سلامی دوا حسینؑ حسینؑ برائے دیدۂ حق ہیں ضیا حسینؑ حسینؑ
کہے جو مُجرئی وقتِ فنا حسینؑ حسینؑ صدا مزار سے نکلے سدا حسینؑ حسینؑ
نسیمِ غنچۂ تسلیم زیبِ باغِ نعیم بہارِ گلشنِ صبر و رضا حسینؑ حسینؑ
حواسِ خمسۂ زہراؑ قرارِ شیرؑ خدا امام ضامنِ آلِ عبا حسینؑ حسینؑ
ہر اک نبیؐ نے کیا ورد پنجتن کا نام بہت سے روئے مگر جب کہا حسینؑ حسینؑ
عزیزو مرثیہ سننے کی تم کو کیا حاجت تمہارے رونے کو ہے اکتفا حسینؑ حسینؑ
سمجھ کے ترجمۂ کل من علیھا فان ہوا محبتِ حق میں فنا حسینؑ حسینؑ
قلم نے شاہِ شہدا کا حال جو پوچھا زبانِ قدرتِ حق نے کہا حسینؑ حسینؑ
بہ دشتِ ماریہ پہنچے تو کھول کر آغوش زمینِ قبر پکاری بیا حسینؑ حسینؑ
پلِ صراط سے بے شک اتر ہی جائیں گے زباں سے کہہ کے یہ اہلِ عزا حسینؑ حسینؑ
نہ پوچھو رحلتِ صغریٰؑ کا حال اے یارو کہ کیسے پیار سے اُس نے کہا حسینؑ حسینؑ
یہ اپنی بیوہ کو عباسؑ نے وصیت کی ق کہوں گا میں تو لحد میں سدا، حسینؑ حسینؑ
مگر بنا کے تیری خاکِ قبر سے تسبیح تُو وِرد کیجیو صبح و مسا حسینؑ حسینؑ
مرا شہیدا مرا بے گنہ مرا سیّد مرا امامؑ مرا مقتدا حسینؑ حسینؑ
کہے یہ فاطمہؑ نے بین آ کے مقتل میں ق کہاں پڑا ہے مرا دل رُبا حسینؑ حسینؑ
ستم کا مارا پیمبرؐ کا پیارا بے چارا مرا ستارہ میرا مہ لقا حسینؑ حسینؑ
پڑا ہے بے لحد و بے نمازِ میت آہ غریب و بے کس و بے آشنا حسینؑ حسینؑ
یہ بین سُن کے کہا لاش نے کہ اے اماں خُدا خُدا کہو کہتی ہو کیا حسینؑ حسینؑ
دبیر خوفِ سوال و جواب پھر کیا ہے
جواب نامے میں گر ہو لکھا حسینؑ حسینؑ

○

غیظ میں جب آکے کھینچا شاہؑ نے تلوار کو
مُجرئی چھپنے کی جا ملتی نہ تھی کفار کو

حُسن و جاہ و جرأت و شوکت نے آ چومے قدم
جب کیا زیبِ کمر عباسؑ نے تلوار کو

کہتی تھی زنداں میں زینبؑ بھائی ہے دشوار زیست
پاس اب اپنے بلا لو خواہرِ ناچار کو

بولی عاشورے کے دن صُغریٰؑ ہوئے بابا شہید
ہے تزلزل غم سے قبرِ احمدِؐ مختار کو

تشنہ لب جب ذبح کرتا ہوگا شاہِ دیں کو شمر
کیسا صدمہ ہوگا روحِ حیدرِؑ کرار کو

ظالموں سے بولے شہؑ گر قتل کرتے ہو کرو
دل میں پرسوچو ذرا اپنے مآلِ کار کو

بدھیاں زخموں کی جب پہنیں تو قاسمؑ نے کہا
اس لیے آگے بھی تھا ہم نے نہ پہنا ہار کو

کوندے دشتِ شہادت میں لگی مانند برق
رَن میں کھینچا ابنِ حیدرؑ نے جونہی تلوار کو

کرکے منہ سوئے نجف زینبؑ نے یہ رو کر کہا ق
قید اعدا نے کیا جب عابدؑ بیمار کو

یاامیرالمومنیں فریاد ہے فریاد ہے
قید کرکے لے چلے ہیں قافلہ سالار کو

دیکھ کر عابدؑ کو کہتے تھے یہ باہم راہ رَو ق
ہے یہ ظاہر رنج ہے اس قافلہ سالار کو کو

پہنے ہے زنجیر و طوق اور کھینچے اُونٹوں کی مہار
حق نے کیا طاقت ہے دی اس صاحبِ آزار کو

رُک گیا گھوڑا تو یوں بولے رفیقوں سے امامؑ
آکے روکا ہے قضا نے اِس مرے رہوار کو

لو کرو خیمے بپا یہ ہی شہادت گاہ ہے
سُرخ رو ہونا ہے یاں مجھ صادق الاقرار کو

دیکھ فوجِ شاہِ دیں زینبؑ نے کی رو رو دُعا
یا خدا پھولا پھلا رکھیو تُو اِس گلزار کو

تیر کھانا یاد آتا تھا علیؑ اصغر کا تب
دیکھتے تھے جس گھڑی عابدؑ لبِ سوفار کو

اس زمیں میں اک سلام اب اور کہہ تُو اے دبیرؔ
چاہتا ہے دل سُنا کیجیے تری گفتار کو

○

سلامی کرتے تھے اکبرؑ خطاب آہستہ آہستہ
تکاں ہے زخمِ دل کو چل عقاب آہستہ آہستہ

چلا حُر جب سوئے شبیرؑ گردوں سے صدا آئی
کہ زہراؑ آتی ہے تھامے رکاب آہستہ آہستہ

ادب لازم ہے تجکو کر نہ جولاں اپنے مرکب کو
کرائے حُر طے تو اب راہِ ثواب آہستہ آہستہ

سناں اکبرؑ کے سینے سے لگے جب کھینچنے سرورؑ
کیا رو رو کے یوں اُس سے خطاب آہستہ آہستہ

یہ برچھی ہے جگر میں اور جگر میرا ہے برچھی میں
سناں کھینچو شہِ عالی جناب آہستہ آہستہ

جب آئی ہند زنداں میں تو زینبؑ شرم سے رُخ پر
تھی روتی ڈالے بالوں کی نقاب آہستہ آہستہ

پلایا زہر شبرؑ کو کیا شبیرؑ کو بے سر
مٹایا خاندانِ بوترابؑ آہستہ آہستہ

رُکا گھوڑا جو چل کر خیمہ سے شہؑ نے کہا رو کر
نہ کر اے اسپ طے راہِ ثواب آہستہ آہستہ

اُٹھا کر اپنی گردن وہ لگا کہنے چلوں کیوں کر
سکینہؑ آتی ہے تھامے رکاب آہستہ آہستہ

ٹھہر کر راہ چلتے تھے جو عابدؑ ناتوانی سے
رواں زنجیر تھی جوں موجِ آب آہستہ آہستہ

اٹکتا تھا جو ہر دم خنجرِ بے آب قاتل کا ق
کہا شہؑ نے یہ باصد اضطراب آہستہ آہستہ

اذیت مجھ کو ہوتی ہے ترے خنجر کے لگنے سے
نہ کر تو ذبح اے خانہ خراب آہستہ آہستہ

حرم کو تھی جو رونے کی مناہی قید خانے میں
فغاں کرتے تھے وہ سینہ کباب آہستہ آہستہ

شہیدوں کو فقط اس واسطے مرنے کی جلدی ہے
حساب اپنا نہ ہو روزِ حساب آہستہ آہستہ

کیا جن ظالموں نے باغِ زہراؑ جلد یوں ویراں
فرشتے اُن پہ کرتے ہیں عذاب آہستہ آہستہ

کہا صغراؑ نے رو کر آتشِ فرقت نے بابا کے
کیا ہے طائرِ دل کو کباب آہستہ آہستہ

دبیرؔ خستہ ہے مردم کو خوفِ آمدِ طوفاں
غمِ شہؑ میں بہا چشموں سے آب آہستہ آہستہ

O

جو کہ قربانِ مزارِ علی اکبرؑ ہوگا
مجرئی اُس کو ثوابِ حجِ اکبر ہوگا

جب عیاں سیّدِ مظلوم کا لشکر ہوگا
مجرئی غرق نہ خوں دامنِ محشر ہوگا

نوجواں قتل جو اے مجرئی اکبرؑ ہوگا
خُلد میں چاک گریبانِ پیمبرؐ ہوگا

بانوؑ اکبرؑ کے لڑکپن میں بلائیں لے کر
کہتی تھی نام خدا خوب یہ دلبر ہوگا

شاہؑ کہتے تھے نہ دل اس سے لگاؤ بانو
قتل اٹھارویں سال آپ کا دلبر ہوگا

بولی صغراؑ کہ میرے دیکھنے کی حسرت میں
دم تو اٹکا مرے بابا کا مکرّر ہوگا

شہؑ نے اعدا سے کہا لاشۂ اصغرؑ کو دکھا
کہو دو گز کفن اس کو نہ میسر ہوگا

بانوؑ کہتی تھی لحد میں بھی مرے ہونٹوں پر
علی اکبرؑ علی اکبرؑ علی اکبرؑ ہوگا

قبرِ عباسؑ پہ کہتی ہے سدا روحِ حسینؑ — ایسا کوئی نہ وفادار برادر ہوگا
بالے پن میں جو ہوئی رانڈ دُلہن قاسم کی — بانوؑ کہتی تھی کہ جینا ترا کیوں کر ہوگا
شہ نے زینبؑ سے کہا تم نہ کہیں جی کھونا — سر مرا آپ کے اشتر کے برابر ہوگا
شہؑ نے فرمایا نہ رکھ تو مرے سینے پہ قدم — دیکھ بدنام تو اے شمر ستم گر ہوگا
خلق میں ہوگا عیاں ظلم ترا صبر مرا — نہ تو ہم ہوں گے نہ تو ہوگا نہ خنجر ہوگا
شاہؑ کہتے تھے کہ وہ بے سروساماں ہوں میں — دفن لاشہ بھی مرا خاک میں بے سر ہوگا
عشرۂ ماہِ محرّم کو یہ آتی تھی صدا — آج ویران پیمبرؐ کا بھرا گھر ہوگا
موت کہتی تھی نظر کر کے رُخِ اکبرؑ پر — صاد اس رخ پہ شہادت کا مقرر ہوگا
شہؑ نے اعدا سے کہا قتل نہ اکبرؑ کو کرو — پھر نہ ایسا کوئی ہم شکلِ پیمبرؐ ہوگا
شہؑ نے زینبؑ سے کہا فاتحہ دینا میرا — کہا زینبؑ نے کہ پانی جو میسر ہوگا
اس لیے گورِ غریباں پہ نہ روئی بانوؑ — کہ خفا اُن کے صدا رونے کی اکبرؑ ہوگا
شاہؑ کہتے تھے نہ کر ذبح تو مجھ پیاسے کو — ارے ظالم ترا خنجر بھی نہیں تر ہوگا
شہدا کہتے تھے زنداں میں ہے سجادؑ حزیں — اب کفن دیکھیے کب ہم کو میسّر ہوگا

خوف کر تشنگیِ حشر کا ہرگز نہ دبیر
کہ سخی ابنِ سخی مالکِ کوثر ہوگا

○

مُجرئی شہؑ کو نہ کیوں خلقِ خدا یاد کرے — جو خدا کو تہِ شمشیرِ جفا یاد کرے
مُجرئی ہند کو پھر میری بلا یاد کرے — درِ دولت پہ اگر شیرؑ خدا یاد کرے
ہر قدم شمر کا تھا حکم کہ وقتِ بے داد — نہ کوئی محکمۂ روزِ جزا یاد کرے
پشت پر دُرّہ بے دادا لگاؤ اتنے — جب تلک زندہ رہے زینِؑ عبا یاد کرے
کس طرح خاک اڑا کر نہ دمِ سرد بھرے — باغِ زہراؑ کی خزاں کو جو صبا یاد کرے
اپنے ہر شیعہ سے مولاؑ کی یہ فرمائش ہے — جو پیے پانی مرا خشک گلا یاد کرے
کلمہ گو آہ فراموش کریں حق اس کا — اُمتِ جدؐ کو جو ہنگامِ دعا یاد کرے
کہا بانوؑ نے نہ پانی بھی ملا میرے گہر — جا کے فردوس میں بچہ مرا کیا یاد کرے

دیکھ کر چہرۂ اکبرؑ یہ پکارے اعداق — کون یوسفؑ کو حضور اس کے بھلا یاد کرے
رُخ ہے وہ گلشن قدرت کہ بوقتِ گل گشت — دل عنادل کا نہ اک گل کی صفا یاد کرے
گر نگہ خضر کی ہو چاہِ ذقن سے سیراب — پھر نہ وہ ذائقۂ آبِ بقا یاد کرے
زلف وہ زلف کہ شیرازۂ اجزائے ثواب — ہے خطا یاں جو کوئی مشکِ خطا یاد کرے
چشم وہ چشم کہ نظارہ کرے اس کا اگر — نرگس باغِ جناں کو نہ صبا یاد کرے
قدِ پُر نور ہے وہ شمع کہ دیکھے جو کلیمؑ — شجرِ طور کی ہرگز نہ ضیا یاد کرے
واہ کیا نور ہے کیا حسن ہے اللہ اللہ — ایسے بندوں کو نہ کیوں خلقِ خدا یاد کرے
بولی صغراؑ کہ مسیحا نے بھلایا مجکو — گور اب یاد کرے یا کہ قضا یاد کرے
آہ قتل اُس کے نواسے کو کریں شہر سے دور — عرش پر اپنے قریں جس کو خدا یاد کرے
پُرزے پُرزے کریں تن اس کا مسلماں صد حیف — جس کو تعظیم سے قرآں میں خدا یاد کرے
سونا راتوں کا سکینہؑ کو نہ بھولے کیوں کر — جب کہ دل سینۂ شاہِ شہداؑ یاد کرے
ہے یقیں عشرتِ دنیا سے طبیعت بھر جائے — بعد عاشور جو رونے کا مزا یاد کیا کرے
ننگے سر پھرنے سے کس طرح نہ زینبؑ شرمائے — پردہ ماں کا جو وہ محتاجِ ردا یاد کرے
ذکر شبیرؑ کا یوں کرتی تھی صغراؑ بیمار — جیسے تپ میں کوئی آیاتِ شفا یاد کرے
دستِ فریاد یقیں ہے کہ کفن سے ہو بلند — ضرب دُرّوں کی اگر خیرنساؑ یاد کرے
غرق ہو نوحؑ کے طوفان میں ہر کشتیِ چشم — گر بکا میں کوئی عابدؑ کا بکا یاد کرے
گو میں ذاکر ہوں پہ محشر میں یہ خواہش ہے دبیر — سگِ در کہہ کے مجھے شبیرؑ خدا یاد کرے

نہ تو جنت کی نہ فردوس کی خواہش ہے دبیر
بس نجف میں مجھے اب شبیرؑ خدا یاد کرے

O

جو کہ مصروفِ سلامِ شہداؑ رہتا ہے — گو وہ رہتا نہیں پر نام سدا رہتا ہے
اے فلک بعدِ فنا کاٹے گئے دستِ حسینؑ — اک نہ اک ظلم ترے گھر میں نیا رہتا ہے

شمر کہتا تھا یہی ماں ہے علیؑ اکبر کی
جس کا اک ہاتھ کلیجے پہ دھرا رہتا ہے

شاہِ دیں لاشۂ اکبرؑ پہ کھڑے کہتے تھے
ہوش اس جا نہیں انساں کا بجا رہتا ہے

شاہؑ کہتے تھے ہے کیا ذائقۂ تیرِ جفا
کہ لبِ زخم میں تا دیر مزا رہتا ہے

شمر سے شہؑ نے کہا پاؤں نہ رکھ سینے پر
یہیں گنجینۂ اسرارِ خدا رہتا ہے

کہا بانوؔ نے میں زنداں میں ہوں اکبرؑ رن میں
روح رہتی ہے جدا جسم جدا رہتا ہے

رو کے یہ قاصدِ صغریٰ سے کہا عابدؑ نے
کہیو بھائی ترا محتاجِ دوا رہتا ہے

بولی زینبؑ کہ نہیں خواب میں آتے اکبرؑ
اور مرے دل کو خیال ان کا سدا رہتا ہے

ننگے سر لاشے پہ میں اس کے گئی تھی رن میں
شاید اس بات پہ وہ مجھ سے خفا رہتا ہے

جب سے زینبؑ گئی انبوہ میں سر ننگے آہ
تب سے سر خلد میں زہراؑ کا کھلا رہتا ہے

رو کے یہ ہند کی بیٹی نے سکینہؑ سے کہا ق
سر ترا کس لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے

وہ لگی کہنے یتیمی کے نشانی ہے یہ
کرتا بے وارثے بچوں کا پھٹا رہتا ہے

باپ مارا گیا بھائی موئے زنداں میں پھنسی
اس مصیبت میں بھلا ہوش بجا رہتا ہے

خواب میں آن کے عابدؑ سے یہ شہؑ نے پوچھا
اے پسر قید میں کیا حال ترا رہتا ہے

کہا سجادؑ نے اشک آنکھوں میں لب پر فریاد
پاؤں زنجیر میں رسّی میں گلا رہتا ہے

کہتی تھی قومِ اسد شام سے تا وقتِ سحر ق
حشر سا گنجِ شہیداں میں بپا رہتا ہے

ننگے سر آتی ہیں خاتونِ قیامت رن میں
نعرہ زن صبح تلک شیرِؑ خدا رہتا ہے

ہے یہ شرمندگی پانی کے نہ پہنچانے کی
نیزے پر بھی سرِ عباسؑ جھکا رہتا ہے

رُو کے یہ مادرِ قاسمؑ نے کہا کبریٰؑ سے ق
تم اگر روک لو واری تو بنا رہتا ہے

گھر ترا لٹتا ہے اب شرم کہاں کی بی بی
کوئی اس وقت میں پابندِ حیا رہتا ہے

کہتے تھے اہلِ حرم گو کہ گرفتار ہیں ہم ق
ہم سے پر دکھ شہِؑ بے کس پہ سوا رہتا ہے

شام ہوتی ہے تو اونٹوں سے اترتے ہیں ہم
اور سرِ شاہؑ تو نیزے پہ چڑھا رہتا ہے

کہتے تھے شاہِ نجف رن میں مرے گا عباسؑ
اپنے بھائی پہ ابھی سے یہ فدا رہتا ہے

طوفِ کعبہ کا تجھے شوق ہے از بسکہ دبیرؔ
مضطرب دل صفتِ قبلہ نما رہتا ہے

○

مجرائی جہاں شہؑ کی تصویر نظر آئی
سر سجدے میں اور سر پہ شمشیر نظر آئی

کس دکھ میں فلک تو نے شبیرؑ کو ڈالا تھا
جز مرگ نہ جو کوئی تدبیر نظر آئی

زہراؑ نے شہیدوں کو دیکھا کو جو مرقع میں
اک حُر کی نئی اس میں تصویر نظر آئی

بے نور تھیں یہ آنکھیں شہؑ کی غمِ اکبرؑ سے
جو خط کی نہ صغریٰؑ کے تحریر نظر آئی

بانوؑ نے کہا جب سے اکبرؑ گئے دنیا سے
جو خط کی نہ صغریٰؑ کے تحریر نظر آئی

وہ بیاہ تھا قاسمؑ کا یا موت کا ساماں تھا
جو بی بی نظر آئی دلگیر نظر آئی

سر ننگے کھلے گیسو زندانِ ستم مسکن
یہ ہند کو زینبؑ کی توقیر نظر آئی

کی عرض دمِ مُردن شبیرؑ سے یہ حُر نے ق
جنت کی مجھے اس دم تعمیر نظر آئی

شہؑ بولے مری ماں ہے آئی ترے لینے کو
اے حُر تجھے کچھ اپنی توقیر نظر آئی ؟

نیزے پہ سرِ شہؑ کی آنکھوں سے بہے آنسو
سر ننگے جو بلوے میں ہمشیر نظر آئی

عابدؑ کی اسیری کا آنکھوں میں کھنچا نقشہ
جب حضرتِ باقرؑ کو زنجیر نظر آئی

صد شکر کہ سر دیکھا شبیرؑ کے قاتل کا
یہ نالۂ زہراؑ کی تاثیر نظر آئی

کیا قہر ہے ظالم نے شکر اس پہ کیا ہے
سر ننگے جو سرورؑ کی ہمشیر نظر آئی

صغریٰؑ نے کہا جوں جوں شوق اپنا ہوا افزوں
وصلِ شہؑ بے کس میں تاخیر نظر آئی

زینبؑ نے کہا شہؑ سے ہو خیر تری بھائی ق
شب خواب میں ہے زہراؑ دلگیر نظر آئی

چاہا شہِؑ بے کس نے ہمشیر کو سمجھائیں
لیکن نہ کوئی ایسی تقریر نظر آئی

جب حلق لگا کٹنے اس وقت یہ فرمایا
اس خواب کی اے زینبؑ تعبیر نظر آئی

بیٹھا ہے دبیر آکر شہؑ کے درِ دولت پر
بہتر نہ کوئی اس سے جاگیر نظر آئی

○

غضب ہے مجرئی مختار تھے جو کوثر کے
انھیں فلک نے اتارا ہے گھاٹ خنجر کے

سلامی اشک بہا غم میں ابنِ حیدرؑ کے
فرشتے حشر میں دیں گے تجھے گھیر کر کے

کہا یہ بانو نے دل پیچ و تاب کھاتا ہے
جھنڈولے بال جو آئے ہیں یاد اصغرؑ کے

گلوئے شاہؑ نے کٹ کر کہا نہ بھولیں گے
نبیؐ کے بوسے مجھے اور رگڑے خنجر کے

حرم رسولؐ فلک قدر کے تھے قید جہاں
جنابِ فاطمہؑ پھرتی تھیں گرد اس گھر کے

کہا یہ شمر نے عابدؑ سے ہاتھ باندھ کے آہ
رسن سے باندھے ہیں بازو یہ میں نے حیدرؑ کے

سرِ حسینؑ یہ کہتا تھا دو کوئی چادر
کہ اہل بیتؑ ہیں سر ننگے سب پیمبرؐ کے

بتولؑ کہتی تھی یہ لگ گئی نظر کس کی
کہ قتل ہو گئے خورد و کلاں مرے گھر کے

حسینؑ کہتے تھے کس کس کی میں کروں خاطر
کہ ہیں ہزاروں خریدار میرے اک سر کے

چڑھا جو نیزے پہ سر شاہؑ کا تو دی یہ صدا
میں سر بلند ہوا حق کی راہ میں مر کے

وہ راہِ عشقِ خدا ہے کہ جس کی منزل پر
قسم خدا کی میں پہنچا خدا خدا کر کے

بیان کرتے تھے شہؑ رحم کر جوانی پر
نہ رن کو جاؤ تم اکبرؑ ہمیں حزیں کر کے

جگر کو چین نہیں دل مرا تڑپتا ہے
تو دیکھ لے مری چھاتی پہ ہاتھ کو دھر کے

بروزِ قتلِ شہنشاہِ دیں بوقتِ زوال ق
سر اپنا تکیہ پہ صغریٰؑ جو سو گئی دھر کے

اٹھی جو خواب سے رو کر یہ بولی نانی سے
ابھی کھڑے ہوئے تھے شاہؑ آگے دختر کے

دکھا کے خاک بھرے ہاتھ مجھ سے کہتے تھے
ہم آئے ہیں علیِ اصغرؑ کو قبر میں دھر کے

کتاب وصفِ علیؑ میں اگر لکھوں میں دبیر
بناؤں تارِ شعاعی سے تار مسطر کے

O

پاؤں سجادؑ کا اے مجرئی زنجیر میں ہے
دم گلے میں ہے گلا طوقِ گلوگیر میں ہے

پوچھا اکبرؑ نے کہ لشکر کا ہراول ہے کون
شہؑ نے فرمایا ابھی لشکرِ بے پیر میں ہے

شاہؑ کہتے تھے جوانو نہ کرو تیغ زنی
حُر مرا پیارا یہاں آنے کی تدبیر میں ہے

خطِ پیشانیِ حُر دیکھ کے بولے شبیرؑ
سیر فردوس کی لکھی تری تقدیر میں ہے

دی جو زینبؑ نے رضا بیٹوں کو کہتے تھے حسینؑ
واہ کس درجہ سخاوت مری ہمشیر میں ہے

شہ نے فرمایا کہ سر ننگے پھرے گی در در
یہی لکھا ہوا زینبؑ تری تقدیر میں ہے

منتخب رباعیاتِ دبیرؔ

پروانے کو دُھن شمع کو لو تیری ہے
عالم میں ہر اک کو تگ و دو تیری ہے
مصباح و نجوم و آفتاب و مہتاب
جس نور کو دیکھتا ہوں ضو تیری ہے

اعدا کو اُدھر حرام کا مال ملا
حُر کو اسد اللہ کا اِدھر لال ملا
واللہ کلاہِ سرِ عالم ہوا حُر
حُلّہ ملا معصومہ کا رومال ملا

گر مہرِ امامِ دوسرا حاصل ہو
گو درد ہو لادوا، دوا حاصل ہو
اس دم ہو مددگار گر احمدؐ کا لال
واللہ کہ دُرِ مدّعا حاصل ہو

واللہ کہ طالعِ رسا حُر کو ملا
سردارِ امامِ دوسرا حُر کو ملا
گھر حُر کا ہوا احمدِ مرسلؐ کا دل
حور و ارم و حُلّہ صلا حُر کو ملا

آرامِ دلِ حرم کا معدوم ہُوا
کم عمر کا حالِ مرگ معلوم ہوا
دُودھ اگلا، لہو ڈالا، ڈرا کھا کر سہم
اور سرد وہ معصومؑ کا معصوم ہوا

حُر کو مددِ حرم کا الہام ہوا
ہر درد و الم سرور و آرام ہوا
مسلم ہوا سرور کا ہراول ہوکر
حاصل حُر کو کمالِ اسلام ہوا

دردا کہ ملول امامِ معصوم رہا
ہر اہلِ طمع عُمر کا محکوم رہا
مالک ہوا ساحل کا گروہِ گمراہ
اور آہ امامِ عصر محروم رہا

ہے سُست کے چست پر کلام اپنا ہے لاریب خطاپوش امام اپنا ہے
جو بند کے بند قطع کر لیتے ہیں اُن مرثیہ گویوں کو سلام اپنا ہے

سرقہ مضمون کا زبوں ہوتا ہے یعنی علمِ نظم نگوں ہوتا ہے
پر ان میں مندرج ہے حالِ شہدا اس سے مرے مرثیوں کا خوں ہوتا ہے

شیرانِ مضامیں کو کہاں بند کروں گونجیں گے پکاریں گے جہاں بند کروں
خلاقیِ مضموں کا ہے دعویٰ سب کو کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں

شاکر ہو دبیرؔ آلِ نبیؐ کی ہے یہ تائید تازہ ہے تمامی سخن اور تنقید ہے تقلید
وزدانِ مضامیں پہ نہ کر منع کی تاکید تو مجتہدِ نظم ہے فرض ان پہ ہے تقلید

اشک غمِ شبیرؑ دُرِ یکتا ہے ہر دیدۂ حق بیں سے یہ دُر پیدا ہے
بے اشکِ عزا آبروئے چشم ہے خاک پانی نہ ہو جس میں وہ کنواں اندھا ہے

جو پھول کبھی نہ بوستاں سے نکلے اس دور میں جورِ آسماں سے نکلے
صدشکر کہ شہرِ لکھنؤ تھا جنت آدمؑ ٹھہرے کہ یہاں سے نکلے

کونین پہ خالق کا ولی غالب ہے ہے علمِ خدا روح علیؑ قالب ہے
اللہ ہے مطلوب نبیؐ طالب ہے کیا ذاتِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہے

'ح' نام میں ہے حق کی حمایت کے لئے اور 'سین' ہے سائل سے سخاوت کے لئے
ہیں نامِ حسینؑ میں بھی کیا خوب حروف 'ی' 'نون' ہیں تاریخِ شہادت کے لئے

محتاجوں کا اغنیا نے زر بخشا ہے
درماندوں کے آرام کو گھر بخشا ہے
احمدؐ کے نواسے کی سخاوت دیکھو
دشمن کو رہِ دوست میں سر بخشا ہے

غمِ لوح و قلم کو شہِ ذیجاہ کا ہے
فرمان ازل سے یہی اللہ کا ہے
جب سے کہ لکھا نامِ حسینؑ مظلوم
نقشہ قلم و دوات میں آہ کا ہے

ہر چند ہزار رنگ عالم بدلے
ممکن نہیں تاثیر محرم بدلے
باقی ہے ابھی دعویِ خونِ شبیرؑ
کعبہ کیوں کر لباسِ ماتم بدلے

گُل ہو نہ چراغِ عمر جلتے جلتے
ہو جائے نہ چھاؤں دھوپ ڈھلتے ڈھلتے
چلنا ہے تو جلدی چل زیارت کو دبیر
آجائے نہ موت راہ میں چلتے چلتے

گر اس پہ غبارِ غمِ سرور بیٹھے
اغلب ہے ابھی فلک زمیں پر بیٹھے
حقا کہ گراں ہے سخنِ قتلِ حسینؑ
اس ذکر میں آواز نہ کیونکر بیٹھے

ہونے کو نہ اس بزمِ جہاں میں کیا کیا ہوگا
خالی نہ بد و نیک سے اصلا ہوگا
ظلم بھی ہوئے ہیں اور ہوں گے لیکن
شبیرؑ سا مظلوم نہ پیدا ہوگا

اصغرؑ کو مقتل میں لٹاتے تھے حسینؑ
مُردے کو کلیجے سے لگاتے تھے حسینؑ
از بس کہ زمینِ کربلا جلتی تھی
گہہ رکھتے تھے لاش گہہ اٹھاتے تھے حسینؑ

رہ جاتا ہوں انگشت بدنداں ہو کر
حیدرؑ کو کہا ابر سخنداں ہو کر
مانا کہ گہر بخش ہے نیساں بھی مگر
وہ دیتا ہے رو رو کے یہ خنداں ہوکر

جب بخت بنِ قین نے زینبؑ بخشی | زینبؑ نے تشفّی بہ شفقت بخشی
تیغیں جو تن ۔ جبیں شق ۔ جی بے چین | جنت بخشی نبیؐ نے جنت بخشی

(صنعتِ منقوط)

سرکارِ سلاطیں سے سروکار نہیں | جز مجلسِ مولا کوئی دربار نہیں
مداح ہوں میں امامِ بے سر کا دبیر | سامان کیا کہ سر بھی درکار نہیں

ناداں کہوں دل کو کہ خرد مند کہوں | یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے دبیر | بندوں کو میں کس منہ سے خداوند کہوں

آقا سے کہیں کرتے ہیں دوری بندے | شیعہ ہیں حسینؑ کے نوری بندے
کیا خوب کھلے سیاہ پوشی کے رمز | اللہ کے سائے میں ہیں نوری بندے

ہے ماتمِ اہلِ بیت میں بیت اللہ | پوشش ہے سیاہ سنگ اسود ہے گواہ
زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں دائم | سمجھو نہ ستوں ہے کششِ نالہ وآہ

شبیرؑ کا عزّوجاہ سبحان اللہ | غربت میں ہیں سب گواہ سبحان اللہ
حلقوم پہ شمشیر زباں پر تکبیر | سبحان اللہ واہ سبحان اللہ

دنیا میں کبھی خوش کبھی دل گیر ہوئے | پر شکر کہ مدح خوانِ شبیرؑ ہوئے
اب عہدِ رواداری ہے ہشیار دبیر | بچے سے جواں ۔ جواں سے پیر ہوئے

ہر عضو سے سر بلند گو آنکھیں ہیں | پر فرش کی ہو کمی تو لو آنکھیں ہیں
کس کس کے یہ زیرِ پا بچھاؤں میں دبیر | مشتاق بہت ہیں، اور دو آنکھیں ہیں

---

1 ماخوذ از ریاضِ شمیم مولفہ فرزوقِ ہند حضرت شمیم امروہوی شاعرِ دربارِ رامپور

جو دوست ہے البتہ دعا دیتا ہے
ورنہ بندے کو بندہ کیا دیتا ہے
ہر شے کا یداللہ سے سائل ہو دبیر
سب کچھ اس ہاتھ سے خدا دیتا ہے

کچھ کام کی یہ آہ نہیں واہ نہیں
ارشادِ خدا سے کون آگاہ نہیں
کثرت ہو کہ قلت ہو مجالس میں دبیر
ناحق ہے جو قربتہً الی اللہ نہیں

شہرہ راہِ عدم سے خضرآگاہ نہیں
اس راہ میں روح تک بھی ہمراہ نہیں
صحت میں مرض میں رنج و راحت میں دبیر
بندے کا کوئی سوائے اللہ نہیں

اس بزم کا دعویٰ ہے کہ جنت میں ہوں
آنسو ہیں رواں کہ بحرِ رحمت میں ہوں
کہتا ہے یہ دل سے درہمِ داغِ حسینؑ
غنچۂ مغفرت کی قیمت میں ہوں

یارب خلاقِ ماہ و ماہی تو ہے
بخشندۂ تاج و تختِ شاہی تو ہے
بے منّت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے

رونق پہ ہے سرکارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
بیٹھے ہیں عزادارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
کہتے ہیں ملک چن کے ہر اک گوہرِ اشک
دُر بار ہے۔ دربارِ حسینؑ ابنِ علیؑ

اصغرؑ کے لئے شغلِ فغاں رکھتے ہیں
مرقد میں اُسے شاہِ زماں رکھتے ہیں
چلاتی ہے بانو کہ ہے سُونا جنگل
حضرت مرے بچے کو کہاں رکھتے ہیں

اقلیم حواس بیخودی نے لُوٹا
اور شیشۂ صبر سنگِ غم سے ٹوٹا
یہ ماہِ رجب وہ ہے کہ جس میں شہ سے
نانا کی لحد چھٹی مدینہ چھوٹا

۱مرثیہ مرزا دبیر مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم ۲مرثیہ مرزا دبیر مطبع نولکشور کان پور، جلد اوّل

دل خود بخود افسردہ ہوا جاتا ہے　　بے روئے نہیں ہم سے رہا جاتا ہے
یہ روز وہ ہیں کہ کربلا کی جانب　　شبیرؑ کا قافلہ چلا جاتا ہے

دل کعبہ ہے اس میں ہے مقامِ حیدرؑ　　بھولوں گا نہ میں قبر میں نامِ حیدرؑ
آپس میں نکیرین کریں گے تکرار　　پُرسش نہ کرو یہ ہے غلامِ حیدرؑ

ادنیٰ سے سرجھکائے اعلیٰ وہ ہے　　جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے
کیا خوب دلیل ہے یہ خوبی کی دبیر　　سمجھے جو بُرا آپ کو اچھا وہ ہے

محروم کسی کو نہ سخی نے رکھا　　کچھ مال نہ زر حق کے ولی نے رکھا
کیا زہد ہے کیا فیض ہے رغبت سے کبھی　　روزے کے سوا کچھ نہ علیؑ نے رکھا

یا شیرِ خدا، خدا کے نائب ہو تم　　یکساں بخدا حاضر و غائب ہو تم
مہمان ہوئے اک وقت میں چالیس جگہ　　ظاہر ہے کہ مظہرالعجائب ہو تم

عین سے عین عبادت کا سر انجام ہوا　　لال وہ لام کہ جس لام سے اسلام ہوا
ی سے یاور ہوا مشکل میں ہر اک بندے کی　　صدقے اس نام کے کیا خوب علیؑ نام ہوا

قالب کا شرف کیا ہے اگر جان نہیں　　جس میں کہ نہیں عقل وہ انسان نہیں
بیکار ہے زہدو ورع صوم و صلوٰۃ　　گر حُبِ علیؑ نہیں تو ایمان نہیں

دربارِ جنابِ مصطفٰے کو دیکھا　　اِن آنکھوں سے شانِ کبریا کو دیکھا
فردوس میں پہنچے جو نجف میں پہنچے　　جنت دیکھی جو کربلا کو دیکھا

مجموعۂ کائنات برہم ہے آج
عاشور کے دن سے کیا یہ دن کم ہے آج
ہے صاحبِ ذوالفقار دنیا سے اُٹھا
دامادِ رسولِؐ حق کا ماتم ہے آج

میزانِ سخن سنج میں تلتا ہوں میں
فکرِ گہرِ نظم میں گھلتا ہوں میں
دل رہتا ہے بند قفلِ ابجد کی طرح
جب حرف شناس ہو تو کھلتا ہوں میں

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

حاصل ہو جہاں میں نیک نامی مجھ کو
تصنیف کی فکر ہو مدامی مجھ کو
آقا کا تو کیا ذکر وسیلے کے لئے
درکار ہے قنبر کی غلامی مجھ کو

یاشاہِ نجف رحمتِ یزداں تم ہو
قرآن قالب ہے جانِ قرآں تم ہو
دعویٰ سب کو ہے مومنیت کا مگر
مومن وہ ہے کہ جس کے ایماں تم ہو

کہتی تھی سکینہؑ قتلِ بابا دیکھا
بھیا علی اصغرؑ کا خوں میں لاشہ دیکھا
زنداں میں چھنے اور طمانچے کھائے
اس تین برس کے سن میں کیا کیا دیکھا

پابند غمِ عابدؑ خوش ذات ہوں میں
مانندِ جرس فغاں میں دن رات ہوں میں
جو پوچھتا تھا راہ میں سجّاد سے نام
کہتے تھے ساربانِ سادات ہوں میں

یاشاہِ نجف مالکِ کشور تم ہوں
در علمِ الٰہی کے ہو گھر گھر تم ہو
بیجا نہیں کہتا ہے دبیر اے آقا
اللہ کے بعد بندہ پرور تم ہو

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
دل میں وہ فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتا ہے تہی دست ثنا آپ اپنی
جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے

بندوں پہ کرم حضرتِ باری کا ہے
مقدور کسے شکر گذاری کا ہے
دی ہے جو خدا نے سرفرازی مجھ کو
ثمرہ یہ نہالِ خاکساری کا ہے

یاد آگئی خنجر کے تلے جب زینبؑ
کی شہ نے فغاں ہم سے چھٹی اب زینبؑ
پیاری تھی بہن ایسی کہ مرتے مرتے
دوبار کہا شاہ نے زینبؑ زینبؑ

بندوں سے پیام احدِ پاک کہا
معبودِ ازل سے ما عبد ناک کہا
دیکھی جو نبیؐ کی خاکساری حق نے
لولاک لما خلقت الافلاک کہا

ہم شانِ نجف نہ عرش انور ٹھہرا
میزاں میں یہ بھاری وہ سبک تر ٹھہرا
اس پلے میں تھا نجف اور اس پلے میں عرش
پہنچا وہ فلک پہ یہ زمیں پر ٹھہرا

حاصل جسے آقا کی حضوری ہوجائے
عصیاں کی تیرگی سے دوری ہوجائے
اے صلِ "علیٰ مجلسِ پُر نور حسینؑ
ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہوجائے

کہتی ہے زمیں ہمسرِ عرش آج میں ہوں
زیرِ قدم صاحبِ معراج میں ہوں
آواز لبِ فرش سے ہوتی ہے بلند
طرّہ یہ ہے سب پہ عرش کا تاج میں ہوں

میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا
اور کوئی گلا کٹانے والا نہ رہا
جو مارا گیا اُسے تو لائے شبیرؑ
شبیرؑ کا کوئی لانے والا نہ رہا

ہمشکلِ رسولؐ حق کا لاشہ دیکھا　　کٹتے ہوئے حلق شاہِ دیں کا دیکھا
زینبؑ کہتی تھی آہ لوگو میں نے　　اک عرصۂ دوپہر میں کیا کیا دیکھا

میدان میں جب آئے شہِ عرش پناہ　　بولا بنِ سعد کیجئے بیعت یا شاہ
منہ پھیر کے حضرت نے یہ غصے سے کہا　　لاحول ولاقوۃ الا باللہ

صغراؑ کہتی تھی غم نے مارا مجھ کو　　جینا نہیں بن باپ گوارا مجھ کو
باہر کوئی بولتا تو کہتی۔ نانی　　بابا نے کہیں ہو نہ پکارا مجھ کو

بے جرم و خطا نبیؐ کا پیارا مارا　　لشکر چُن چُن کے اُس کا سارا مارا
قیدی کیا گھر لوٹ لیا اعدا نے　　کنبہ پھرتا تھا اُس کا مارا مارا

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہم کو　　دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہم کو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں تجھے　　تو پیتا ہے جان کے دانہ ہم کو

رومال نہ اشکوں سے بھگونے پائے　　منہ آبِ گہر سے بھی نہ دھونے پائے
کیا جلد ہوا ماہِ محرم آخر　　جی بھر کے حسینؑ کو نہ رونے پائے

عابدؑ تھے ہمیشہ صبح ہوتے روتے　　جب جاگتے روتے جب سوتے روتے
چالیس برس پدر کو روئے اللہ　　رخسارے بھی گھُل گئے تھے روتے روتے

زینبؑ بلوے میں ننگے سر پھرتی تھی　　پہ سر سے نہ شانہ کے نظر پھرتی تھی
تھی چشم کی پتلی صفتِ قبلہ نُما　　سر پھرتا تھا جس سمت اُدھر پھرتی تھی

جو مر گئے فی الفور سب دفن ہوئے اِلّا نہ حسینؑ تشنہ لب دفن ہوئے
عاشور سے چہلم کا تفاوت دیکھو کب قتل ہوئے حسینؑ کب دفن ہوئے

عابدؑ جو اٹھا کے رنج وایذا آئے غُل تھا کہ وطن میں شہِ والا آئے
ہم جوتیاں آئیں تو کہا صغراؑ نے کچھ تم نے سُنا ہمارے بابا آئے

اکبرؑ جو گیا ہونے کو جو میدان میں تلف پیچھے گیا روتا خلفِ شاہِ نجف
بانوؑ سروپا برہنہ بیتاب تھی یوں بچّہ گودی میں آنکھیں میداں کی طرف

یا علیؑ آپ کے کرم کی ہے دھوم بھیجا شربت برائے قاتلِ شوم
اس عنایت سے ہوگیا معلوم دوستاں را کجا کنی محروم

تا حشر ہے شبیرؑ کا ماتم باقی پر زیست کا عرصہ ہے بہت کم باقی
بخشا لو گناہ سال بھر کے اپنے دو دن ہے رہا اور محرم باقی

زہراؑ کی ولا میں ہند صادق نکلی کیا معتقدِ مخبرِ صادق نکلی
زندان میں جو شب کو آئی تھا شام میں غل کاذب کے محل سے صبح صادق نکلی

حاصل جسے آقا کی حضوری ہوجائے عصیان کی تیرگی سے دوری ہو جائے
اے صلِّ علےٰ مجلسِ پُر نور حسینؑ ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہوجائے

احسان نہیں گر بزم عزا میں آئے آئے تو پناہِ مصطفاؐ میں آئے
گرمی ہی کے دن تھے کہ تمہارے خاطر شبیرؑ وطن سے کربلا میں آئے

جو مجلسِ ماتم میں یہاں روتا ہے
ہر فردِ گنہ اُس کی خدا دھوتا ہے
ثابت ہے حدیثوں سے کہ یہ قطرۂ اشک
ہر زخمِ حسینؑ کی دوا ہوتا ہے

افسوس کہ جو مالکِ کوثر ہوئے
پانی نہ دمِ ذبح میسّر ہوئے
ماں چادرِ تطہیر کی ہووے مختار
دردا ! سرِ زینبؑ پہ نہ چادر ہوئے

ہر چند ہزار سال آدم روئے
یعقوب بھی فرزند کو پیہم روئے
جس دم کیا حاسبانِ قدرت نے حساب
سجّاد کے رونے سے بہت کم روئے

اے مومنو اس بزم کو توقیر بڑی ہے
سر کھولے ہوئے فاطمہؑ یاں پیٹ رہی ہے
جو جو کہ یہاں آئے ہیں مجرائی ہیں شہ کے
مجلس نہیں دربارِ حسینؑ ابنِ علی ہے

عابدؑ کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں
سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اس مہینے میں کیا
قیدی کو محرم میں چھڑا دیتے ہیں

مداحِ امیر ابنِ امیر آتا ہے
دربار میں شاہوں کے فقیر آتا ہے
مشتاقِ سخن خلق چلی آتی ہے
لو مرثیہ پڑھنے کو دبیر آتا ہے

جس دل میں محبتِ ولی پیدا ہو
سرمایۂ نورِ ازلی پیدا ہو
جب کیجئے فکرِ معنیِ بیت اللہ
مضمون نہ کوئی بُجز علی پیدا ہو

بن بن کے ہزار بار آئی دنیا
پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دنیا
جس طرح اٹھایا تھا درِ خیبر کو
نظروں سے اسی طرح گرائی دنیا

چاہیں جو علی یاس کو امید کریں
مردے کو عطا ہستی جاوید کریں
ذرے کو فلک، فلک کو عرشِ اعظم
تارے کو قمر، قمر کو خورشید کریں

چاہیں جو علی گدا کو سلطاں ہوجائے
دیکھیں سوئے صحرا تو گلستاں ہوجائے
مجبور کو مختار کریں قادر ہیں
گر مُور کو چاہیں تو سلیماں ہوجائے

جو روضہ میں باریارب ہوجاتا ہے
وہ اوج میں لاجواب ہوجاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبرِ حیدرؓ پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہوجاتا ہے

حیدرؓ نے دمِ بذل نہ کیا کیا بخشا
قطرے کے طلبگار کو دریا بخشا
قربان مروّتِ علیؑ وقتِ اخیر
قاتل کو بھی شربتِ گوارا بخشا

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیرؔ پر جہاں جاتا ہے
مغرب کی جانب کو ہے قبرِ حیدرؓ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

کہنے سے اذاں کے دین سب ملتا ہے
پر نامِ علیؑ نہ لو تو کب ملتا ہے
اعداد محمدؐ و علیؑ کو گن لو
جب دونوں یہ باہم ہوں تو رب ملتا ہے

سرگشتہ نہ کیوں چرخِ ستمگار پھرے
ہے ہے سرِ شبیرؓ پہ تلوار پھرے
خورشید نے دیکھا نہ ہو سایہ جس کا
دردا وہی زینبؑ سرِ بازار پھرے

بانو کو قلق اکبرؓ ذیجاہ کے تھے
نالے دلِ سوزاں سے بلند آہ کے تھے
گر پوچھتا تھا کوئی کہ کیا سن ہوگا
کہتی تھی مسیں بھیگی تھیں دن بیاہ کے تھے

دنیا سے اُٹھالے کے جو نامِ حیدرؑ
روکا جو رقیبوں نے تو رضواں نے کہا
جنت کو چلا بہرِ سلامِ حیدرؑ
آنے دو اسے ہے یہ غلامِ حیدر

زینبؑ نے کہا فضہ سے کیا ہوتا ہے
وہ بولی کہ میں دیکھ کے آئی ہوں ابھی
اس وقت جو غل رن میں سوا ہوتا ہے
تن سے سرِ شبیرؑ جدا ہوتا ہے

حیدرؑ کا لقب صراط اور میزاں ہے
میزانِ کرم میں اُن کے تلتے ہیں اشک
اِس راہ میں شیعوں کی نجات آساں ہے
سب شیعوں کی نیکی و بدی یکساں ہے

دروازے پر شیعہ ننگے سرآئے ہیں
یہ روز وہ ہے کہ ہو کے مجروح امام
اصحابِ نبی پئے خبر آئے ہیں
اللہ کے گھر سے اپنے گھر آئے ہیں

دربارِ جنابِ مصطفےٰ کو دیکھا
فردوس میں پہنچے جو نجف میں پہنچے
اِن آنکھوں سے شانِ کبریا کو دیکھا
جنّت دیکھی جو کربلا کو دیکھا

مجموعۂ کائنات برہم ہے آج
ہے صاحبِ ذوالفقار دُنیا سے اُٹھا
عاشور کے دن سے کیا دن کم ہے آج
دامادِ رسولِؐ حق کا ماتم ہے آج

گھر چھوڑ کے بہرِ جستجو نکلیں گے
اس چاہ میں گرتے تو ہیں بصورتِ دیو
گلزارِ جناں سے مثلِ بو نکلیں گے
پر جب نکلیں گے بآبرو نکلیں گے

رسّی میں گلا علیؑ کی جائی کا ہے
حاکم سے یہ کہتی تھی کہ تو رحم کراب
اب تک نہیں طور کچھ رہائی کا ہے
چہلم نزدیک میرے بھائی کا ہے

شیعوں کی ہے بخشش دمِ محشر پہلے جنت آخر ہے جامِ کوثر پہلے
مرقد میں سوال سے بھی خاطر ہے جمع آئیں گے نکیرین سے حیدرؑ پہلے

حر کہتا ہے نادانوں سے میں دانا ہوں شمعِ لحدِ نبیؐ کا پروانہ ہوں
واللہ کہ جس سبحہ کے بارہ ہیں امام میں بھی اُسی تسبیح کا اک دانا ہوں

لکھا ہے کہ ایک دن بصد شاں زینبؑ پڑھتی تھیں لبِ بام پہ قرآں زینبؑ
کہتے ہیں کہ تاظہر نہ نکلا خورشید کیا وجہ کہ تھی باسرِ عریاں زینبؑ

شہ کہتے تھے عباسؑ سا مہرو نہ رہا کیا اشک تھمے کہ دل پہ قابو نہ رہا
یک دست گئی تاب و توانِ شبیرؑ اس ہاتھ سے کیا ہو جس کا بازو نہ رہا

سمجھے گا وہ اس رمز کو جو عاقل ہے آسان نہیں مسئلۂ مشکل ہے
میں قابلِ دوزخ ہوں گناہوں سے مگر دوزخ نے کیا کیا جو مرے قابل ہے

مولیٰ جو وہاں حکم قدر سے پایا کعبہ شرفِ علم کے در سے پایا
گودی میں لئے علیؑ کو کہتے تھے نبیؐ لو ہم نے وصی خدا کے گھر سے پایا

دل تازہ ہے حیدرؑ کی ثنا خوانی سے ہے کام دہن کو گہر افشانی سے
مچھلی ہے مری زبان مگر فرق یہ ہے یہ زندہ ہے منقبت سے وہ پانی سے

اچھوں کو برا کہنے میں کچھ باک نہیں جس کو دیکھو حسد سے دل پاک نہیں
کچھ قید نہیں ہے اس میں اپنے ہوں کہ غیر سینوں میں کدورت کے سوا خاک نہیں

بانو کہتی تھی میرے جانی اکبرؑ برباد ہوئی تیری جوانی اکبرؑ
اِس گلشن دہر میں برنگِ لالہ ہے داغِ جگر تیری نشانی اکبرؑ

شہ کے رفقار رن میں لڑے جاجا کے جنّت میں گئے تیر و سناں کھا کھا کے
راوی نے لکھا ہے صبح سے ظہر تلک شہ رویا کیے لاش ہر اک لالا کے

جس گھر میں کہ نور ازلی پیدا ہو وہاں کون بھلا بجز ولی پیدا ہو
کعبہ کے پیمبر کا اگر ڈھونڈیے اسم پیدا ہو جب اس سے تو علیؑ پیدا ہو

حُر کو مددِ حرم کا الہام ہوا ہر درد دو الم سرور وآرام ہوا
مُسلم ہوا سرور کا ہراول ہوکر حاصل حُر کو کمالِ اسلام ہوا

دردا! کہ ملول امامِ معصوم رہا ہر اہلِ طمع عُمر کا محکوم رہا
مالک ہوا ساحل کا گروہِ گمراہ اور آہ امامِ عصر محروم رہا

مومن کو ہر ایک بکا سے بے زاری ہے واجب غمِ شہ میں نالہٗ وزاری ہے
جز ماتمِ نورِعینِ زہراؑ رونا آنکھیں کہتی ہیں مردم آزاری ہے

ہیں ہند میں کربلا کا دم بھرتے ہیں کشتۂ اکسیر کی ہوس کرتے ہیں
کھل جاتا ہے عشق آکے انشاء اللہ اے خاک شفا تجھ پہ ہم مرتے ہیں

جب کشور دیں خدا نے آباد کیا حیدر کو امیر کُل کا ایجاد کیا
بیعت سے علیؑ کی مومنوں کو حق نے اکملت لکم دینکم ارشاد کیا

ایماں سے جسے کچھ بھی تعارف نکلا
حیدرؑ کی ولا میں بے توقف نکلا
ہے ساقیِ کوثر کی محبت میں نجات
اس چاہ میں جو گرا وہ یوسف نکلا

تعمیرِ جناں میں نور جو شامل ہے
اپنا بھی اسی نور سے آب و گل ہے
اس ربط سے جنت کی ندا ہے یہ دبیر
قابل میں ترے ہوں تو مرے قابل ہے

معراجِ نبیؐ میں جانے میں تشکیک نہیں
ہے نور کا تڑ کا شب تاریک نہیں
قوسین کے قرب سے یہ ظاہر ہے دبیر
اتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

حل عقدوں کو شاہِ ہل اتیٰ کرتے ہیں
حق بندگیِ حق کا ادا کرتے ہیں
مارا بھی جلایا بھی نصیری کو دبیر
بندے ہیں مگر کارِ خدا کرتے ہیں

شریں سخنی ہمیشہ کام اپنا ہے
حق کہنے سے ہاں تلخ کلام اپنا ہے
گو مرثیہ خوب نظم کرتے ہیں دبیر
پر کبر و غرور کو سلام اپنا ہے

کعبہ حرمِ مبارک حیدرؑ
طوبیٰ کا علمِ مبارک حیدرؑ
دین دنیا بہشت و کوثر سب کچھ
زیرِ قدمِ مبارک حیدرؑ

شبیرؑ کو سب خلق خدا روتی ہے
ہر شے بخدا جدا جدا روتی ہے
ہر دانۂ تسبیح ہے ایک قطرۂ اشک
اس نور کو خاکِ کربلا روتی ہے

روشن ہے حرم علیِ عمرانی سے
پیدا ہوئے واں پہ فضلِ ربانی سے
کامل ہے قدِ پاک سے یوں بیت اللہ
جس طرح سے بیت مصرعۂ ثانی سے

اے اہلِ فلک اوج ہمارے دیکھو — مضمون بلند کے اشارے دیکھو
ہے بزم میں نیک اختروں کا جلوس — چھٹکے ہوئے دوپہر کو تارے دیکھو

دنیا ہے اداس دن بھی بے نور ہے آج — عالم غم واندوہ سے معمور ہے آج
غربت میں ہوئے شہید امامِ ہفتم — ہر پنجتنی کو روزِ عاشور ہے آج

جب فضلِ ابوتراب ہوجاتا ہے — تقدیر کو انقلاب ہو جاتا ہے
ہوتی ہے شراب تو نجف میں سر کہ — زائر کا گنہ ثواب ہوجاتا ہے

بانو نے کہا مر گیا پیارا میرا — دنیا سے جواں لال سدھارا میرا
سر نیزہ پہ اکبرؑ کا پھراتے ہیں عدو — گردش میں ہے ان دنوں ستارا میرا

دی آئینۂ دیں کو جلا حیدر نے — بخشی رخِ شرع کو ضیا حیدرؑ نے
جس طرح الگ شام سے ہے صبح یونہیں — باطل سے جدا حق کو کیا حیدرؑ نے

یارب جبروتی تجھے زیبدہ ہے — ہر تن ترے سجدے میں سر افگندہ ہے
توحید کا کلمہ یہی پڑھتا ہے دبیر — جو تیرے سوا ہے وہ ترا بندہ ہے

شیعوں نے ماتم کے ثمر لوٹے ہیں — ثابت ہے ولا شیشۂ دل ٹوٹے ہیں
یاں اشک ریائی کی بھی قیمت ہے بہشت — موتی سچے ہیں جوہری جھوٹے ہیں

جب دفترِ ہستی مرا برہم کرنا — سیپارۂ ایامِ محرم کرنا
برباد نہ جائے میری خاک اے گردون — تیار چراغِ بزمِ ماتم کرنا

مرکر بھی نہ چین زیرِ افلاک ملا — اک تارِ کفن نہ خاک سے پاک ملا
اے خانہ خراب قبر تیری خاطر — کھویا بھی جو نہ جان تو کیا خاک ملا

الفت ہے حبیبِ حق کی آب و گِل میں کہتا ہوں علیؑ ہر اک مشکل میں
ہے صدر نشین حُبِّ بتولؑ و حسنینؑ ہر دم ہے یہ پنج سورہ طاقِ دل میں

اکبرؑ نے جو گھر موت کا آباد کیا صغرائی کو دمِ نزع بہت یاد کیا
لاشے پہ جگر پکڑے یہ کہتے تھے حسینؑ تم نے علی اکبرؑ ہمیں بر باد کیا

چودہ معصوم ہیں درخشاں انجم اوصاف ہیں مہدی کے مگر عقل ہے گم
کیوں ان سے نہ ہو دین نبی کا کامل ناقص کہیں ہوتا ہے مہِ چار دہم

مرنے کو نمازِ صبح پڑھ نکلے پر سجدہ کے ارماں تہِ خنجر نکلے
مرکر بھی امام دانۂ سبحہ کی شکل سر رشتۂ طاعت سے نہ باہر نکلے

یاد آگئی خنجر کے تلے جب زینبؑ کی شہ نے فغاں ہم سے چھٹی اب زینبؑ
پیاری تھی بہن ایسی کہ مرتے مرتے دو بار کہا شاہ نے زینبؑ زینبؑ

دردا کہ میرا دو جہاں آخر ہے ماتم ہے شروع اور رمضاں آخر ہے
یہ ماہ محرم ہے مگر بہرِ عزا واں عشرۂ اول ہے یہاں آخر ہے

جب وردِ زباں نادِ علی ہوتی ہے مصروف مدد روح علیؑ ہوتی ہے
غم ہم سے جدا ہوتا ہے اور ہم غم سے تفسیر سینجلی جلی ہوتی ہے

اونچا نہ ہو سکا حق کے ولی کا ماتم آخر ہوا دامادِ نبیؐ کا ماتم
اس جمعہ کو ہوتے ہیں دو مہمان وداع اک ماہ صیام ایک علیؑ کا ماتم

احمدؐ کا وصی اور بہادر حیدر وہ شہر علوم ہیں تو ہے در حیدرؑ
داماد و حبیب و جانشین و ہمدم ہیں دونوں جہاں گواہ حیدر حیدرؑ

کھا نیزہ گرا جونہی زمیں پر اکبرؑ   بابا پکارا ہو کے مُضطر اکبرؑ
ہلتا تھا عرش ربِّ اکبرؑ ہے گواہ   کہتے تھے حسینؑ جب کہ اکبرؑ اکبرؑ

بے جرم خطا نبیؐ کا پیارا مارا   لشکر چُن چُن کے اُس کا سارا مارا
قیدی کیا گھر لوٹ لیا اعدا نے   کنبہ پھرتا تھا اُس کا مارا مارا

تکلیف دکھاتا ہے زمانہ ہم کو   دیتا ہے نہ دولت نہ خزانہ ہم کو
او گردشِ افلاک ہم سمجھتے ہیں تجھے   تو پیستا ہے جان کے دانہ ہم کو

جس گھڑی مسلمِ بیکس کا خیال آتا ہے   صاحبِ درد کو افسوس کمال آتا ہے
سرتو نیزے پہ چڑھا لاش پھری کوچوں میں   ایلچی پر کہیں ایسا بھی زوال آتا ہے

عزیزو آنسو بہاؤ محرم آ پہنچا   فلک پہ نالۂ خیرالنسا بھی جا پہنچا
برائے بخششِ امت شہید ہونے کو   حسینؑ متصل دشت کربلا پہنچا

بانو نے کہا لال پلنے پایا   ارمان مرا کچھ نہ نکلنے پایا
تھی آرزو پاؤں چلتے دیکھوں اس کو   اصغرؑ مرا گھٹنیوں نے چلنے پایا

مرقد میں نہ کیوں شاہ مدینہ پیٹے   زہراؑ تربت میں کیوں نہ سینہ پیٹے
ننھے ہاتھوں سے قید خانے میں جب   باباؑ کے واسطے سکینہؑ پیٹے

ختم شد

دبیرؔ نے کم وبیش دو ہزار رباعیاں کہی ہیں، یہ چند رباعیاں نمونتہً شاملِ کتاب کی گئی ہیں جو مجالسِ عزا میں آج بھی پڑھی جاتی ہیں۔ مرتب

10/-

(۷۸۶)

رُباعیات مرزا دبیرؔ

اس میں

مرزا سلامت علی صاحب دبیرؔ اعلی اللہ مقامہٗ کی

چیدہ چیدہ ۱۸۶ رُباعیات درج کی گئی ہیں،

—— ناشران ——

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ

حلقہ ۲ لاہور ۸

اپنے بچوں کے پڑھنے کے لئے۔ دعاگو سید نذر عباس

حمد و نعت و منقبت و سلام اور ذکرِ مصائب اہلبیتؑ اطہار پر مشتمل کتاب

نُور و ظہُور

مصنفہ :- الحاج پروفیسر سید فیض الحسن صاحب فیضی مدظلہ العالی " نُور و ظہُور" ہمارے شعر و ادب کی دُنیا میں ایک غیر فانی اور قابل قدر اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ اس میں یکم محرم الحرام۔ دس محرم الحرام۔ گیارہ محرم الحرام۔ تیرہ محرم الحرام۔ بیس محرم الحرام کے نوحہ سینہ زنی۔ عظمتِ حسینؑ۔ مرثیہ ۶۲ بند۔ جو کہ مصائب سے بھرپور درج ہیں اور اس میں آیۂ مباہلہ کی تفسیر بھی نظم میں تحریر ہے۔ آج ہی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں۔ سائز ۱۸ × ۲۳ / ۸ لکھائی عمدہ۔ آفسٹ چھپائی۔ کاغذ سفید رنگین سرورق۔ ہدیہ مناسب۔

— ملنے کا پتہ —

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

۱

پروانے کو دُھن، شمع کو لَو تیری ہے
عالم میں ہر اک کو تگ و دو تیری ہے
مصباح، نجوم و آفتاب و مہتاب
جس نُور کو دیکھتا ہُوں ضَو تیری ہے

۲

قطرے کو گہر کی آبرو دیتا ہے
قدِ سرو کو، گُل کو رنگ و بو دیتا ہے
بیکار تشخّص ہے، تصنّع بے سُود
عزّت وہی عزّت ہے، جو تُو دیتا ہے

۳

یا ربّ خلّاقِ ماہ و ماہی تُو ہے
بخشندۂ تاج و تختِ شاہی تُو ہے
بے منّت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تُو ہے

توحید

۴

یا رَبّ جبر وتی تجھے زیبندہ ہے
ہر تن ترے سجدے میں سَر افگندہ ہے
توحید کا کلمہ یہی پڑھتا ہے دبیر
جو تیرے سوا ہے وُہ ترا بندہ ہے

۵

معبُود کی شانِ بے نیازی دیکھو
ہر پردے میں حُسنِ کارسازی دیکھو
تر ہو جو یہاں مژہ تو بخشے وُہ گناہ
اے اہلِ نظر! پلک نوازی دیکھو

۶

خامہ بھی مری طرح سیہ کار نہیں
یہ مشقِ گنہ کسی کو زنہار نہیں
گر خوفِ برابری نہ ہو صاف کہوں
مجھ سا عاصی، خُدا سا غفّار نہیں

۷

کیا قامتِ احمدؐ نے ضیا پائی ہے
چہرے میں عجب نُور کی زیبائی ہے
مُصحف پہ نہ کیوں فخر ہو اس صُورت کو
قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

۸

کیوں خامہ سے مشقِ خط پیمبر کرتے
بے کلک رقم لاکھ وُہ دفتر کرتے
فرمایا سفید رُو ، سیہ کاروں کو
کاغذ کو سیاہ رُو ، وُہ کیونکر کرتے

۹

آدم نے شرفِ خیر بشر سے پایا
رشتہ ایماں کا اِس گہر سے پایا
دُو میم محمدؐ سے جہاں روشن ہے
مضمون یہ دِل شمس و قمر سے پایا

۱۰

تسلیمِ نبیؐ کو ہر سُلیماں خم ہے
خاتم ہے لقب، زیرِ نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکر دُور
خاتم ہے۔ مگر نورؐ کی یہ خاتم ہے

معراج

۱۱

معراجِ نبیؐ میں جائے تشکیک نہیں
ہے نورؐ کا تڑکا شبِ تاریک نہیں
قوسین کے قُرب سے یہ ثابت ہے دبیرؔ
اِتنا کوئی اللہ کے نزدیک نہیں

۱۲

یٰسین کو سُن کر جو قضا کرتے ہیں
حق اُلفتِ احمدؐ کا ادا کرتے ہیں
یٰسین ہے نبیؐ کا نام سو نزع کے وقت
اِس نام پہ جان اپنی فدا کرتے ہیں

منقبت

١٣

کیا قامتِ زہراؑ و علیؑ زیبا ہیں
ایمان کے گویا دو الف یکجا ہیں
اِن دونوں کے فرزند ہیں گیارہ معصوم
جیسے دو الف سے یازدہ پیدا ہیں

١٤

کونین پہ خالق کا وَلی غالب ہے
ایمان ہے رُوح، اور علیؑ قالب ہے
اللہ ہے مطلوب، نبی طالب ہے
کیا ذاتِ علیؑ ابن ابی طالب ہے

١٥

حل عُقدوں کو شاہِ ہَل اَتیٰ کرتے ہیں
حق بندگیِ حق کا ادا کرتے ہیں
مارا بھی جلایا بھی نصیری کو دبیرؔ
بندے ہیں، مگر کارِ خدا کرتے ہیں

۱۶

یا شاہِ نجف فراغتِ دُنیا دو
دُنیا نہ فقط لُوں گا مع عُقبیٰ دو
یا دَولتِ دوسرا دو یا بہرِ سوال
اپنا سا کریم دُوسرا بتلا دو

۱۷

دیکھوں جو مَیں حیدر کا مزار آنکھوں سے
گر جائے بہشت کی بہار آنکھوں سے
لاتی ہے صبا جو سُرمۂ خاکِ نجف
تعظیم کو اُٹھتا ہے غُبار آنکھوں سے

۱۸

یکتا ہے علیؑ ربِّ عُلا کا بندہ
میں ہُوں احسانِ مُرتضیٰ کا بندہ
گر سچ ہے الانسانُ عبیدُ الاحسان
بندہ ہے نصیری کے خُدا کا بندہ

۱۹

بَن بَن کے ہزار بار آئی دُنیا
پر چشمِ علیؑ میں نہ سمائی دُنیا
جتنا کہ اُٹھایا درِ خیبر کو بلند
نظروں سے اُسی قدر گرائی دُنیا

۲۰

دیکھوں گا جو مَیں چہرہ تابانِ علیؑ
جاں وقتِ فنا کروں گا قُربانِ علیؑ
گو جاؤں گا دُنیا سے تہی دستِ دبیرؔ
کیا غم ہے کہ دستِ من و دامانِ علیؑ

۲۱

سب کے درِ دولت سے تم اکراہ کرو
ہاں گھر میں درِ علوم کے راہ کرو
کعبہ درِ حیدرؑ ہے نہ ششدر ہو دبیرؔ
جاؤ بیٹھو بھی! اللہ اللہ کرو

۲۲

رہ جاتا ہوں اُنگشت بدنداں ہوکر
حیدرؑ کو کہا ابر، سخن داں ہوکر
مانا کہ گہر بخش ہے۔ نیساں بھی مگر
وُہ دیتا ہے رو رو کے یہ خنداں ہوکر

۲۳

ہیں سایۂ سدرہ میں غلامانِ علیؑ
سدرہ ہے اُنہیں سروِ خرامانِ علیؑ
ملتی ہے پناہ گوشہ گیری میں دبیرؔ
سو ہم نے لیا گوشۂ دامانِ علیؑ

۲۴

نبیؐ شان کا سراپا

ایمان ہے دِل، قبلہ علیؑ کا رُو ہے
اور سلسلۂ شرع ہر اک گیسو ہے
آنکھیں حسنینؑ اور زبان ہے قرآں
خود ہے وُہ یداللہ، نبیؐ بازو ہے

٢٥

جبریلؑ نے دیکھا تھا جو تارا پہلے
اُس سے بھی امام تھا ہمارا پہلے
آئے جو برائے سیرِ دُنیا میں علیؑ
اللہ نے اپنے گھر اُتارا پہلے

٢٦

کہنے سے اذاں کے دین سب ملتا ہے
پَر نامِ علیؑ نہ لو تو کب ملتا ہے
اعدادِ مُحمدؐ و علیؑ کو گن لو
یہ دونوں جو باہم ہوں تو رَبّ ملتا ہے

٢٧

محروم کسی کو نہ سخی نے رکھا
نے مال نہ زر حق کے ولی نے رکھا
کیا زہد ہے، کیا فیض کہ رغبت سے کبھی
روزے کے سوا کچھ نہ علیؑ نے رکھا

۲۸

کیا لامِ علیؑ سے معرفت حاصل ہے
یہ لامِ دِل بادشہ عادل ہے
قرآن کے سی پارے ہیں اور لام کے تین ۳
قرآن بلا فرق علیؑ کا دِل ہے

۲۹

حیدرؑ کو جو خالق کا ولی کہتا ہے
شاباش قدیر ازلی کہتا ہے
کہتے ہیں نصیری تو علیؑ کو اللہ
بندہ اللہ کو علیؑ کہتا ہے

۳۰

کعبے کا نشاں علیؑ کے در سے پایا
معدن ایماں کا اِس گھر سے پایا
پہلے تو علیؑ ملے خدا کے گھر سے
پھر ہم نے خُدا کو اِن کے گھر سے پایا

۳۱

گلگشتِ نجف کو جب قدم اُٹھیں گے
تب دل سے غبارِ درد و غم اُٹھیں گے
بیٹھیں گے درِ علیؑ پہ جاکر جو دبیرؔ
جنّت کا قبالہ لے کے ہم اُٹھیں گے

مدح نجف

۳۲

کعبے کی طرح نجف بھی نُورانی ہے
اِن دونوں کا معمار ازل بانی ہے
مدفن ہے نجف علیؑ کا کعبہ مولد
یہ بیتِ خُدا کا مصرعِ ثانی ہے

۳۳

خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے
روشن ہے دبیرؔ پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب تو ہے قبرِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

۳۴

روضے میں جو باریاب ہوجاتا ہے
وہ اوج میں لاجواب ہوجاتا ہے
جلتا ہے جو شب کو قبرِ حیدرؑ پہ چراغ
وہ صبح کو آفتاب ہوجاتا ہے

۳۵

ہر عیش نجف میں خواب ہوجاتا ہے
ہر عطر حیا سے آب ہوجاتا ہے
روضے میں یہ تازگی ہے جو شمع کا گل
گرتے گرتے گلاب ہوجاتا ہے

خانۂ کعبہ میں ولادتِ جنابِ امیرؑ

۳۶

مولد جو وہاں حکمِ قدر سے پایا
کعبہ نے شرفِ علیؑ کے در سے پایا
ہاتھوں پہ لئے نبیؐ یہ کہتے نکلے
لو ہم نے وصی خدا کے گھر سے پایا

۳۷

بے پانوں مہم نجف کی یارب سر ہو
بے نطق بیاں مدحِ علی فرفر ہو
آنکھیں نہ ہوں پر نگاہ مولا پہ رہے
دِل ہو کہ نہ ہو پر اُلفت حیدرؑ ہو

۳۸

سائے میں نجف کے آسماں بستے ہیں
خوشبو وُہ ہے جو باغِ جناں بستے ہیں
تائیدِ خدا جو خضرِ منزل ہو دبیرؔ
چل بسیئے وہاں علیؑ جہاں بستے ہیں

۳۹

بہتر ہے علیؑ کا ہر بشر سے پایا
اِس خیر بشر کو پاک شر سے پایا
کعبہ میں حیات اور مسجد میں وفات
پایا جو کچھ خُدا کے گھر سے پایا

۴۰

رُو قبلہ کی جانب ہو تو دِل سُوئے علیؑ
سُونگھوں جو پھُول آئے خوشبوئے علیؑ
آئینہ میں، آب و خواب میں، پتلی میں
یارب ہر شکل سے دکھا رُوئے علیؑ

۴۱

انجم نے شرف نُورِ قمر سے پایا
اور ماہ نے خورشید سحر سے پایا
اِس قافیہ و رَدیف کا ہے فیض دبیرؔ
جس نے پایا ہمارے گھر سے پایا

۴۲

کعبہ ہی فقط نہ مولدِ حیدرؑ ہے
مسجد مقتل ہے عرشِ حق مظہر ہے
ہر دِل میں ہے یاد اُس کی اللہ اللہ
جو گھر ہے خُدا کا وُہ علیؑ کا گھر ہے

منقبت جنابِ فاطمۃ الزہرا

(۴۳)

معصومہؑ جو شغلِ آسیا کرتی تھیں
حیدرؑ کی اطاعت میں قدم دھرتی تھیں
تقسیم علیؑ کرتے تھے روزی ہر صبح
گندم سے یہ پتھّر کا شکم بھرتی تھیں

(۴۴)

کیا صاحب فقر بنتِ پیغمبرؐ ہے
عفت ہے لباس، نورِ حق زیور ہے
فضّہ ہے کنیز اور ابوذر ہیں غلام
گھر میں یہ برائے نام سیم و زر ہے

مدح امام حسنؑ

(۴۵)

قربان حسنؑ کے رُخِ نورانی پر
رویت ہے مہِ عید کی پیشانی پر
یوں شانِ علیؑ ختم ہے اِن پر جیسے
مطلع ہو تمام مصرعِ ثانی پر

۴۶

عِلم و ہُنر و فضل کا مجمع ہے حسنؑ
خوبی و نکوئی کا مرقع ہے حسنؑ
دیوانِ امامت میں ہیں بارہ بیتیں
مطلع حیدر ہیں حُسنِ مطلع ہے حسنؑ

نامِ حسینؑ

۴۷

"ح" نام میں ہے حق کی حمایت کیلئے
اور "سین" ہے سائل سے سخاوت کیلئے
ہیں نامِ حسینؑ میں بھی کیا خوب حروف
"ی" "نون" ہے تاریخ شہادت کے لئے

مدح امام حسینؑ

۴۸

مُحتاجوں کو اغنیا نے زر بخشا ہے
درماندوں کے آرام کو گھر بخشا ہے
احمدؐ کے نواسے کی سخاوت دیکھو
دُشمن کو رہِ دوست میں سر بخشا ہے

(۴۹)

خوشنود علیؑ و شہِ لولاک ہُوئے
زہراؑ و حسنؑ کے دِل فرحناک ہُوئے
اِک حسنؑ حسینؑ کی ولادت کا یہ ہے
لو آج بہم پنجتنِ پاک ہُوئے

(۵۰)

نیزے پہ سرِ شہ سے تھی حشمت پیدا
تھا جلوۂ خورشید قیامت پیدا
نیزے پہ وُہ سر تھا سب سروں کے آگے
تھی بعد فنا شانِ امامت پیدا

(۵۱)

خار و گُل و بوستان و صحرا دیکھے
نیرنگ شب و روز کے کیا کیا دیکھے
اب قبرِ حسینؑ چل کے تو دیکھ دبیرؔ
دُنیا دیکھی اور اہلِ دُنیا دیکھے

۵۲

جو روضۂ شاہِ کربلا تک پہنچا
معراج ہوئی عرشِ عُلا تک پہنچا
کیا قُرب ہے اللہ کا اللہ اللہ
پہنچا جو حسینؑ تک خُدا تک پہنچا

۵۳

لوح و قلم

غم لوح و قلم کو سر نوشتہ کا ہے
فرمانِ ازل سے یہی اللہ کا ہے
جب سے کہ لکھا نام حسینؑ مظلوم
نقشہ قلم دوات میں آہ کا ہے

۵۴

اِک دِل ہے دبیرؔ لاکھ ارمانوں میں
حسرت ہے کہ ہوں شاہ کے دربانوں میں
نکلے قفسِ تن سے جو واں طائرِ روح
ہو گرد چہل چراغ پروانوں میں

سیاہ لباس کعبہ

۵۵

ہر چند ہزار رنگ عالم بدلے
ممکن نہیں تاثیرِ مُحرّم بدلے
باقی ہے ابھی دعویٔ خُونِ شبیرؑ
کعبہ کیونکر لباسِ ماتم بدلے

اشتیاقِ زیارت و مدح کربلائے معلّٰی

۵۶

گُل ہو نہ چراغِ عمر جلتے جلتے
ہو جائے نہ چھاؤں دُھوپ ڈھلتے ڈھلتے
چلنا ہے تو چل جلد زیارت کو دبیرؔ
آ جائے نہ موت راہ چلتے چلتے

مدحِ پنجتن پاک

۵۷

ہو پیروِ پنجتنؑ کہ رہبر یہ ہیں
تن پانچ ہیں پر یک دل و یکسر یہ ہیں
ہوتے ہیں صدف میں پانچ موتی بالکل
ایمان کی صدف کے پانچ گوہر یہ ہیں

مدح امام عصر عج

۵۸

اعجاز امام اِنس و جن روشن ہے
ہر دم ہیں جواں یہ حال سن روشن ہے
مہدیؑ ہیں نہاں، نورِ ہدایت ہے عیاں
خورشید تو بدلی میں ہے دِن روشن ہے

ولادت شب نیمہ شعبان

۵۹

کیا مرتبہ قائم القیامت کا ہے
بس خاتمۂ آقا پہ عدالت کا ہے
ہے نصف مہینہ اِدھر اور نصف اُدھر
اِنصاف یہ ایک شب ولادت کا ہے

۶۰

مہدیؑ پہ فدا کُل کے شہنشاہ یہ ہیں
فرمان وُہ کائنات واللہ یہ ہیں
اعداد ہیں مہدیؑ ۵۹ و دہن کے یکساں
گویا دہنِ قدرتِ اللہ یہ ہیں

۶۱

قائم دائم امامِ اِنس و جان ہے
دَوران محکومِ مہدیؑ دَوران ہے
کیا خُوب ہے یہ غیبتِ مولا کی دلیل
وُہ جان ہے پنجتن کی جاں پنہاں ہے

۶۲

مہدیؑ کو امامؑ حق نما کہتے ہیں
چھُپتا نہیں حق لوگ بجا کہتے ہیں
غیبت میں ہے یُوں صدقِ امامت جیسے
بے دیکھے خُدا کو سب خُدا کہتے ہیں

۶۳

یا شاہِ نجف وُہ نیک خُو تیری ہے
نکہت مشہور وُہ چار سُو تیری ہے
تُو ہے گُلِ دین مہدیؑ ہادی ہیں گواہ
قائم چمن دہر میں بُو تیری ہے

۶۴

احسان ہیں چاردہ کے اِنس و جنّ پر
واجب ہے وِلا اِن کی ہر اک مومن پر
ہیں اوّل و آخر دو محمدؐ ان میں
ختم اُن پہ نبوّت ہے، امامت ان پر

۶۵

جامع سیپاروں کا جو رحمان ہوا
چوّدہ معصوموں کا ثنا خوان ہوا
سُورے مصحف کے ایک سَو چودہ ہیں
کامِل چوّدہ سے مِل کے قرآن ہوا

۶۶

کیوں حُبِّ یداللہ سے نہ قیوم مِلے
چوّدہ طبق اِس نام کے محکوم مِلے
"دس" "یا" کے ہیں۔ اور "دال" یداللہ کے چار
اللہ کے ساتھ چوّدہ معصوم مِلے

۶۷

اربع کتب خالقِ غفّار آئے
چودہ کے گواہ رتبہ یہ چار آئے
تا ہوں عدد چاردہ معصوم تمام
الحمد کے سات آئے دو بار آئے

۶۸

مجلس ہے حضور آئیے بسم اللہ
تشریفِ شریف لائیے بسم اللہ
کل حشر میں بھی کہوں گا انشآ اللہ
درِ خلد کا وا ہے چاہیے بسم اللہ

۶۹

گر اس پہ غبارِ غمِ سرورؑ بیٹھے
اغلب ہے ابھی فلک زمین پر بیٹھے
حقا کہ گراں ہے سخنِ قتلِ حسینؑ
اِس ذکر میں آواز نہ کیونکر بیٹھے

۷۰

کِس مرتبہ خستۂ و حزیں ہے آواز
ہاں تعزیہ دار شاہ دیں ہے آواز
نکلے نہ اگر کُنج دہن سے ہے بجا
ماتم کے ہیں دن سوگ نشیں ہے آواز

ماتمی لباس

۷۱

مَوجوں کو غمِ شاہ میں بیتابی ہے
ہر چرخ میں آسمان دولابی ہے
کیوں مردم دیندار سیہ پوش نہ ہوں
ہر بحر کے بَر میں جامۂ آبی ہے

۷۲

آقا سے کہیں کرتے ہیں دُوری بندے
شیعہ ہیں حسینؑ کے حضوری بندے
کیا خُوب کُھلے سیاہ پوشی کے رمز
اللہ کے سائے میں ہیں نُوری بندے

۷۳

ہے ماتمِ اہلبیتؑ میں بیتُ اللہ
پوشش ہے سیاہ سنگ اسود ہے گواہ
زمزم نہ کہو کعبہ ہے گریاں دائم
سمجھو نہ ستون ہے کشش نالہ و آہ

۷۴

کچھ کام کی یہ آہ نہیں واہ نہیں
ارشادِ خدا سے کون آگاہ نہیں
کثرت ہو کہ قلّت ہو مجالس میں دبیرؔ
ناحق ہے جو قربتہً الی اللہ نہیں

۷۵

توکل

کیا فکر دوا خاکِ شفا کے ہوتے
چاندی کی تلاش کیمیا کے ہوتے
خاموش خلافِ بندگی ہے یہ دبیرؔ
بندوں سے کہوں حال خدا کے ہوتے

۷۶

رونے کا غمِ شہ میں ہمیں فرماں ہے
دِل داغِ عزا سے چمنِ رضواں ہے
ماتم کے لئے سینے پہ زخمِ نشتر
گُل یہ بھی ہے لیکن گُلِ نافرماں ہے

۷۷

اشکِ غمِ شبیرؑ دُرِ یکتا ہے
ہر دیدۂ حق بیں سے یہ دُر پیدا ہے
بے اشکِ عزا آبروئے چشم ہے خاک
پانی نہ ہو جس میں وُہ کنوُاں اندھا ہے

۷۸

آنکھیں ہیں غمِ شاہ میں رونے کے لئے
دِل حق نے دیا ملول ہونے کے لئے
دھوتے ہیں ہر ایک شے کو پانی سے مگر
آنسو ہیں فقط گُناہ دھونے کے لئے

۷۹

زاہد جو بخیل ہے سَقَر پائے گا
فاسق جو سخی ہے خُلد میں جائے گا
دیبے گوہر اشک لے دُعائے زہرؑا
غافل یہ دیا لیا ہی کام آئے گا

۸۰

گھر خُلد میں مجلسوں کے جانے سے مِلا
قصرِ گہر اشکوں کے بہانے سے مِلا
ہر چشم کے چشمہ سے ہے ظاہر یہ دبیرؔ
کوثر مردم کو اس بہانے سے مِلا

۸۱

عصیاں کا فرمانِ معافی نہ مِلا
کہ عمرُ تلف وقتِ تلافی نہ مِلا
کِس کِس سے کیا گنہ کے درماں کا سُوال
جُز خاکِ شفا جواب شافی نہ مِلا

۸۲

عیسیٰ وہ ہے اس غم میں جو آزاری ہے
ہر عارضے کا علاج یہ زاری ہے
نایاب ہے اس بزم میں جنسِ عصیاں
زاری کے سبب یہ گرم بازاری ہے

۸۳

اے تربتِ پاک دم ترا بھرتے ہیں
کشتے اکسیر کی ہوس کرتے ہیں
کھل جاتا ہے عشق آ کے اِنشاء اللہ
اے خاکِ شفا تجھی پہ ہم مرتے ہیں

۸۴

آفتاب

سب کو غمِ شہ میں صرفِ شیون سمجھو
تارے دلِ آسمان کے روزن سمجھو
خورشید نہیں چرخِ چہارم پہ نمود
داغِ جگرِ مسیح روشن سمجھو

(۸۵)

دیکھو شرفِ مجلسِ غم آنکھوں سے
رفتار ہیں لو کارِ قدم آنکھوں سے
سیکھو اَدب اشکوں سے کہ اُن کو ہے یہ فخر
سب آتے ہیں یاں پانوں سے ہم آنکھوں سے

(۸۶)

شاہِ ملک و حُور کی مجلس یہ ہے
تاجِ سَرِ جمہور کی مجلس یہ ہے
ہوتی ہے گُناہوں کی سیاہی زائل
واللہ عجب نُور کی مجلس یہ ہے

(۸۷)

اعدا کو اُدھر حرام کا مال مِلا
حُر کو اسداللہ کا اِدھر لال مِلا
واللہ! کُلاہِ سَرِ عالم ہُوا حُر
حُلّہ مِلا معصُومہ کا رُومال مِلا

(۸۸)

گر مہرِ امام دُوسرا حاصل ہو
گو دَرد ہو لا دَوا۔ دَوا حاصل ہو
اِس دَم ہو مددگار گر احمدؐ کا لال
واللہ! کہ دُرِ مدّعا حاصل ہو

(۸۹)

واللہ کہ طالع رَسا حُر کو مِلا
سردار امامؑ دوسرا حُر کو مِلا
گھر حُر کا ہُوا احمدِؐ مُرسل کا دِل
حُور وارم و حُلّہ صلا حُر کو مِلا

(۹۰)

آرام دِل حرم کا معدُوم ہُوا
کم عُمر کا حالِ مرگ معلُوم ہُوا
دُودھ اُگلا، لہو ڈالا، ڈرا کھلا کر سہم
اَور سرد وُہ معصُومؑ کا معصُومؑ ہُوا

۹۱

حُر کو مددِ حَرم کا الہام ہُوا
ہر دَرد و الم سُرور و آرام ہُوا
مُسلم ہُوا سرور کا ہراول ہوکر
حاصِل حُر کو کمالِ اِسلام ہُوا

۹۲

دَرد ! کہ ملول امامِ معصُوم رہا
ہر اہلِ طمع عُمر کا محکُوم رہا
مالک ہُوا ساحلِ کا گروہ گُمراہ
اور آہ ! امامِ عصرؑ محروم رہا

۹۳

جب بختِ بن قین نے زینت بخشی
زینبؑ نے تشفّی تب بشفقت بخشی
تیغیں جُزِ تن، جبیں شفق، جی بے چین
جنّت بخشی نبیؐ نے جنّت بخشی

حُر کا شہِ مظلوم سا آقا ہے کون
حُر سا شہِ لب تشنہ پہ شیدا ہے کون
ایسا ہی مِلا کہ پھر نہ معلوم ہُوا
قطرہ ہے کون ، اور دریا ہے کون

۹۵

حُر کو کیا بخت کبریا نے بخشا
یہ نام اُسے بختِ رسا نے بخشا
جب عذرِ گنہ کرتا تھا، کہتے تھے حسینؑ
مَیں نے بخشا، مرے خُدا نے بخشا

۹۶

لاکھوں سے لڑائی میں نہ حُر بند ہُوا
یاں تک کہ جُدا تیغ سے ہر بند ہُوا
جب آنکھ ہُوئی بند تو بولا کیا غم
راضی تو یداللہ کا دلبند ہُوا

۹۷

تیغوں سے جُدا حُر کا جو ہر بند ہُوا
قُربِ پسرِ فاطمہؑ وُہ چند ہُوا
بھرِ دِل صد چاکِ جگر بند بتولؑ
مہمان کا بند بند پیوند ہُوا

۹۸

حُر دِل سے تصدق شہ ذی جاہ پہ تھا
پروانہ چراغِ اسداللہ پہ تھا
آیا جو فدا ہونے کو کہتے تھے حسینؑ
روکی تھی مری راہ مگر راہ پہ تھا

۹۹

حضرت عون و محمدؐ

خورشید و قمر کا ایک مطلع دیکھو
سعدین کا اِک بُرج میں مجمع دیکھو
دیتا ہے ندا عوَن و محمدؐ کا جمال
طیّار ہے جعفری مرقع دیکھو

۱۰۰

بیٹوں نے رہِ حق میں جو سر بخش دیا
زینبؑ نے حق اپنا سر بسر بخش دیا
بولے جو دمِ نزع کہ امّاں! پانی
پانی تھا کہاں، دودھ مگر بخش دیا

۱۰۱

حضرت عباسؑ

دونوں کے شرف سے ہم خبردار ہوئے
ایسے نہ علم دار نہ سردار ہوئے
دریا پہ گرے کٹ کے جو عبّاسؑ کے ہاتھ
دُنیا سے حسینؑ دست بردار ہوئے

۱۰۲

دریا سے سکینہؑ کا جو سقّا نکلا
سقائی کا ارمان نہ اصلا نکلا
پانی میں مِلا لہو جو بہہ کر تو کہا
دریا بھی مرے خون کا پیاسا نکلا

۱۰۳

دریا سے تو بیزار تھے تو بیشک عباسؑ
مدفن وہاں کیوں سمجھے مبارک عباسؑ
یہ رمز ہے پیاسے جو ہوئے قتل حسینؑ
دریا پہ گواہی کو ہیں اب تک عباسؑ

۱۰۴

ہمت میں نہ عباسؑ کا تھا ثانی ایک
اعدا نے نہ بات اُن کی مگر مانی ایک
شانے سے بہایا خون مشکیزے سے آب
سقے کا کیا آہ! لہو پانی ایک

۱۰۵

عباسؑ ہیں رشکِ ملک اِنسانوں میں
پر ہیں عوضِ دست کٹے شانوں میں
پر کھولے ہوئے کہتے ہیں قبرِ شہ پہ
ہم بھی ہیں اِسی شمع کے پروانوں میں

۱۰۶

گھٹتے ہیں گنہ، عزّ و شرف بڑھتے ہیں
زائر صلوات ہر قدم پڑھتے ہیں
مرنے پہ بھی ہے شوقِ علمداری شاہ
عباسؑ کے روضہ میں عَلم چڑھتے ہیں

۱۰۷

عباسؑ کے غم میں چشمِ سرور نم تھی
حالت شہِ بیکس کی عجب اُس دم تھی
اشک آنکھوں میں اور زبان پہ عباسؑ کا نام
رُخ زرد، کمر پہ ہاتھ گردن خم تھی

۱۰۸

ظاہر میں تو دریا پہ علمدار گئے
باطن میں وُہ کوثر کے طلبگار گئے
تھا بیچ دریائے شہادت حائل
دو ہاتھ میں اِس پار سے اُس پار گئے

۱۰۹

بعضوں کا حریر بے شکن تکیہ ہے
یا بابِ سلاطینِ زمن تکیہ ہے
مَیں بندۂ درگاہِ جنابِ عباسؑ
اپنا تو دبیرؔ یہ سُخن تکیہ ہے

حضرت قاسم

۱۱۰

گھبرا کے بولی کہ خُوب ارمان نکلے
مَرنے کے لئے قاسمؑ ذیشان نکلے
دیکھے تھے جو کچھ بیاہ کے ساماں شب کو
وُہ صُبح کو سب خواب پریشان نکلے

حضرت علی اکبرؑ

۱۱۱

اکبرؑ نے جوانی کو برباد کیا
یثرب کو تباہ، رَن کو آباد کیا
ہچکی جو اَجل کی آئی، بابا سے کہا
شاید مری صُغرٰے نے مُجھے یاد کیا

۱۱۲

جب پُشت سے نوکِ نیزہ باہر نِکلی
لِکھا ہے تڑپ کے رُوحِ اکبرؑ نِکلی
تھرّاتے تھے کھینچنے میں شبیرؑ کے ہاتھ
پھر آہ! سناں جگر سے کیونکر نِکلی

۱۱۳

یہ پیاس سے رَن میں ہوئے اکبرؑ بیتاب
کُمھلا کے ہُوا زردِ گُلِ باغِ شباب
بولے جو حسینؑ آئیں کمک کو تو کہا
بابا یہ کمک ہے یہ کمک ہے آب آب

حضرت علی اصغرؑ

۱۱۴

ماں کہتی تھی دُودھ پینا بھُولے اصغرؑ
دُنیا میں نہ تم پھلے نہ پھُولے اصغرؑ
لہرائیں گے تا بہ زیست میرے دِل پر
سُنبل سے ترے بال جھنڈولے اصغرؑ

۱۱۵

بانو کو قلق اکبرؑ ذیجاہ کے تھے
شُعلے دِل سُوزاں سے بُلند آہ کے تھے
گر پُوچھتا تھا کوئی کہ رسن کیا ہوگا
کہتی تھیں مَیں جھیگتیں وِن بیاہ کے تھے

۱۱۶

جس دم ہُوا اقربا کو فرمانِ امام
پڑھ پڑھ کے نمازیں ہُوئے قُربانِ امام
ہر روز ہیں رکعتیں نمازوں کی گواہ
مارے گئے سترہ عزیزانِ امام

۱۱۷

سجّادؑ بہ زورِ تپ نقاہت میں رہا
جُز رنج کوئی پاس نہ آفت میں رہا
زنجیر کو لغزش تھی ہر اک گام، مگر
ثابت قدم آبلہ رفاقت میں رہا

تصویر

۱۱۸

ہے گرم زمین ، پاؤں جلے جاتے ہیں
رخسار پہ آنسو بھی ڈھلے جاتے ہیں
اِس دُھوپ میں پہنے ہُوئے بیڑی عابدؑ
تلواروں کے سائے چلے جاتے ہیں

۱۱۹

عابدؑ نے سوائے خاکِ بستر نہ رکھا
تپ میں سر بالینِ شفا سر نہ رکھا
زِنداں میں نبض ہتکڑی نے دیکھی
جُز داغ کِسی نے ہاتھ دِل پر نہ رکھا

تصویر

۱۲۰

کُوفے کو چلے تو چشمِ عابدؑ نم تھی
حلقے میں لیے ہوُئے سپاہِ غم تھی
زنجیر کمر میں اور قدم میں چھالے
گردن میں تھا طوق اور گردن خم تھی

۱۲۱

در پیش قلق برہنہ پائی کا ہے
سر نیزے پہ شاہِ کربلائی کا ہے
سب رنج ہیں عابدؑ کو مگر کاہش جاں
صدمہ زینبؑ کی بے ردائی کا ہے

۱۲۲

عابدؑ کہتے تھے آسرے ٹوٹ گئے
باغِ چمنِ فاطمہؑ سب لُوٹ گئے
خواب و خورش و تاب و تواں، صبر و قرار
سب ہم سے چُھٹے جب سے پدر چُھوٹ گئے

۱۲۳

بارہؑ تھے اسیر ایک رسّی میں تمام
اور جاتے تھے پیش پیش عابد ناکام
ہم رُتبہ تسبیح نہ ہو کیوں وُہ رسن
جس کا امام ہو دو عالم کا امام

۱۲۴

جو مر گئے دُنیا میں وُہ سب دفن ہُوئے
اِلّا نہ حسینؑ تشنہ لب دفن ہُوئے
عاشور سے چہلم کا تفاوت دیکھو
کب قتل ہُوئے حسینؑ کب دفن ہُوئے

۱۲۵

جب سے کہ فلک پہ صُبح صادق نِکلی
کب ہند سے آفاق میں صادق نِکلی
نِکلا سپہ شام میں حُرؒ مومنِ پاک
یہ شام میں پنجتن کی عاشق نِکلی

۱۲۶

زہرا کی وِلا میں ہند صادق نِکلی
یہ شام میں مثلِ صُبح صادق نِکلی
لکھا ہے کہ سر ننگے محل سے اپنے
بہر حَرم مُخبر صادق نِکلی

۱۲۷

دعوائے وِلا میں ہند صادق نکلی
کب معتقد مُخبرِ صادق نکلی
زِنداں میں جو شب کو آئی تھی شام میں غُل
کاذب کے محل سے صُبح صادق نکلی

۱۲۸

شاہد ہے وفا پہ داستانِ شیریں
شیریں نے فدا کی شہ پہ جانِ شیریں
شبّیرؑ کے ہے وعدۂ صادق کا بیاں
گویا مرے مُنہ میں ہے۔ زبانِ شیریں

۱۲۹

بُلبل یہ زمانہ ایک گُل کا نہ ہُوا
محکوم آئمۂ و رسل کا نہ ہُوا
بندوں کو عبث خیال یکتائی ہے
اللہ پہ اتفاق کُل کا نہ ہُوا

۱۳۰

جو علم معانی و بیاں کو سمجھے
البتہ دبیر کی زبان کو سمجھے
کیا دادِ بلندیِ سخن اُس سے بھلا
یکساں جو زمین و آسماں کو سمجھے

۱۳۱

کب غیر کے مضمون پہ خیال اپنا ہے
الہامِ خدا شریکِ حال اپنا ہے
اِک یہ بھی ہے اعجاز آئمہ کا دبیر
دُنیا میں سخن سحر حلال اپنا ہے

۱۳۲

شیریں سخنی ہمیشہ کام اپنا ہے
حق کہنے سے ہاں تلخ کلام اپنا ہے
گو مرثیہ خوب نظم کرتے ہیں دبیر
پَر کبر و غرور کو سلام اپنا ہے

۱۳۳

ہے سُست کو چُست پر کلام اپنا ہے
لاریب خطا پوش امام اپنا ہے
جو بند کے بند قطع کر لیتے ہیں
اُن مرثیہ گویوں کو سلام اپنا ہے

۱۳۴

افسوس مری قدر نہ جاہل سمجھے
سمجھایا تو نُقطۂ مُقابل سمجھے
معنی ہیں۔ یہی نزاع لفظی کے دبیرؔ
خاموش جو ہم ہُوئے تو قائل سمجھے

۱۳۵

کِس خوابِ تغافل میں یہاں سوتا ہے
کیوں مُفت متاعِ زندگی کھوتا ہے
تو حق سے لگا کہ صُبحِ پیری آئی
ہُشیار چراغِ عُمر گُل ہوتا ہے

صحبت احباب

(۱۳۶)

ہم چشم بہت کم آشنا ہوتے ہیں
کب مردم دیدہ ایک جا ہوتے ہیں
یہ مجمع احباب غنیمت ہے دبیرؔ
اِک بات میں دونوں کب جُدا ہوتے ہیں

عصائے پیری

(۱۳۷)

پیری سے جو دالِ قد میں خم اور ہُوا
دَم تیز رَوِ مُلکِ عدم اور ہُوا
سمجھو نہ عَصا سوئے عدم جانے کو
دو پانوں تو تھے ایک قدم اور ہُوا

فوائد سفر

(۱۳۸)

پُہنچا جو کمال کو وطن سے نِکلا
قطرہ جو گہر بنا عدن سے نِکلا
تکمیل کمال کی غریبی ہے دلیل
پُختہ جو ثمر ہُوا چمن سے نِکلا

۱۳۹

پیشِ اُمرا طالبِ زر جھکتے ہیں
سجدے کی طرح مُجرے کو سر جھکتے ہیں
سنجیدہ ہیں یہ لوگ ترازو کی طرح
ہے مال سوا جدھر اُدھر جھکتے ہیں

۱۴۰

ناداں کہوں دِل کو کہ خرد مند کہوں
یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
اِک روز خدا کو مُنہ دکھانا ہے دبیرؔ
بندوں کو مَیں کِس مُنہ سے خداوند کہوں

۱۴۱

دُنیا زِنداں ہے جائے آرام نہیں
گہوارہ بجز گردشِ ایّام نہیں
آنکھوں میں سپیدی و سیاہی کی طرح
جھپکی جو پلک صبح نہیں شام نہیں

۱۴۲

ہاں بُلبُلِ سدرہ شورِ تحسین ہو جائے
وُہ نظم پڑھوں کہ بزم رنگین ہو جائے
پھل نُقطے ہوں پھول حرف طوبیٰ مصرع
فردوسی اگر آئے تو گلچیں ہو جائے

۱۴۳

شُہرہ جو مرے کلام کا ہر سُو ہے
یہ باعثِ رشکِ حاسدِ بدخُو ہے
یہ جوہر ذاتی ہے چھپاؤں کیونکر
خورشید میں روشنی ہے گُل میں بُو ہے

۱۴۴

صد حیف کہ پہلے سے نہ ہُشیار ہُوئے
آرام لحد کے نہ طلب گار ہُوئے
ہنگامِ اجل آنکھ کھلی غفلت سے
جب سونے کا وقت آیا تو بیدار ہُوئے

۱۴۵

کِس خواب میں زِندگی بسر کرتا ہے
کِس فکر میں شام کو سحر کرتا ہے
طالع ہُوئی صُبح بج گیا کوسِ رحیل
بیدار ہو قافلہ سفر کرتا ہے

۱۴۶

اندھیرے خیبر میں رہا کرتے ہیں
بَرباد نکوئی کی جزا کرتے ہیں
غیروں کو مثالِ روشنی فائدہ ہے
مانند چراغ خود جَلا کرتے ہیں

فُرقتِ احباب

۱۴۷

بے دوست کے ہے زیست ندامت یہ ہے
مَرجائیں تو حسرت کی علامت یہ ہے
موقوف ہے دید رفتگاں محشر پر
محشر میں ہے دیر کیا قیامت ہے

۱۵۴

ہر سر کا عجب یاں سر و ساماں دیکھا
اقبال اُور اُدبار کو یکساں دیکھا
دُنیا کے خیال میں جو کیں آنکھیں بند
ہم نے تو فقط خواب پریشان دیکھا

۱۵۵

یارانِ گزشتہ کی خبر خاک نہیں
ایسے ہی گئے کہ اب اثر خاک نہیں
چُن چُن کے کیا خاک ہُنر مندوں کو
اے چرخ! تجھے قدر ہُنر خاک نہیں

۱۵۶

دُنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زرّیں
تُربت پہ نہ اُن کی شامیانہ دیکھا

۱۵۷

یہ عیش و نشاط و کامرانی کب تک
گر یہ بھی سہی تو نوجوانی کب تک
گر یہ بھی سہی، قرار دولت ہے محال
گر یہ بھی سہی۔ تو زندگانی کب تک

۱۵۸

طُوفان ہے ہوس، غرق بنی آدم ہیں
ہر دل ہے سرا مقیم عیش و غم ہیں
کاسہ ہے اجل، خلق خُدا پینے کو
دروازہ ہے قبر جانے والے ہم ہیں

۱۵۹

کوشش سے موافق ہو زمانہ معلُوم
قِسمت سے زیادہ چین پانا معلُوم
مانند مژہ کھڑے رہو پیش نگاہ
اِس قُرب پر آنکھوں میں سمانا معلُوم

۱۶۶

وُہ دِل نہ رہا دبیرؔ وُہ ہم نہ رہے
اسبابِ حواس بھی فراہم نہ رہے
کب زادِ راہِ عدم کا آیا ہے خیال
جب کیسۂ زندگی میں درہم نہ رہے

۱۶۷

اب نامِ خُدا زبان پہ جاری کر
غافل دمِ امتحان تو ہشیاری کر
بالوں کی سیاہی پہ سفیدی آئی
لے صُبح ہوئی کوُچ کی تیاّری کر

۱۶۸

مَر کر بھی نہ چَین زیرِ افلاک مِلا
اِک تارِ کفن نہ گرد سے پاک مِلا
اے خانہ خراب قبر تری خاطر
کھویا بھی جو نقدِ جاں تو خاک مِلا

۱۶۹

اِک دِن پیوند خاک ہونا ہوگا
تنہا تنہا لحد میں سونا ہوگا
اِس قبر کے پردے کا کھُلا حال دبیرؔ
جو اوڑھنا ہوگا وُہ بچھونا ہوگا

۱۷۰

مغروروں کا خاک گرد فرچشم میں ہے
اعزاز فروتنوں کا ہر چشم میں ہے
رُتبہ روشن ہے خاکساری کا دبیرؔ
سُرمہ جو ہُوا سنگ تو گھر چشم میں ہے

۱۷۱

خالص زرِ ایماں کو جو ہونا ہوگا
تو خاکِ درِ علیؑ بچھونا ہوگا
گر خوابِ اَجل نجف میں آئیگا دبیرؔ
اکسیر مرے حق میں وُہ سونا ہوگا

۱۷۸

جو زر سے ہے بیزار ابوذر وُہ ہے
دل جس کا ہے قابو میں دلاور وُہ ہے
اللہ کو ناپسند ہے خود بینی
توڑے جو یہ آئینہ سکندر وُہ ہے

۱۷۹

جو نفس کشی کرے وہی غازی ہے
یہ بازیِ طفلاں نہیں جانبازی ہے
ہوتا ہے خدا رکوع و سجدہ میں قریں
جُھکنے کی بدولت یہ سرافرازی ہے

تواضع

۱۸۰

کم مایہ سُبک پیش جہاں ہوتا ہے
میزاں سے بدیہی یہ عیاں ہوتا ہے
خوردوں سے تواضع ہے بزرگی کی دلیل
جُھکتا ہے وُہ پلّہ جو گراں ہوتا ہے

۱۸۱

جو قصر کرے حرص کو قیصر وُہ ہے
تکیہ ہے جسے حق پہ تونگر وُہ ہے
آئینہ سکندر نے بنایا تو کیا
دِل جس کا ہے، آئینہ سکندر وُہ ہے

۱۸۲

اے تَن! تو فروتنی و مسکینی کر
اے دِل چمن عِلم کی گلچینی کر
گر مدِّ نظر ہے چشمِ مردم میں جگہ
پُتلی کی طرح سے ترک خود بینی کر

۱۸۳

گنجینۂ حُبِّ شاہ دیں ہے دِل میں
گر و اُس کے ولائے مومنین ہے دِل میں
حاسد کو ہے پیچ و تاب کیوں مَوج کی شکل
یاں مثلِ حُباب کچھ نہیں ہے دِل میں

۱۸۴

بالائے زمیں زندوں کی تعمیریں ہیں
مُردوں کی بزیر خاک جاگیریں ہیں
عبرت کے مرقع کا ہے اک صفحہ زمیں
دونوں طرف اِس ورق کے تصویریں ہیں

۱۸۵

سیّارے سے چشم مہر نادانی ہے
اِس دَور میں دِل بھی دُشمن جانی ہے
مُشکل ہے۔ کہ ہاتھ آئے عنانِ آرام
شبدیز فلک ستارہ پیشانی ہے

۱۸۶

خاکساری

بندوں پہ کرم حضرت باری کا ہے
مقدور کسے شُکر گزاری کا ہے
دی ہے جو خُدا نے سرفرازی مُجکو
ثمرہ یہ نہال خاکساری کا ہے

ختم شد